سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن حکیم کی روشنی میں

نبی رحمتؐ کا مقام، مرتبہ، منصب اور ذمہ داریاں، آپؐ کی محبت، عظمت، اطاعت و اتباع، آپؐ کی نافرمانی کے نتائج، آپؐ سے کئے گئے سوالات، موقع بموقع آپؐ کو دی گئی تسلی والی آیات، آپؐ کو دیئے گئے اوامر و نواہی، آپؐ کے اخلاقِ حسنہ اور آپؐ پر کئے گئے احسانات و انعامات، ہر عنوان آیاتِ قرآنیہ سے مزین باحوالہ مستند تشریحات

مؤلف

مولانا غیاث احمد رشادی

مرکزی صدر صفا بیت المال انڈیا

ناشر: رشادی پبلشرز متصل مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم
قرآنِ حکیم کی روشنی میں

نبی رحمت ﷺ کا مقام' مرتبہ' منصب اور ذمہ داریاں' آپ ﷺ کی محبت' عظمت' اطاعت واتباع' آپ ﷺ کی نافرمانی کے نتائج' آپ ﷺ سے کیے گئے سوالات' موقع بموقع آپ ﷺ کو دی گئی تسلی والی آیات' آپ ﷺ کو دیئے گئے اوامر ونواہی' آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ اور آپ ﷺ پر کیے گئے احسانات وانعامات' ہر عنوان آیاتِ قرآنیہ سے مزین باحوالہ مستند تشریحات۔

مؤلف:

مولانا غیاث احمد رشادی

ناشر

رشادی پبلشرز۔ متصل مسجد الفلاح' واحد نگر' قدیم ملک پیٹ' حیدرآباد۔ 500036

ویب سائٹ: www.rashadibooks.com

نام کتاب	:	سیرتِ طیبہ قرآنِ حکیم کی روشنی میں
نام مؤلف	:	**مولانا غیاث احمد رشادی**
پہلا ایڈیشن	:	اگسٹ ۲۰۰۲ء
دوسرا ایڈیشن	:	جون ۲۰۰۳ء
تیسرا ایڈیشن	:	نومبر ۲۰۱۶ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
تعداد صفحات	:	۱۸۴
طابع وناشر	:	رشادی پبلشرز
قیمت	:	ایک سو روپے (100 Rupees)
پتہ	:	متصل مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد۔
فون	:	9394419849
ای میل	:	garashadi@gmail.com
ویب سائٹ	:	www.rashadibooks.com / www.payeemerashadi.org

ملنے کا پتہ

رشادی پبلشرز۔ متصل مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد۔500036

فون نمبر: 9394419849

مؤلف کی دیگر کتب سے استفادہ کیلئے ملاحظہ کیجئے:

ویب سائٹ: www.rashadibooks.com / www.payeemerashadi.org

سیرتِ طیبہ قرآنِ حکیم کی روشنی میں

کے عربی ترجمہ پر

وزارت الاوقاف دبئی کے **مفتی** کبیر ڈاکٹر احمد بن عبدالعزیز الحداد کے تاثرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله والصلاة والسلام على سيدنا رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه وبعد ...... فقد اطلعت باقتضاب على ما كتبه الأستاذ الفاضل غياث أحمد الرشادى ، رئيس جمعيه صفا بيت المال الهند......من رسائل متعدده فى موضوعات مختلفه ، بلغة "الاردو"، ثم كتب واحسن فى حق الجناب النبوى كتابا قيما بعنوان " السيرة النبوية فى ضوء القرآن الكريم" وسرحت نظرى فيه ، وقدأتى بمباحث قيمه وكتب كتابة جيدة ، بأسلوب سهل، فعلمت أنه رجل موفق ، وتدل كتاباته على اخلاصه ، وتوسع مداركه ـ فجزاه الله تعالىٰ من كاتب خيراً ، ومن داع الى سبيل ربه بلسانه وقلمه أجراً كبيراً ـ

وأسأل الله تعالىٰ ان ينفع به وبكتاباته ، ولا سيما هذا الكتاب القيم ، الذى اتمنى ان يحظى باهتمام الخيرين لطباعته و نشره بين المسلمين ـ والله ولى التوفيق وهو سبحانه الهادى الى سواء السبيل ـ

وكتبه الفقير الى عفو ربه ـ

احمد بن عبدالعزيز الحداد

كبير مفتين بأوقاف ، دبئى

فہرست

پہلا باب: وہ آیتیں جن کا تعلق ما قبل بعثت سے ہے

دوسرا باب: آپ کا مقام، مرتبہ، منصب اور ذمہ داریاں

تیسرا باب: آپ کی محبت وعظمت

چوتھا باب: آپ ﷺ کی اتباع واطاعت

پانچواں باب: آپ ﷺ کی نافرمانی کے نتائج

چھٹواں باب: وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ سے سوال کیا گیا.....

ساتواں باب: وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی

آٹھواں باب: وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ کو کسی کام کا حکم دیا گیا

نواں باب : وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ کو کسی کام سے روکا گیا

دسواں باب: وہ آیتیں جن میں آپ کو یا ایھاالنبی یا یا ایھا الرسول کے ذریعہ خطاب کیا گیا

گیارہواں باب: وہ آیتیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر کیا کیا احسانات، انعامات اور عنایتیں کی گئیں؟

بارہواں باب: وہ آیتیں جن سے آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کا پتہ چلتا ہے

بسم الله الرحمن الرحيم

سخنِ اولیں

تمام تعریف اس اللہ کے لئے جس نے سارے انسانوں کی ہدایت کے لئے ایک طرف اپنا کلام (قرآن مجید) نازل فرمایا اور دوسری طرف آپ ﷺ کو ہم سب کیلئے نمونہ بنادیا جس سے دنیا کے کروڑوں انسانوں کو کامیاب و بامراد، صاف ستھری اور پاکیزہ اور صالح زندگی گزارنے کی راہ نصیب ہوئی۔ درود وسلام ہو نبی اکرم فخرِ بنی آدم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جن کی بے مثال محنتوں، کاوشوں اور کوششوں نے قیامت تک کے انسانوں کو ایک نفیس اور مہذب راستہ دیا۔

اسی رب ذو اجلال کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھ حقیر کے دل میں سیرت نبوی ﷺ سے متعلق ایک اہم اور مفید تصنیفی کام کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائی مدتِ دراز سے سیرت طیبہ پر یہ کام کرنے کا خیال آتا رہا چند اوراق اس سلسلہ میں چند سال پہلے احقر نے لکھے لیکن دوسرے مشاغل کی وجہ سے وہ کام ادھورا رہ گیا شاید اسی میں کوئی مصلحت تھی بظاہر یہی مصلحت سمجھ میں آئی کہ اس سے قبل جس انداز سے لکھنے کا خاکہ ذہن میں آیا تھا وہ موجودہ خاکہ سے بالکل الگ تھا پھر جب دوبارہ اس پر کام کرنے کا عزم ہوا اور کام شروع ہوا تو یہ کام اس شکل میں وجود میں آیا جو آپ کے ہاتھ میں ہے

آپ ﷺ سے متعلق آیاتِ قرآنی کو میں نے یوں تو اپنی پہلی تصنیف ''روح قرآن'' میں جمع کیا ہے لیکن یہاں ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ سب سے پہلے ان آیات کی تشریح کی گئی جو آپ کی قبل بعثت سے متعلق ہیں پھر آپ ﷺ کے مقام، مرتبہ اور آپ ﷺ کی ذمہ داریوں سے متعلق آیات کی تشریح کی گئی پھر آپ ﷺ کی عظمت اور محبت سے متعلق آیات کی تشریح کی گئی پھر آپ ﷺ کی اتباع واطاعت سے متعلق آیات کی تشریح کی گئی پھر ان آیات کی تشریح کی گئی جن میں آپ ﷺ کی نافرمانی کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے جن کے بارے میں وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں پھر ان آیات کی تشریح کی گئی ہے جن میں آپ ﷺ کو مختلف کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا مثلاً صبر اعراض وغیرہ پھر ان آیات کی تشریح کی گئی ہے جن میں آپ ﷺ کو مختلف امور سے روکا گیا پھر ان آیات کی تشریح کی گئی جن میں مختلف موقعوں پر کفار، مشرکین، یہود ونصاری وغیرہ نے آپ ﷺ سے سوالات کئے اور وحیِ الٰہی کے ذریعہ ان سوالات کے جوابات دیئے گئے پھر ان آیات کی تشریح کی گئی جن میں آپ ﷺ کو موقع بموقع تسلی دی گئی پھر ان آیات کی تشریح کی گئی جن آیات میں اللہ تعالیٰ

نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو یاایھالنبی یا یاایھا الرسول یا یاایھا المدثر یا یاایھا المزمل کے ذریعہ خطاب کیا پھران آیات کی تشریح کی گئی جن آیات میں آپ ﷺ پر کئے گئے احسانات، انعامات اورخصوصیات کا تذکرہ موجود ہے پھران آیات کی تشریح کی گئی جن آیات میں آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ بیان کئے گئے ہیں۔اس طرح آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے متعلق قرآن مجید کی تقریبا تمام ترآیات کی تشریح کی گئی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ قارئین اس کام کوایک نیا کام محسوس کریں گےاورسیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے کے آرزومند اس کتاب کو مفید اور نافع بھی پائیں گے اور خصوصا یہ کتاب واعظوں سیرت نگاروں،مقرروں وخطیبوں کیلئے یقیناً ایک نفع بخش کتاب ہوگی۔بہت سے علماء کرام نے اس کتاب کو دیکھ کراحقر کی حوصلہ افزائی کی اور جلد شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی۔''سیرتِ طیبہ قرآنِ حکیم کی روشنی میں'' نامی اس کتاب کا عربی زبان میں السیرۃ النبویہ فی ضوء القرآن الکریم کے نام سے ترجمہ بھی ہو چکا ہے، جس کی پذیرائی امام مسجد نبوی معالی الشیخ عبدالرحمٰن الحذیفی حفظہ اللہ نے کی اور مسرت کا اظہار بھی کیا۔الحمدللہ مسجدِ نبوی ﷺ کے حجرۂ ائمہ میں امام صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوااوردبئ کے مفتی کبیر احمد بن عبدالعزیزالحداد نے اس پر تقریظ بھی لکھی ہے۔

عرصہ سے سیرت طیبہ کے موضوع پر کچھ نہ کچھ لکھنے کی جوآرزوتھی وہ پوری ہوئی اوراس کتاب کی تکمیل پر میں اپنے اندرایک خاص قسم کی خوشی اورمسرت محسوس کر رہا ہوں، اللہ کرے کہ یہ کوشش عنداللہ مقبول ہو۔اور ہرایک کے لئے نفع مند ثابت ہو۔''سیرت طیبہ قرآن حکیم کی روشنی میں'' جس کا یہ تیسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے، دوسرے ایڈیشن کے سارے نسخے ختم ہو چکے تھے اس طرح یہ کتاب نایاب تھی، اللہ تعالی جزائے خیر دے جناب ڈاکٹر محمد محسن صاحب ملک پیٹ حیدرآباد کو جن کی توجہ دہانی اورتعاون سے یہ دوبارہ شائع ہورہی ہے۔

غیاث احمد رشادی

۶ رنومبر ۲۰۱۶ء

پہلا باب

وہ آیتیں جن کا تعلق ماقبل بعثت سے ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تورات وانجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ

" الذین یتبعون الرسول النبی الأمی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراہ والانجیل، یأمرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم، فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی أنزل معہ، اولٰئک ھم المفلحون". (الاعراف ۱۵۷/)

جولوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں جن کی صفت یہ بھی ہے کہ وہ ان کو نیک کاموں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال بتلاتے ہیں گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اوران لوگوں پر جو بوجھ اور طوق لدے ہوئے تھے ان کو دور کرتے ہیں سو جولوگ اس نبی امی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اوران کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جوانکے ساتھ بھیجا گیا ہے، یعنی قرآن ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں کہ ابدی عذاب سے نجات پائیں گے۔

نبی رحمتؐ کے اس دنیا میں مبعوث ہونے سے سینکڑوں برس پہلے ہی حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر نازل شدہ آسمانی کتابیں تورات اور انجیل میں نبی رحمتؐ کے اوصاف جمیلہ اور آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع کرنے اور آپ پر نازل کی جانے والی کتاب کی اتباع کرنے میں ملنے والی کامیابی وغیرہ کو واضح انداز میں بیان کردیا گیا تھا۔

یہ صرف نبی رحمت ﷺ کی خاص شان مبارک ہے کہ آپ کہ سلسلہ میں اس قدر اہتمام کیا گیا تو گویا یہ ایک استقبال تھا نبی آخرالزماں کی آمد کا جو رب ذوالجلال نے اپنی شان کریمانہ سے فرمایا۔

تورات وانجیل میں آپ ﷺ کو دو القاب سے نوازا گیا اور ایک خاص صفت بھی بیان کی گئی دو القاب یہ ہیں کہ آپ ﷺ رسول بھی ہیں اور نبی بھی، اور آپ کی صفت خاص ہے کہ آپ امی بھی ہیں اس کے ساتھ جس قوم کی طرف آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا اس قوم عرب کو قرآن مجید میں امیین کہا گیا کہ عرب کی اس قوم میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا یوں تو کسی انسان کیلئے امی ہونا عیب سمجھا جاتا ہے لیکن نبی رحمت ﷺ کے علوم ومعارف اور حالات وکمالات کے ساتھ امی ہونا آپ ﷺ کیلئے صفت کمال ہے جس تک دنیا کا کوئی انسان نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ اگر کسی پڑھے لکھے آدمی سے

کمالات اور علوم و معارف کا دریا بہتا ہے تو وہ اس کی تعلیم کا نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے لیکن اگر ایک ایسا شخص جوامی ہو جس نے کسی سے کوئی ایک لفظ بھی نہ سیکھا ہو اگر وہ بیش بہا علوم کا سمندر اور بے مثال حقائق و معارف کے خزانے اپنے اندر رکھتا ہو اور موقع بموقع اس سمندر سے علوم کے دریا بہاتا ہو' اور ان خزانوں سے علم کی سخاوت کرتا ہو تو پھر یہاں ایک ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ ایک کھلا معجزہ ہے اور پوری دنیا کیلئے ایک چیلنج بھی۔

اس آیت میں اگر چہ کہ تورات وانجیل میں پیارے پیغمبر کے اوصاف حمیدہ کے ہونے کو واضح کیا گیا لیکن آپ ﷺ کے حالات وصفات کا ذکر زبور میں بھی ہے۔

وہ اوصاف جو تورات وانجیل میں آپ ﷺ کے بیان کئے گئے یہ ہیں کہ آپ ﷺ بھلائی کا حکم دیں گے برائیوں سے روکیں گے، لوگوں کیلئے پاکیزہ اور پسندیدہ چیزوں کو حلال فرمادیں گے اور گندی چیزوں کو حرام قرار دیں گے، اور سخت قسم کے احکامات کا جو بوجھ انسانیت پر تھا آپ ﷺ اس بوجھ کو ان کے کاندھوں سے اتاریں گے، یہ تو وہ اوصاف ہیں جو تورات وانجیل میں تھے جن کو قرآن مجید نے بیان کیا ان کے علاوہ احادیث شریفہ سے بھی حضور ﷺ کے اوصاف کے تورات وانجیل میں موجود ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ اتفاق سے بیمار ہو گیا تو آپ ﷺ اس کی تیمارداری کے لئے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اس کا باپ سرہانے کھڑا تورات پڑھ رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰؑ پر تورات نازل فرمائی کہ کیا تورات میں میرے حالات اور اوصاف اور میرے ظہور کا بیان پاتا ہے اس نے انکار کیا تو بیمار بیٹے نے کہا کہ یہ غلط کہتے ہیں تورات میں ہم آپ کا ذکر اور آپ کے صفات پاتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے صحابۂ اکرام کو حکم دیا کہ اب یہ مسلمان ہے انتقال کے بعد اس کی تجہیز و تکفین مسلمان کریں۔

آپ ﷺ کی آمد سے پہلے انبیاء کرام سے عہد

" واذ أخذ الله ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتاب وحكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه قال أ أقررتم وأخذتم على ذلكم اصرى قالوا أقررنا قال فاشهدوا وأنا معكم من الشاهدين". (الآية من سورة آل عمران ۸۱)

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا حضرات انبیاء کرام علیھم السلام سے کہ جو کچھ تم کو کتاب اور علم شریف دوں اور تمہارے پاس کوئی اور پیغمبر آوے جو مصداق ہو اس

علامت کا جو تمہارے پاس کی کتاب اور شریعت میں ہے تو تم صرف اس رسول کی رسالت پر دل سے اعتقاد بھی لانا اور اس کی مدد بھی کرنا پھر یہ عہد بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور لیا اس مضمون پر میرا عہد اور حکم قبول کیا وہ بولے کہ ہم نے اقرار کیا ارشاد فرمایا تو اپنے اس اقرار پر گواہ بھی رہنا اور میں اس مضمون پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

اس آیت کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں "ثم جاء کم رسول" ،سے مراد نبی رحمت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ عہد تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے صرف حضور ﷺ کے بارے میں لیا تھا کہ اگر وہ خود ان کا زمانہ پائیں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی تائید و نصرت کریں اور اپنی اپنی امتوں کو بھی یہی ہدایت کریں۔

اس آیت سے حضور ﷺ کی امتیازی شان جھلکتی ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی حمایت کا پابند دنیا کے سارے ہی انبیاء کرام کو بنایا گیا، اور یہ کہ آپ ﷺ کی آمد مبارکہ سے پہلے ہی آپ کی شایان شان تذکرہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سامنے کیا گیا اس طرح انبیاء کرام بھی حضور ﷺ پر ایمان لانے کا پختہ ارادہ اور اقرار کرنے کی بنیاد پر اس ثواب ابدی کے مستحق ہو گئے۔

آپ ﷺ کی بعثت دعاءِ ابراہیمی کا نتیجہ

نبی رحمت خاتم النبین ﷺ اگرچہ ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے لیکن آپ ﷺ کی آمد مبارکہ سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کی بعثت کیلئے اپنے پروردگار حقیقی سے دعا فرمائی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ نے جو دعائیں اپنی حیات مبارکہ میں فرمائی تھیں انہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قیامت تک کیلئے محفوظ فرما دیا اور آج بھی وہ دعائیں ہم پڑھتے اور سنتے ہیں، جن میں ایک دعا یہ ہے،،

"ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیتک و یعلمھم الکتب وا لحکمتہ ویز کیھم انک انت ا لعزیز الحکیم (۱۲۹/البقرہ) "

اے ہمارے پروردگار اور اس جماعت کے اندر انہی میں کا ایک پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیات پڑھ کر سنایا کریں، اور ان کو کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیا کریں، اور ان کو پاک کریں بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرت کامل الانتظام۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی آئندہ نسل کی صلاح و فلاح کے واسطے اللہ تعالیٰ سے اپنی ہی نسل میں سے ایک رسول کی بعثت کی دعاء اس لئے فرمائی تا کہ یہ سعادت آپ کی اولاد کو نصیب ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ

دعا قبول فرمائی اور اس قبولیت کی اطلاع بھی حضرت ابراہیم کو دی گئی کہ آپ نے جس پیغمبر کے لئے دعا فرمائی ہے وہ آخری زمانہ میں بھیجے جائیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا قرآن مجید کی کسی آیت سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ جس پیغمبر کی بعثت مبارکہ کیلئے حضرت ابراہیمؑ نے دعا فرمائی تھی اور اللہ تعالی نے ان کی دعا کو قبول کئے جانے کی خوشخبری بھی عطا کی تھی اس پیغمبر سے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی مراد ہیں، ہاں! ایک آیت نہیں بلکہ قرآن مجید کی دو آیتیں اس دعوی کو ثابت کرتی ہیں، پہلی آیت سورہ آل عمران اور دوسری آیت سورۂ جمعہ میں ہے۔

(ا) لقد من الله علی ا لمو منین اذ بعث فیهم رسو لا من انفسهم یتلو اعلیهم آیته و یز کیهم و یعلمهم ا لکتب و ا لحکمة وا ن کا نو ا من قبل لفی ضلل مبین . (١٦٤ آل عمران)

حقیقت میں اللہ تعالی نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا جب کہ ان میں انہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالی کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں، اور ان کو کتاب اور سمجھ کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ (آپ ﷺ کی بعثت سے) قبل سے صریح غلطی میں تھے۔

(٢) هو ا لذ ی بعث فی ا لا میین رسو لا منهم یتلو ا علیهم آ یته ویز کیهم و یعلمهم ا لکتب وا لحکمة وا ن کا نو ا من قبل لفی ضلل مبین. (٢ /الجمعه)

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے۔

مذکورہ دونوں آیتوں میں اس جلیل القدر پیغمبر کی بعثت اور اس پیغمبر کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں اس سے مراد نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے مذکورہ اوصاف کے ساتھ ایک رسول کی بعثت کیلئے دعا فرمائی تھی وہ آپ ﷺ ہی ہیں، اسلئے کہ ان دونوں آیتوں میں بھی وہی اوصاف ہیں جن اوصاف کو حضرت ابراہیمؑ نے بیان فرمایا تھا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت دعاء ابراہیمیؑ کا نتیجہ ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ (سورۂ جمعہ کی اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ وہی ہے جس نے ایک امی قوم میں ایک پیغمبر بھیجا۔ الخ) اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے اظہار کے لئے خاص طور پر عربوں کے لئے امی کا یہ لقب اختیار فرمایا اور یہ بھی کہ جو رسول بھیجا گیا وہ بھی انہی میں سے یعنی امی ہے اس لئے یہ معاملہ بڑا

حیرت انگیز ہے کہ قوم ساری امی اور جو رسول بھیجا گیا وہ بھی امی اور جو فرائض اس رسول کے سپرد کئے گئے وہ سب علمی واصلاحی ایسے ہیں کہ نہ کوئی امی ان کو سکھا سکتا ہے اور نہ امی قوم یہ سب کچھ سیکھنے کے قابل ہے۔
ان سب کے باوجود اللہ تعالی کی قدرت کاملہ دیکھئے کہ اس نے اپنے نبی کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ جب آپ نے تعلیم واصلاح کا کام شروع فرمایا تو انہیں ناخواندہ قوم میں وہ علماء وحکماء پیدا ہوگئے جن کی علم وحکمت، عقل و دانش اور ہر کام کی عمدہ صلاحیت نے سارے جہاں سے اپنا لوہا منوالیا۔(معارف القرآن جلد ہشتم)

انجیل میں آپ ﷺ کی آمد کی بشارت

واذ قال عیسی ابن مریم یابنی اسرائیل انی رسول اللّٰه الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراة ومبشرا برسولٍ یأتی من بعدی اسمه احمد،فلما جاء هم بالبیّنٰت قالوا هذا سحر مبین(الصف/٦)

اور جب کہ عیسیٰ بن مریمؑ نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات ہے میں اسکی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہوگا میں ان کی بشارت دینے والا ہوں، پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔
حضرت عیسی علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو اپنی نبوت کے ماننے اور اطاعت کرنے کی دعوت دی تو قوم کے سامنے دو باتوں کا تذکرہ فرمایا، پہلی بات کا تعلق گزشتہ سے تھا تو دوسری بات کا تعلق آئندہ سے، میں کوئی انوکھی بات لے کر تمہارے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ میں تو وہی باتیں لے کر آیا ہوں جو پہلے انبیاء علیہ السلام کہتے آئے ہیں، مجھ سے پہلے حضرت موسیٰ پر جو کتاب تورات اتری ہے اس کی میں تصدیق کرنے والا ہوں۔
اور دوسری بات حضرت عیسیٰ نے جو بیان فرمائی وہ ہمارے اس موضوع سے متعلق ہے جس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہےکہ رسول اللہ ﷺ کی آمد مبارکہ سے قبل ہی آپ کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دے دی تھی۔
چنانچہ قرآن مجید میں ان الفاظ کو قیامت تک کیلئے محفوظ کر دیا گیا کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہوگا میں ان کی بشارت دینے والا ہوں۔
نبی آخرالزمان کے تشریف لانے سے قبل آپ کی آمد کی اطلاع وبشارت کا دیا جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کا مقام اعلی وبالا ہے' اگر آپ کا مقام اونچا نہ ہوتا تو پھر آپ کی آمد کی خبر آپ سے پہلے نہ دی جاتی۔
نوٹ: پورے قرآن میں خاتم الانبیاء ﷺ کا نام مبارک لینے کے بجائے عموماً آپ کا ذکر اوصاف والقاب کے ساتھ کیا گیا خصوصا ندا کے موقع پر یایها النبی یایها الرسول یایها المدثر وغیرہ، ہاں صرف ایک جگہ نام مبارک احمد ﷺ اور چار جگہ محمد ﷺ ذکر کیا گیا۔

نام احمد ﷺ قرآن مجید میں

واذ قال عیسیٰ ابن مریم یبنی اسرآئیل انی رسول الله الیکم مصدقالما بین یدی من التورٰة ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد فلما جآء هم بالبینت قالوا هذا سحر مبین (الصف : ٦)

پچھلے مضمون اوراس سے متعلقہ آیت کے ذریعہ ضمنا یہ بھی معلوم ہو چکا کہ نبی آخرالزمان کا نام بھی حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو بتادیا تھا کہ جورسول آئندہ آنے والے ہیں ان کا نام نامی اسم گرامی ''احمد'' ہوگا۔

سیرت کا سرسری مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ آپ ﷺ کا نام محمد بھی ہے اور احمد بھی' اسکے علاوہ اور نام بھی ہیں جو سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں' لیکن حضرت عیسیٰؑ پر نازل شدہ کتاب ''انجیل'' میں نام محمد کے بجائے نام احمد کا تذکرہ بتانے میں مصلحت یہ تھی کہ محمد نام رکھنے کا عرب میں قدیم دستور تھا محمد نامی عرب میں دوسرے لوگ بھی تھے برخلاف احمد کے کہ اس نام کا کوئی آدمی عرب میں موجود نہ تھا، اگر انجیل میں آپ کا نام محمد بتایا جاتا تو کوئی اور بھی اس بات کا دعوی کرسکتا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی بشارت کا مصداق میں ہی ہوں۔

قرآن مجید میں صرف ایک ہی مرتبہ حضور کا اسم گرامی ''احمد'' آیا ہے جو سورہ ءصف کی چھٹویں آیت میں ہے۔

اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ سبا عبد شمس (جس کا تعلق یمن سے ہے) نے اپنے زمانے میں نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بشارت سنادی تھی، ممکن ہے کہ ان کو اس کا علم تورات وانجیل سے ہو، قرطبی نے بحوالہ قیسری قوم سبا کا زمانہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے زمانۂ فترت نقل کیا ہے۔

نام ''محمد'' قرآن مجید میں (چار جگہ) ہے

''وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل أفائن مات او قتل انقلبتم علی أعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئاً''

اور محمد نرے رسول ہی تو ہیں آپ ﷺ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ ﷺ شہید ہو جاویں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاوگے اور جو شخص الٹا پھر جاویگا تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا اور خدا تعالی جلد ہی عوض دے گا حق شناسوں کو۔

نبی رحمت ﷺ کا اسم گرامی ''محمد'' قرآن مجید میں چار مرتبہ آیا ہے، جن میں سے ایک جگہ یہ ہے جس کو اوپر درج کیا گیا، اس آیت کا تعلق غزوہ ءاحد سے ہے اللہ تعالی نے اس کے ذریعہ صحابہ کرامؓ کو

تنبیہ کی ہے جبکہ غزوۂ احد کی عارضی شکست کے وقت کسی نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہوگئی‘ اس افسوسناک خبر سے صحابہء کرام کی ایک بھاری جماعت سرسری اور وقتی سراسیمگی کا شکار ہوگئی‘ خدانخواستہ اسلام سے پھر جانے کا کوئی شبہ یا وسوسہ بھی نہ تھا لیکن اللہ تعالی تو اپنے رسول کے صحابہ کو ایک ایسی پاکباز فرشتہ خصلت جماعت بنانا چاہتا ہے جو دنیا کے لئے نمونہ عمل بنے اس لئے اللہ تعالی نے ان کے لئے میدان جنگ چھوڑنے پر ایسا خطاب کیا جیسا اسلام چھوڑنے پر کیا جاتا ہے۔

اس آیت کے ذریعہ یہ بنیادی مسئلہ ذہن نشین کرایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ تو ایک نہ ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں آپ کے بعد بھی مسلمانوں کو دین پر ثابت قدم رہنا ہے۔

(۲) " ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شئی علیماً " (الاحزاب : ٤٠)

(حضرت) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالی ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

جاہلیت کی رسم کے مطابق حضرت زید بن حارثہ کو (جنہیں رسول اللہ ﷺ نے متبنی بنا لیا تھا) رسول اللہ ﷺ کا بیٹا کہتے تھے‘ جب زید بن حارثہ اور حضرت زینب بنت جحشؓ کے درمیان ازدواجی رشتہ قائم نہ رہ سکا اور انہوں نے طلاق دے دی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا۔ اس نکاح پر حضور ﷺ کو یہ کہکر طعنہ دیا جانے لگا کہ آپ ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا‘ حالانکہ زید بن حارثہ حضور ﷺ کے حقیقی بیٹے نہیں تھے‘ لوگوں کے ان خیالات کی تردید مذکورہ آیت کے ذریعہ کی گئی اور اس ضمن میں آپ ﷺ کا نام لیا گیا یہ دوسری جگہ ہے جہاں آپ کا نام نامی اسم گرامی ''محمد'' لایا گیا۔

اور یوں کہا گیا کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں‘ یعنی عام صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا گیا کہ عام امت کے لوگوں کے ساتھ آپ کو ایسی ابوت حاصل نہیں ہے یہ اور بات ہے کہ ہر رسول روحانی مربی ہونے کی وجہ سے امت کا روحانی باپ ہوتا ہے اور یہ روحانی ابوت کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا اس لئے کہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جب کوئی نبی نہیں تو قیامت تک آنے والے ہر انسان کے آپ روحانی باپ ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو نرینہ اولاد تھی آپ ﷺ ان کے لئے باپ تھے اور یہاں مطلق طور پر کہا گیا کہ آپ ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے چار فرزند ہوئے اس میں تین فرزند حضرت خدیجہؓ سے قاسم، طیب، طاھر اور ایک حضرت ماریہ قبطیہؓ سے ابراہیم لیکن چونکہ یہ سب بچپن ہی میں وفات پا گئے اور ان

میں سے کوئی بھی رجال یعنی مردوں کی حد میں داخل نہیں ہوا، اور دوسرا جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت آپ ﷺ کا کوئی فرزند نہ تھا اس طرح کہ قاسم، طیب اور طاھر کی وفات ہوگئی تھی، اور ابراہیم ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔

(٣) " والذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت و آمنوا بما نزل علیٰ محمد وھو الحق من ربھم، کفر عنھم سیاٰتھم و أصلح بالھم." (محمد/ ٢)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے، اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا ہے اور وہ انکے رب کے پاس سے امر واقعی ہے اللہ تعالیٰ انکے گناہ ان پر سے اتارے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا۔ دنیا اور آخرت کی اصلاح و فلاح کا دارو مدار اسی پر ہے کہ توحید و رسالت پر سچے دل سے ایمان لایا جائے اور آپ ﷺ کی تمام تعلیمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان پر صدقِ صدِ عمل کیا جائے۔

(٤) " محمد رسول اللّٰہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا" . الخ (٢٩: الفتح)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، جو لوگ آپ کی صحبت پائے ہوئے ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں۔ الخ۔

قرآن مجید میں یہ چوتھی اور آخری جگہ ہے جہاں آپ ﷺ کا اسم گرامی "محمد" لایا گیا، اس آیت میں جہاں آپ کا نام لیا گیا وہیں آپ کا منصب بھی بتایا گیا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

جس طرح چاندنی رات میں ایک انسان اپنی نظر کھلے آسمان پر دوڑاتا ہے چاند کے ساتھ ستاروں کا نظر آنا یقینی ہے، اسی طرح چودھویں رات کے چاند سے زیادہ حسین و جمیل رسول اکرم کا تذکرہ ہو تو آپ کے جاں نثار صحابۂ کرام کا تذکرہ بھی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ آیت میں جہاں محمد رسول اللہ کہا گیا وہیں صحابہ کی شان یہ ہے کہ وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس جگہ آپ ﷺ کے نام مبارک کو منصب رسالت کے ساتھ ظاہر کرنے میں مصلحت یہ تھی کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں آپ کے نام کے ساتھ جب حضرت علیؓ نے محمد رسول اللہ لکھا تو کفار قریش نے اسکو مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھنے پر اصرار کیا رسول اللہ ﷺ نے بحکم ربانی اس کو منظور کر لینا قبول کیا، اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر خصوصیت سے آپ کے نام مبارک کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ قرآن میں لا کر اس کو دائمی بنا دیا جو قیامت تک اس طرح پڑھا لکھا جائے گا۔

جب دشمنان اسلام نے آپ کے نام کو "رسول اللہ" کے ساتھ لکھنا وقتی طور پر پسند نہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کیلئے اس (رسول اللہ) کو آپ کے ساتھ جوڑ دیا۔

دوسرا باب

آپ ﷺ کا مقام، مرتبہ، منصب اور ذمہ داریاں

آپ ﷺ رسول ہیں

(۱) قل یآایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموات والارض (الأعـراف/۱۵۸) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جس کی بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین میں

(۲) فآمنوا باللّٰہ ورسولہ النبی الأمی الذی یؤمن باللّٰہ وکلماتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون (الاعراف/۱۵۸)

اللہ پر ایمان لے آو اور اس کے نبی امی پر بھی ایمان لا و جو کہ خود بھی اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ راست پر آجاو۔

(۳) محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (الفتح/۲۹)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جولوگ آپ کی صحبت پائے ہوئے ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔

(٤) واعلموا أن فیکم رسول اللّٰہ لو یطیعکم فی کثیر من الأمر لعنتم ولکن اللّٰہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون . فضلا من اللّٰہ ونعمۃ واللّٰہ علیم حکیم (الحجرات/۷)

اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ ﷺ ہیں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ اسمیں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے لیکن اللہ تعالی نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اسکو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر وفسق وعصیان سے تم کو نفرت دی۔ ایسے لوگ خدا کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں اور اللہ تعالی جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

(۵) رسولا یتلوا علیکم آیات اللّٰہ مبینات لیخرج الذین آمنوا وعملوا الصالحات من الظلمات الی النور (الطلاق)

ایک ایسا رسول بھیجا جو تم کو اللہ تعالی کے صاف صاف احکام پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں تا کہ ایسے لوگوں کو کہ جو ایمان لاویں اور اچھے عمل کریں تاریکیوں سے نور کی طرف لے آویں۔

(٦) کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم آیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون (البقرۃ/۱۵۱)

جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک عظیم الشان رسول کو بھیجا جو کہ تم ہی میں سے ہیں اور وہ ہماری آیا

ت واحکام پڑھ پڑھ کرتم کوسناتے ہیں اور خیالات ورسوم جہالت سے تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اورتم کو ایسی باتیں تعلیم کرتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی۔

(۷) تلک آیات اللّٰہ نتلوھا علیک بالحق وانک لمن المرسلین (البقرۃ/۲۵۲) یہ آیتیں اللہ تعالی کی ہیں ہم تجھ کوسناتے ہیں ٹھیک ٹھیک اور تو بیشک ہمارے رسولوں میں سے ہے۔

(۸) وأرسلناک للناس رسولا وکفی بالله شهیدًا(النساء/۷۹)

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالی گواہ کافی ہیں۔

(۹) یٰسٓ والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین (یٰسٓ/۱،۲،۳)

یٰس۔قسم ہے قرآن باحکمت کی بے شک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں۔

(۱۰) یآایھا الناس قد جاء کم الرسول بالحق من ربکم فآمنوا خیراً لکم (النساء/ ۱۷۰)

اے تمام لوگو! تمہارے پاس یہ رسول سچی بات لے کرتمہارے پروردگار کی طرف سے تشریف لائے ہیں سوتم یقین رکھو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

(۱۱) وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل (آل عمران/ ۱۴۴)

اور محمد نرے رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔

حضور ﷺ منصب رسالت پر فائز ہیں آپ ﷺ کے رسول ہونے کا ثبوت قرآن مجید کی بیسویں آیتوں سے ہوتا ہے یہاں صرف گیارہ آیتیں ہم نے باحوالہ پیش کی ہیں ان آیتوں سے آپ ﷺ کے رسول ہونے کا ثبوت ملتا ہے،قرآن مجید کی اور آیتیں بھی آپ ﷺ کے منصب رسالت کی گواہی دیتی ہیں مگر ہم نے اختصار کیلئے اس قدر آیات پر ہی اکتفا کیا ہے، جولوگ قرآن مجید کی آیات کو گہری نظر سے دیکھتے جائیں گے انہیں سینکڑوں آیتوں سے اس منصب کی جھلک نظر آئے گی۔

ان تمام آیتوں کا ماحاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کوساری انسانیت کیلئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے کس خاص طبقہ یاعلاقہ کیلئے نہیں آپ ﷺ کے رسول اور نبی ہونے پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، جوآپ ﷺ کو رسول تسلیم نہ کرے وہ کافر ہے،رسول اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ ان کی اتباع واطاعت کی جائے رسول اپنی قوم کی اطاعت کرنے کیلئے نہیں بھیجا جاتا ، رسول دنیا کے انسانوں کو گمراہی کے اندھیرے سے نکالتے ہیں اور ہدایت کی روشنی کی طرف لے آتے ہیں،رسول وہ آیتیں پڑھ پڑھ کرسنا

تے ہیں جو بذریعہ وحی نازل کی جاتی ہیں بگڑی ہوئی قوموں کو ہر اعتبار سے پاک وصاف کرتے ہیں، اور نہ جاننے والوں کو علم سے روشناس کرتے ہیں، آپ ﷺ کے رسول ہونے کا اعلان قرآن مجید کی قسم کھا کر کیا گیا ہے، دنیا میں رسول آتے گئے اور پیغام حق پہنچاتے گئے اوران کی زندگی کی مدت ختم ہوگئی تو دنیا سے رخصت ہو گئے آپ ﷺ بھی اس دنیا میں تشریف لائے پیغام حق سنایا تیئس سالہ نبوی زند گی گزاری، تڑسٹھ سال کی عمر میں دنیا سے پردہ فرما گئے، رسول گئے ہیں مگر رسول کی نبوت باقی ہے، رسول تشریف لے گئے ہیں مگر رسول کا دین باقی ہے، رسول پردہ فرمائے ہیں مگر رسول پر اترا ہوا قرآن مجید باقی ہے، رسول دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں مگر رسول کی رسالت ابھی بھی باقی ہے، اور باقی رہے گی۔

آپ ﷺ رب ذوالجلال کی طرف سے حق کا پیغام لے کر آئے ہیں ساری انسانیت کی بھلائی اسی میں ہے کہ رب ذوالجلال کے بھیجے ہوئے رسول کی رسالت پر ایمان لالیں، حق وہی ہے جو آپ ﷺ لے آئے ہیں جو اس سے بے نیاز ہو گیا وہ حق سے بے نیاز ہو گیا اور باطل کے حوالہ ہو گیا، حق کا بول بالا ہوگا باطل کا منہ کالا ہوگا۔

آپ ﷺ نبی بھی ہیں؟

(۱)الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم.(۵۷ الاعراف)

ملاحظہ ہو عنوان تورات وانجیل میں نبی رحمت ﷺ کے اوصاف۔

(۲)یا یھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیٰوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا.(۲۸ الاحزاب)

اے نبی! آپ اپنی بیبیوں سے فرمادیجئے تم اگر دنیوی زندگی اوراس کی بہار چاہتی ہوتو آؤ میں تم کو کچھ مال ومتاع دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں۔

(۳)یا یھا الذین امنوا لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر نظرین انہ.(۵۴ الاحزاب)

اے ایمان والو! نبی ﷺ کے گھروں میں مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کیلئے آنے کی اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔

(۴)ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذاالنبی والذین امنوا، واللہ ولی المومنین.(۶۸ آل عمران)

بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ البتہ وہ لوگ

ہیں جنہوں نے ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی محمد ﷺ ہیں اور یہ ایمان والے ہے جو نبی ﷺ کی امت ہیں اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے۔

(۵)یایھاالنبی حسبک الله ومن اتبعک من المومنین(۶۴ الانفال)

اے نبی! آپ کیلئے اللہ تعالی کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا ہے وہ کافی ہیں۔

(۶)ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ماتبین لھم انھم اصحب الحجیم.(۱۱۳ التوبه)

پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دعاء مانگیں اگر چہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

(۷)لقدتاب الله علی النبی والمھجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعة العسرة من بعد ماکادیزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم.(۱۱۷ التوبه)

اللہ تعالی نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین وانصار کے حال پر بھی توجہ فرمائی جنہوں نے تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ تعالی نے ان کے حال پر توجہ فرمائی۔(۱۲۰ التوبہ)

(۸)النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازوجه امھتھم.(۶ الاحزاب)

نبی مومنوں کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

(۹)ان الله وملئکة یصلون علی النبی یا یھاالذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما.(۵۶ الاحزاب)

بے شک اللہ تعالی اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

(۱۰)یایھاالذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون.(۲ الحجرات)

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کرو اور نہ ان سے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو، کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

حضورؐ منصب نبوت پر بھی فائز ہیں، آپؐ جہاں رسول ہیں وہاں نبی بھی ہیں، آپؐ کے نبی ہونے پر ایمان لانا بھی ضروری ہے جو شخص آپ کو رسول تو مانے مگر نبی نہ مانے یا نبی تو مانے مگر رسول نہ مانے وہ کافر ہے، آپؐ بہ یک وقت نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں، نہ صرف نبی اور رسول بلکہ سید الانبیاء اور سید المرسلین بھی ہیں یعنی آپؐ نبیوں کے بھی سردار اور رسولوں کے بھی سردار ہیں۔

آپ ؐ کیلئے لفظ نبی قرآن مجید میں بیسیوں جگہ استعمال کیا گیا ہے، آپ ؐ کو نبی کا لقب بھی دیا گیا، اور نبی کے اس لفظ سے پکارا بھی گیا، قرآن مجید میں کئی جگہ آپ ؐ کو یایھا النبی کہا گیا۔

ہم نے یہاں صرف دس ایسی آیتوں کا انتخاب کیا ہے جن سے آپ ؐ کا نبی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

آپ ؐ کے نبی ہونے کا تذکرہ تورات وانجیل میں بھی کیا گیا۔

آپ ؐ کو قلبی، ذہنی، جسمانی، روحانی، کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانا گناہ کبیرہ ہے۔

آپ ؐ کے ساتھ ایسی گفتگو نہیں کی جائے گی جیسے عام لوگوں سے کی جاتی ہے۔

آپ ؐ حضرت ابرہیمؑ کی راہ پر چلنے والے نبی ہیں۔

آپ ؐ کی حفاظت کیلئے اللہ تعالی کافی ہے۔

جو لوگ نبی ؐ کا ساتھ دیتے ہیں آپ ؐ کے دین کو پھیلاتے ہیں اور دین حق کا دفاع کرتے ہیں وہ اس بات کے حقدار ہیں کہ اللہ تعالی ان پر خصوصی توجہ فرمائے اور ان کو اپنے انعامات سے نوازے۔

نبی کریم ؐ سے مومنوں اور مسلمانوں کا تعلق ان کی جان سے زیادہ ہونی چاہیے، مومنوں کا تعلق اپنے نبی سے اس قدر ہونا چاہیے کہ نبی کی خاطر جان کے چلے جانے کا بھی اندیشہ ہو تو چلی جائے لیکن آپ ؐ سے تعلق ختم نہ ہو، خوش نصیب ہیں وہ جانیں جو نبی کی خاطر قربان ہو جاتی ہیں۔

نبی کی عظمت شان کا تقاضا ہے کہ آپ ؐ پر کثرت سے درود پڑھا جائے اور سلام بھیجا جائے۔

آپ ﷺ اللہ کے بندے بھی ہیں

(۱)سبحن الذین اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بر کنا حولہ لنریہ من ایتنا انہ ھو السمیع البصیر .(۱ بنی اسرائیل)

وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ محمد ؐ کو شب کے وقت مسجد حرام یعنی مسجد کعبہ سے مسجد اقصی یعنی بیت المقدس تک جس کے آس پاس ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں بیشک اللہ تعالی بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔

(۲)الحمدللہ الذی انزل علی عبدہ الکتب ولم یجعل لہ عوجا .(۱ الکھف)

تمام خوبیاں اس اللہ کیلئے ثابت ہیں جس نے اپنے بندے محمد ؐ پر یہ کتاب نازل فرمالی اور اس کتاب میں کسی قسم کی ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔

(۳)وانہ لما قام عبداللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا.(۱۹ الجن)

جب خدا کا خاص بندہ (مراد رسول اللہ ؐ ہیں) خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو یہ کافر لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہو جاتے ہیں۔

(۴)ارأیت الذی ینھی .عبدا اذاصلی.ارایت ان کان علی الھدی اوامر بالتقوی.(۱۲ العلق)

بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو ہمارے ایک خاص بندے کو منع کرتا ہے جب وہ بندہ نماز پڑھتا ہے اے مخاطب! بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پو ہووہ دوسروں کو بھی تقوی کی تعلیم دیتا ہو۔

جب اللہ نے نبی کریم کو نماز پڑھنے کا حکم دیا اور آپؐ نے نماز پڑھنی شروع کی تو ابوجہل نے آپ کو نماز پڑھنے سے روکا اور دھمکی دی کہ آئندہ نماز پڑھیں گے اور سجدہ کریں گے تو وہ معاذ اللہ آپؐ کی گردن کو پاوں سے کچل دے گا اس کے جواب اور اس کو تنبیہ کرنے کیلئے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

آپؐ جہاں اللہ کے رسول اور نبی ہیں وہیں آپؐ اللہ کے بندے بھی ہیں آپؐ کے نبی اور رسول ہونے کی وجہ سے ہرگز یہ لازنہیں آتا کہ آپ اللہ تعالی کے بندے نہیں ہیں، دنیا میں جتنے رسول اور نبی آئے ہیں سب کے سب اللہ کے بندے رہے ہیں کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو اس کا بندہ نہ ہو، سب کے سب اسی کے بندے ہیں۔

اللہ تعالی نے اپنے بندوں میں سے جن کو رسالت اور نبوت کیلئے چن لیا ان کو نبی اور رسول بنادیا اور پیارے پیغمبر کو ان تمام نبیوں اور رسولوں کا سردار بنادیا۔

آپؐ کو قرآن مجید میں جہاں لفظ نبی اور رسول سے یاد کیا گیا ہے وہیں لفظ عبد سے بھی یاد کیا گیا ہے اور ''عبد'' بندیکو کہتے ہیں، یوں تو قرآن مجید میں متعدد جگہ آپؐ کے لئے لفظ عبد استعمال کیا گیا مگر ہم نے صرف چار آیات پر اکتفا کیا ہے جن میں آپ کو عبد قرار دیا گیا۔

آپؐ ایسے کامل و مکمل بندے ہیں کہ آپ کو معراج کرائی گئی اور ان نعمتوں اور خصوصیتوں سے نوازا گیا جو نعمتیں اور خصوصیتیں کہ کسی اور کو حاصل نہیں۔

آپ ﷺ ''شہید'' (گواہ) ہیں

(۱)فکیف اذا جئنا من کل امة بشھید وجئنا بک علی ھٰؤلاء شھیدا. (۴۱ النساء)

سو اس وقت بھی کیا حال ہوگا جب کہ ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کیلئے حاضر لاویں گے۔

میدان حشر میں ہر ہر امنت کا نبی اپنی امت کے نیک وبداعمال پر بطور گواہ پیش ہوگا اور آپ بھی اپنی امت پر گواہ بن کر حاضر ہوں گے اور بطور خاص ان کفار ومشرکین کے متعلق خدائی عدالت میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے کھلے کھلے معجزات دیکھ کر بھی تکذیب کی اور آپ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان نہ لائے۔

(۲)ویوم نبعث من کل امة شهیدا ثم لایؤذن للذین کفروا ولاهم یستعتبون.(۸۴ النحل)

اور جس دن ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ قائم کریں گے پھر ان کافروں کو اجازت نہ دی جائے گی اور نہ ان سے حق تعالیٰ کے راضی کرنے کی فرمائش کی جائے گی۔

(۳)ویوم نبعث فی کل امة شهیدا علیهم من انفسهم وجئنا بک شهیدا علی هؤلاء.(۸۹ النحل)

اور جس دن ہم ہر ہر امت کے ایک ایک گواہ جو انہی میں کا ہوگا ان کے مقابلہ میں قائم کریں گے اور ان لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔

(۴)وجاهدوا فی الله حق جهاده هو اجتبکم وماجعل علیکم فی الدین من حرج ملة ابیکم ابراهیم هو سمکم المسلمین من قبل وفی هذالیکون الرسول شهیدا علیکم وتکونوا شهداء علی الناس(۷۸ الحج)

اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تم کو ممتاز فرمایا اور تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی، تم اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر قائم رہو اس نے تمہارا لقب مسلمان رکھا، پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی تا کہ تمہارے لئے رسول اللہ گواہ ہوں اور تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو۔

آپ ؐ میدان محشر میں گواہی دیں گے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے احکام اس امت تک پہنچا دیئے تھے، اور امت محمدیہ اس کا اقرار کرے گی مگر دوسرے انبیاء جب یہ کہیں گے تو ان کی امتیں مکر جائیں گی۔

اس وقت امت محمدیہ شہادت دے کہ بیشک سب انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو اللہ کے احکام پہنچا دیئے تھے، دوسرے امتوں کی طرف سے ان کی شہادت پر یہ جرح ہوگی کہ ہمارے زمانے میں تو امت محمدیہ کا وجود بھی نہ تھا یہ ہمارے معاملہ میں کیسے گواہ بن سکتے ہیں ان کی طرف سے جرح کا جواب یہ ہوگا کہ بیشک ہم موجود نہ تھے مگر ہم نے یہ بات اپنے رسول ؐ سے سنی ہے جن کے سچا ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اس لئے ہم یہ گواہی دے سکتے ہیں اس طرح امت محمدیہ کی شہادت قبول کی جائے گی۔

(۵)یا یهاالنبی انا ارسلناک شاهدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا.(۴۶ الاحزاب)

اے نبی! ہم نے بیشک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

(۶)انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا .(۱۵ مزمل)
بیشک ہم نے تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر قیامت کے روز گواہی دیں گے جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا۔

حضورؐ جہاں نبی اور رسول ہیں وہیں گواہ بھی ہیں، آپؐ کو بحیثیت شاہد (گواہ) بھی اس دنیا میں مبعوث کیا گیا ہے دنیا میں آنے والا ہر نبی شاہد ہوگا وہ اپنی اپنی قوم کی گواہی دے گا جب سارے گواہ آ کر چلے گئے تو آخری گواہ نبی رحمتؐ بن کر آئے آپؐ کو قیامت تک کے سارے انسانوں کیلئے گواہ بنایا گیا ہے آپؐ لوگوں کے اعمال حسنہ وسیئہ کی گواہی دیں گے، اور آپؐ کی امت کو بھی اس خصوصیت سے نوازا گیا کہ یہ امت پچھلی تمام قوموں کے حق میں گواہی دے گی، اور ان کی گواہی خدائی عدالت میں قبول بھی ہوگی۔

قرآن مجید میں آپؐ کو شھیدا اور شاھدا دونوں لفظ استعمال کئے گئے ہیں، جن کے معنی گواہی دینے کے ہیں، یوں تو آپؐ کو بارہا قرآن مجید میں شاھد یا سھید کہا گیا لیکن ہم نے صرف چھ آیات کا انتخاب کیا ہے جن سے آپؐ کا میدان محشر میں گواہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

آپ ﷺ بشیر و نذیر ہیں

(۱)انا ارسلناک بالحق بشیرا ونذیرا ولاتسئل عن اصحب الجحیم. (۱۱۹/ البقرۃ)
بیشک ہم نے آپ کو ایک سچا دین دے کر بھیجا ہے کہ خوش خبری سناتے رہیے اور ڈراتے رہیے اور آپؐ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پرس نہ ہوگی۔

(۲)یاھل الکتب قدجاء کم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل ان تقولوا ماجاء نا من بشیر ولانذیر فقدجاء کم بشیر ونذیر واللہ علی کل شیئی قدیر.(۱۹ المائدہ)
اے اہل کتاب تمہارے پاس یہ ہمارے رسول آپہونچے جو کہ تم کو صاف صاف باتیں بتلاتے ہیں ایسے وقت میں کہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تاکہ تم یوں نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس بشیر ونذیر نہیں آیا پس تمہارے پاس بشیر ونذیر آچکے ہیں، اور اللہ تعالی ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

(۳)أکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منھم ان انذر الناس وبشر الذین اٰمنوا ان لھم قدم صدق عندربھم قال الکفرون ان ھذا لسحر مبین.(۲ یونس)
کیا ان مکہ کے لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو ڈرائیے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنائیے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا مرتبہ ملے گا مگر کافر کہنے لگے کہ یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔

(۴)انما انت نذیر واللہ علی کل شیئی وکیل.(۱۲ ھود)
آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور پورا اختیار رکھنے والا ہر چیز پر تو صرف اللہ ہی ہے۔
(۵)انما انت منذر ولکل قوم ھاد.(۷ الرعد)
آپ صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کیلئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔
(۶)فانمایسرنہ بلسانک لتبشربہ المتقین وتنذربہ قومالدا(۹۷ مریم)
ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں اس لئے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنادیں اور اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلائیں۔
(۷)قل یا یھا الناس انما انا لکم نذیرمبین.(۴۹الحج)
آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تو تمہارے لئے ایک صاف ڈرانے والا ہوں۔
(۸)ومآارسلناک الامبشرا ونذیرا.(۵۶ الفرقان)
ہم نے آپ کو صرف اسی لئے بھیجا ہے کہ خوشخبری سنائیں اور ڈرائیں۔
(۹)اناارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا.(۸ الفتح)
ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا، ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے۔
(۱۰)ھذا نذیرمن النذرالاولی.(۵۶ النجم)
یہ پیغمبر بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں (ڈرسنانے والے)۔

حضورؐ جہاں اللہ کے نبی رسول اور بندے ہیں وہیں آپؐ گواہ، بشیر ونذیر بھی ہیں، آپؐ کو اس دنیا میں اس لئے بھیجا گیا کہ آپ ان ایمان والوں کو خوشخبری دیں جو دنیا میں نیکی کا بیج بوتے ہیں اور ان کافروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں جو دنیا کو اپنے گناہوں سے آلودہ کرتے ہیں، لوگوں کی اصلاح کا فطری طریقہ یہی ہے کہ لوگوں کو ان کی بھلائیوں پر ایک طرف خوشخبریاں بھی دی جائیں تا کہ جزا کو پانے کی تمنا میں نیکی کی طرف راغب ہوں اور دوسری طرف اللہ کے غضب، عذاب اور لعنت سے ڈراتے رہیں تا کہ ان کے دلوں میں خوف پیدا ہو اور وہ سزا سے بچنے کی تدبیر کرتے ہوئے گناہوں سے باز آجائیں اور نیکیوں میں مصروف ہو جائیں۔

حضورؐ کو بشیر ونذیر کے اس منصب پر فائز کیا گیا آپؐ نے اپنی ۲۳ سالہ نبوی زندگی یہی کام کیا اور کافروں منافقوں، فاسقوں، سرکشوں، یہودیوں، نصرانیوں اور مشرکوں کو ڈراتے رہے ان کو ان کے انجام سے باخبر کرتے رہے اور مہاجرین، انصار، متقی و پرہیزگار، صلحاء وشھداء، مجاہدین ومبلغین کو

جنت کی خوشخبریاں دیتے رہے، قرآن مجید میں آپ ؐ کو بشیر و نذیر، منذر و مبشر بار بار کہا گیا ہے، ہم نے صرف دس آیتوں کا انتخاب کیا ہے۔

آپ ؐ کو دین حق کے ساتھ بھیجا گیا اور اسی کے ساتھ ساتھ آپ ؐ کو بشیر و نذیر بنایا گیا۔

آپ ؐ کو ایک ایسے وقت بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا جب کہ مدت دراز سے نبیوں کا سلسلہ بند تھا اور دنیا میں کوئی نہ ڈرانے والا موجود تھا اور نہ خوشخبریاں دینے والا۔

آپ ؐ کے بشیر و نذیر بن کر آنے سے کافروں کو تعجب ہوا اور انہوں نے آپ ؐ کو کھلا جادوگر قرار دیا، اور اپنے پیروں پر کلہاڑی مارلی، جو محسن بن کر آئے تھے ان کو محسن نہ سمجھا اور اللہ تعالی کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔

آپ ؐ سے پہلے جتنے پیغمبر آئے وہ بھی لوگوں کو ڈرانے والے ہی تھے۔

آپ ؐ اس دنیا میں آخری نذیر اور آخری بشیر بن کر آئے۔

اب امت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ آپ ؐ نے فریضہ انجام دیا وہ فریضہ خود انجام دے اور لوگوں کی اصلاح کیلئے وہی طریقہ کار اختیار کرے جو آپ ؐ نے قولاً و عملاً بتایا۔

یہ بات یاد رہے کہ اصلاحی کام کنرے والے صرف انذار سے کام نہ لیں، اس سے قوم میں ناامیدی پیدا ہوتی ہے یا صرف بشارت ہی بشارت سے کام نہ لیں اس سے قوم میں بےخوفی پیدا ہو جاتی ہے اور ان دونوں کا انجام برا ہوتا ہے، اعتدال کی راہ یہی ہے کہ قوم کو ڈرایا بھی جائے، خوشخبری بھی دی جائے۔

آپ ﷺ (خود مجسم) دلیل بھی ہیں

(۱) یایھاالناس قدجاء کم برھان من ربکم و انزلناالیکم نورامبینا. (۱۷۴ النساء)

اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک کافی دلیل آچکی ہے وہ ذات مبارک رسول اللہ ؐ کی اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے، وہ قرآن مجید ہے پس رسول اللہ ؐ اور قرآن مجید کے ذریعہ جو کچھ تم کو بتلایا جائے وہ سب حق ہے۔

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ؐ کی ذات اقدس کو لفظ برہان سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ آپ ؐ کی ذات مبارک اور آپ ؐ کے اخلاق کریمان آپ ؐ کے معجزات اور آپ ؐ پر کتاب کا نزول یہ سب چیزیں آپ ؐ کی نبوت اور آپ ؐ کی رسالت کے کھلے کھلے دلائل ہیں جن کو دیکھنے کے بعد کسی اور دلیل کی احتیاج باقی نہیں رہتی تو یوں سمجھنا چاہیے کہ آپ ؐ کی ذات خود ہی ایک مجسم دلیل ہے، اور نور سے مراد قرآن مجید ہے۔

اور نور مبین سے مراد قرآن مجید ہے سورۂ مائدہ میں بھی یہ کہا گیا کہ قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین یعنی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشن چیز آتی ہے، اور وہ ایک کتاب واضح یعنی قرآن ہے، اس آیت میں جس کو نور کہا گیا آگے اسی کو کتاب مبین کہا گیا اور اگر نور سے مراد حضورؐ کی ذات اقدس ہو اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہو تو یہ یہ بھی صحیح ہے۔(معارف القرآن)

لیکن اس آیت سے حضورؐ کا ایسا نور محض ہونا ثابت نہیں ہوتا جو بشریت اور جسمانیت کے منافی ہو۔

آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں (آخری پیغمبر)

(۱)ماکان محمدابا احدمن رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین و کان اللہ بکل شیئی علیما .(۴۰ الاحزاب)

محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالی ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

اس آیت میں حضورؐ کے بارے میں یہ بات پرزور انداز میں کہی گئی ہے کہ حضورؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، اس تردید کی وجہ یہ تھی کہ جب حضورؐ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تو کافروں نے یہ کہنا شروع کیا کہ حضورؐ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا، چونکہ حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی تھی اس لئے آپؐ نے ان سے نکاح کیا اور حضرت زیدؓ تو حضورؐ کے آزاد کردہ غلام تھے اور آپؐ نے ان کو منہ بولا بیٹا بنالیا تھا (آپؐ سے حضرت زیاد کا رشتہ باپ بیٹے کا رشتہ نہیں تھا) جب کافروں نے اس قسم کی بات اڑادی تو اللہ تعالی نے یہ فرمایا کہ حضورؐ حضرت زید کے بات تو کیا تم میں سے کسی مرد کے بھی بات نہیں ہیں، رہی بات یہ کہ آپؐ کے چار بیٹے بھی تو تھے حضرت قاسم، حضرت طیب، حضرت طاہر، حضرت ابراہیم پھر یہ کیوں کہا جارہا ہے کہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ کی اولاد میں سے کوئی مرد کے درجہ تک نہ پہنچ سکا سب کا انتقال بچپن ہی میں ہوگیا۔

اس آیت میں ایک مسئلہ یہ بیان کیا گیا اور دوسرا اہم مسلئلہ جو بیان کیا گیا وہ ہمارے اس موضوع سے متعلق ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کہ حضورؐ اللہ کے رسول بھی ہیں اور نبیوں کے آخری نبی بھی ہیں، یعنی آپؐ کے بعد کسی نبی کے آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

آپؐ صرف نبی یا صرف رسول نہیں ہیں بلکہ آپؐ نبی اور رسول ہونے کے ساتھ ساتھ یہ امتیازی وصف

بھی اپنے اندر رکھتے ہیں کہ آپ آخری نبی بھی ہیں، یعنی آپؐ کو سب کے آخر میں مبعوث کیا گیا ہے۔

خاتم النبیین ہونا ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالات نبوت و رسالت میں آپ کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ عموماً ہر چیز میں تدریجی ترقی ہوتی ہے اور انتہا پر پہونچ کر اس کی تکمیل ہوتی ہے اور جو آخری نتیجہ ہوتا ہے وہی اصل مقصود ہوتا ہے، انبیائے سابقہ کے دین بھی اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے مکمل تھے کوئی ناقص نہ تھا، لیکن کمال مطلق اسی دین محمدی کو حاصل ہوا جو اولین وآخرین سب کیلئے دلیل ہے اور قیامت تک چلنے والا دین ہے۔

رسول اللہؐ کا آخری نبی ہونا اور آپؐ کے بعد کسی بھی نبی کا دنیا میں مبعوث نہ ہونا اور آپؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے ہر شخص کا جھوٹا اور کافر ہونا ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابۂ کرام سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے۔

آپ ﷺ داعی الی اللہ بھی ہیں

(۱)یاایھاالنبی انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا . وداعیا الی الله باذنه وسراجامنیرا.(۴۶ الاحزاب)

اے نبی ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں، اور ایک روشن چراغ ہیں۔

(۲)ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة.(۱۲۵ النحل)

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے۔

حضورؐ جہاں نبی، رسول، شاہد، بشیر، نذیر اور دلیل ہیں وہیں آپؐ داعی الی اللہ بھی ہیں داعی الی اللہ بھی ہیں داعی الی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والے ہیں۔

قرآن مجید میں آپ کو داعی کا خطاب دیا گیا، آپؐ نے اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی اطاعت کی طرف دعوت دی، اس آیت میں آپ کو داعی الی اللہ کہا گیا وہیں باذنہ کی قید بھی لگائی گئی کہ آپؐ اللہ کی طرف اللہ کی اجازت سے بلانے والے ہیں، اس قید اور شرط کے ذریعہ اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ دین کی طرف بلانے کا کام اس قدر دشوار ہے کہ اللہ کی مدد کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے آپؐ نے اپنی ۲۳ سالہ نبوی زندگی دعوت الی اللہ میں گزاری، اور آج دنیا میں اسلام کی جو بہار موجود ہے اور قیامت تک اسلام کی تابندہ روشنی رہے گی یہ سب آپؐ کی دعوت کا فیضان ہے۔

آپ ؐ نے جو کام کیا اس کام کی ذمہ داری ہر فرد بشر پر ہے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ پیارے پیغمبر کی اس سنت کو زندہ رکھے تا کہ ہم اور ہماری نسلیں ایمان واسلام کے ساتھ زندہ رہیں اور ان کا خاتمہ بھی ایمان واسلام پر ہو۔

آپ ﷺ روشن چراغ بھی ہیں

(۱)یایھا النبی انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا ودعیاالی الله باذنہ وسراجامنیرا.(۴۶ الاحزاب)

(ترجمہ پچھلے مضمون میں دیکھ لیں)

حضورؐ کا مقام یہ بھی ہے کہ آپ پوری انسانیت کیلئے روشن چراغ کی حیثیت رکھتے ہیں، آپؐ کو قرآن مجید میں سراجا منیرا کہا گیا کہ آپ روشن چراغ ہیں۔

سراج کے معنی چراغ اور منیر کے معنی روشن کے ہیں۔

مادی اعتبار سے ساری دنیا سورج سے روشنی حاصل کرتی ہے، اور حضورؐ کے دل کی روشنی سے سارے ایمان والوں کے دلوں کو روشنی نصیب ہوتی ہے، کس قدر خوش نصیب ہیں وہ صحابۂ کرام جنہوں نے بالراست آپؐ کے قلب مبارک کی روشنی کو اپنے قلوب تک پہنچایا اور وہ نور حاصل کیا جس نور کی برکت سے وہ نجوم ہدایت قرار دیئے گئے اور ان کی اقتدا کو لازم قرار دیا گیا، اور صحابہ کرام کے علاوہ تمام ایمان والوں کو صحابۂ کرام کے واسطے سے واسطہ در واسطہ ہو کر آپؐ کا یہ نور پہنچا۔

چونکہ حضورؐ عالم برزخ میں بھی باحیات ہیں اس لئے قیامت تک ایمان والوں کے قلوب آپؐ کے مبارک قلب سے نور کا فیضان حاصل کرتے رہیں گے آپ روشن چراغ ہیں اس روشن چراغ سے اس کو زیادہ روشنی ملتی ہے جو آپؐ سے محبت، عظمت اور اطاعت میں آگے آگے ہوتا ہے، اور وہ دل اس روشن چراغ کی روشنی سے محروم رہتا ہے جس دل میں آپؐ کی محبت وعظمت نہ ہو اور جس کی زندگی میں آپؐ کی اطاعت واتباع نہ ہو۔

آج کے اس اندھیرے میں ایمان والوں کیلئے اس روشنی کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

آپ ﷺ حکم (فیصلہ کرنے والے) بھی ہیں

(۱)فلاوربک لایؤمنون حتی یحکموک فیماشجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجامماقضیت ویسلموا تسلیما.(۶۵ النساء)

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپؐ سے فیصلہ کرادیں پھر اس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔

(۲)انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما ارک الله ولاتکن للخائنن حصیما.(۱۰۵ النساء)

بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ کتاب بھیجی واقع کے مطابق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا ہے آپ ان خائنوں کی طرفداری کی بات نہ کیجئے۔

(۳)وما کان لمومن ولامومنة اذاقضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص الله ورسوله فقدضل ضللا مبینا.(۳۶ الاحزاب)

(۴)واعلموا ان فیکم رسول الله لویطیعکم فی کثیرمن الامرلعنتم ولکن الله حبب الیکم الایمان.(۸ الحجرات)

اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہؐ ہیں، بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں کہ اگر وہ اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی۔

حضورؐ جہاں داعی الی اللہ ہیں وہیں اپنی امت کیلئے مصنف اور حکم بھی ہیں آپؐ کا فیصلہ حتمی اور قطعی ہے ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے کہ آپؐ کے فیصلہ کو تسلیم کرلے، قرآن مجید کی متعدد آیات سے حضورؐ کے حکم، منصف (جج) ہونے کا ثبوت ملتا ہے ہم نے یہاں ایسی چار آیتیں نقل کی ہیں جن چار آیتوں میں آپؐ کے حکم (جج) ہونے کا اشارہ دیا گیا ہے۔

مذکورہ چار آیات میں سے پہلے آیت میں دوٹوک انداز میں قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ کوئی آدمی اس وقت تک مومن یا مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ آپؐ کو ٹھنڈے دل سے پوری طرح تسلیم نہ کرلے اور آپ کے فیصلہ کو دل کی رضامندی سے قبول نہ کرے۔

اگر کسی مسلمان کے دل میں آپؐ کے کسی فیصلہ کی وجہ سے تنگی پیدا ہوتی ہو تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے ایمان واسلام میں جھول اور خطرہ ہے، حضورؐ بحیثیت رسول خود امتِ ے حاکم ہیں اور ہر پیش آنے والے جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے ذمہ دار ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم (جج) بنا دیا ہے آپؐ کو کوئی حکم بنائے یا نہ بنائے آپ حکم ہیں، جب بھی کسی معاملہ میں یا کسی مسئلہ میں باہم اختلاف کی نوبت آئے گی تو فریقین کا یہ اولین فریضہ ہوگا کہ وہ حضورؐ کو حکم تسلیم کرلیں پھر آپؐ کے فیصلہ کو دل وجان سے تسلیم

کرلیں، یہی وجہ تھی کہ آپ ؐ مسجد نبوی میں بیٹھ کر صحابۂ کرام وصحابیات کے درمیان پیش آنے والے اختلافات ومقدمات کی سماعت فرماتے اوراللہ تعالی کےاحکامات کےمطابق فیصلہ صادر فرماتے۔

اگرکسی ملک کا جج کسی مقدمہ کا فیصلہ کرتا ہےتو صرف اس کا ماننا ضروری ہوتا ہے چاہے اس فیصلہ سے دل مطمئن ہو یا نہ ہو،مگر آپ ؐجس مقدمہ کا فیصلہ صادر فرمادیں اس فیصلہ کا ماننا بھی واجب ہےاور اس فیصلہ پر مطمئن ہونا بھی ضروری ہے، یہی وجہ ہیکہ حضرت عمر فاروقؓ نے اس شخص کوقتل کرڈالا جو آپ ؐ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوااور پھر معاملہ کوحضرت عمر فاروق کے پاس لے گیا، جب آپ ؐکوحضرت عمر فاروقؓ کے اس اقدام کی اطلاع ملی تو آپ ؐ نے ارشادفرمایا کہ میں یہ گمان نہیں کرتا کہ عمر کسی مرد مومن کے قتل کی جرأت کرینگے اس فرمان مبارک کا مطلب ہی یہی ہیکہ عمر نے اگراس شخص کوقتل کیا ہےتو وہ مومن ومسلمان ہی نہیں اسی لئے کہ اسکو پیارے پیغمبر کے فیصلہ پر اطمینان ہی نہیں،اسی واقعہ کے پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی جو یہاں سب سے پہلے نقل کی گئی ہے۔

مذکورہ دوسری آیت میں بھی یہی بتلایا گیا کہ قرآن مجید کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ آپ ؐلوگوں کے درمیان اس کتاب حق کی روشنی میں فیصلہ کریں۔

مذکورہ تیسری آیت میں یہ بات بتلادی گئی کہ اللہ اوراس کے رسول کے فیصلہ کے بعد مومن ومسلمان کا اختیارختم ہوجاتا ہے جب اللہ اوراس کے رسول کی معاملہ میں فیصلہ کردیں تو اب کسی کواختیارنہیں کہ وہ اپنا اختیار چلائیں، یہ آیت بھی ایک خاص موقع پرنازل ہوئی تھی جب کہ آپ ؐ نے زید بن حارثہ کا پیغام نکاح حضرت زینت بنت جحش کو دیا تھا اور پہلے پہل حضرت زینب اور حضرت عبداللہ بن جحش (بہن بھائی) نے اپنی عدم رضامندی کا اظہار کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جو تیسرے نمبر پر ہے۔

مذکورہ چوتھی آیت میں یہ اشارہ دیا گیا کہ نبی قوم کی اطاعت نہیں کریں گے بلکہ قوم نبی کی اطاعت کرے گی،اگر نبی قوم سے مشورہ کرتے ہیں تو قوم مشورہ تو دے سکتی ہے لیکن مشورہ کو نبی پر مسلط نہیں کرسکتی اور کسی بھی انداز سے اپنی رائے کوقبول کرنے پررائی کے دانہ برابر بھی مجبور نہیں کرسکتی،اگر رسول ؐ لوگوں کی رائے پر چلا کریں تو بہت سے معاملات میں نقصان ومصیبت میں پڑ جانے کا اندیشہ رہے گا۔

اس آیت سے بھی اشارۃً یہ بات بتادی گئی کہ فیصلہ کا اختیار نبی کو ہوتا ہے،امت کے افراد فیصلہ کو قبول کرنے اوراس فیصلہ پرراضی رہنے والے ہوں گے۔

حضورؐ اپنے حیات دینوی تک کیلئے ہی حکم نہیں بلکہ قیامت تک کیلئے حکم ہیں آج بھی دین میں جتنے امور ہیں ان کے فیصلے وہی قرآن کرے گا جو آپ ؐ پراترا اوروہی احادیث کریں جو آپ ؐ کےقول وعمل کا مجموعہ ہیں۔

آپ ﷺ منادی (بلانے والے) بھی ہیں

(۱)ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامناربنا فاغفرلنا ذنوبناو کفرعنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار.(۱۹۳ آل عمران)

اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کوسنا کہ وہ ایمان لانے کیلئے اعلان کررہے ہیں کہ اے لوگو! تم اپنے پروردگار کی ذات وصفات پر ایمان لاوسو ہم ایمان لے آئے اے ہمارے پروردگار پھر ہمارے گناہوں کوبھی معاف کردیجئے اور ہماری بدیوں کو ہم سے زائل کردیجئے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل رکھ کرموت دیجئے۔

اس آیت میں حضورؐ کیلئے جولفظ استعمال کیا گا وہ لفظ منادی ہے،منادی ندا سے اسم فاعل کا صغہ ہے یعنی پکارنے والا ، بلانے والا،حضورؐ کو یہاں منادی کہا گا اس لئے کہ پیارے پیغمبرؐ نے سوئی ہوئی انسانیت کو پکارا،مردہ ضمیروں کو للکارا اور سب کی عبادت کرنے والوں پر رب کی عبادت کی طرف بلایا،اس طرح آپؐ جہاں داعی الی اللہ ہیں وہیں وہ منادی بھی ہیں۔

دنیا میں وہی لوگ عقلمند کہے جانے کے قابل ہیں جو آپؐ کے پیغام کو سنتے ہیں سمجھتے ہیں اور عمل کرتے ہیں اور آپ کے ہرقول وپکار پر لبیک کی صدائیں بلند کرتے ہیں اور وہ لوگ جو نبی کی پکاراوردعوت کی طرف کان نہیں لگاتے اوراس سے لاپرواہی کرتے ہیں وہ قرآن مجید کی نگاہوں میں نادان اور جاہل ہیں۔

آپ ﷺ مبلغ بھی ہیں

(۱)وان تولوافانماعلیک البلاغ واللہ بصیربالعباد.(۲۰آل عمران)

اوراگروہ لوگ روگردانی رکھیں سوآپکے ذمہ توصرف پہنچادیناہے،اللہ تعالی خوددیکھ لیں گے۔

(۲)یایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکفرین.(۶۷ المائدہ)

اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپؐ پراتارا گیا ہے آپ لوگوں کوسب پہنچادیجئے اوراگرآپؐ ایسانہ کریں گےتو آپؐ نے اللہ تعالی کا پیغام بھی نہیں پہنچایا۔

(۳)فان تولیتم فاعلموا انماعلی رسولنا البلغ المبین.(۹۲ المائدہ)

پھراگرتم پھرجاوگےتو جان لوکہ ہمارے رسول کا ذمہ توصرف صاف طور پر پہنچادیناہے۔

(۴)ماعلی الرسول الاالبلغ واللہ یعلم ماتبدون وما تکتمون.

رسولؐ کے ذمہ تو پہنچانا ہے اوراللہ تعالی سب جانتے ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہواور جو کچھ تم دل میں پوشیدہ رکھتے ہو۔

(۵)ان علیک الا البلغ.(۴۸ الشوری)

آپ کا ذمہ تو بس پہنچا دینا ہے۔

(٦)فان تولیتم فانما علی رسولنا البلغ المبین.(۱۲ التغابن)

اوراگر تم اعراض کرو گے تو یاد رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

حضورؐ جہاں داعی الی اللہ ہیں وہیں مبلغ دین اسلام بھی ہیں آپؐ ہی کی تبلیغ ودعوت سے آج ساری انسانیت ایمان واسلام کے دائرہ میں رہ کر اپنی حقیقی پروردگار کی عبادت میں مصروف ہے،آج دنیا کا گوشہ گوشہ آپؐ ہی کی دعوتی وتبلیغی محنتوں اور کاوشوں کے نتیجہ میں مساجد کے نورانی ماحول میں توحید کے نغمے سنا رہا ہے،اورشرک وکفر کی گندگیوں سے اپنے آپ کو دور رکھے ہوئے ہیں قرآن مجید کی بہت سی آیتیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ آپؐ کو اس دنیا میں اس مقصد کے تحت بھیجا گیا تھا کہ آپ توحید کا یہ پیغام لوگوں تک پہنچا دیں،اللہ تعالی نے نبیوں کے ذمہ تبلیغ رکھی اور ہدایت کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہم نیہاں صرف چھ ایسی آیتیں نقل کی ہیں جن آیتوں میں آپؐ کو بتلایا گیا ہے کہ آپؐ کی حیثیت مبلغ کی ہے آپ کا کام صرف پہنچا دینا ہے،مذکورہ ہر آیت آپؐ کے اس منصب کا اظہار کرتی ہے،ان آیات میں ایک طرف آپؐ کے اس مضب کو بتلایا گیا ہے کہ آپ کا کام تبلیغ دین ہے وہیں آپؐ کو اس بات پر تسلی بھی دی گئی ہے کہ اگر آپ کی اس دعوت وتبلیغ کے بعد بھی لوگ آپ کے پیغام سے منہ موڑتے ہیں روگردانی کرتے ہیں تو آپ کو رنجیدہ اور ملول نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنے کام میں لگے رہنا چاہیے اس لئے کہ نبی کا کام صرف پہنچا دینا ہے،ماننا نہ ماننا،قبول کرنا نہ کرنا،لوگوں کا کام ہے،ہدایت دینا نہ دینا اللہ تعالی کا کام ہے،جس کی قسمت میں فلاح وکامرانی ہوگی وہ آپ کی دعوت پر لبیک کہہ کر اپنے قدم آگے بڑھائے گا اور جو محروم القسمت ہوگا وہ وہیں رہے گا جہاں پہلے تھا،امت کے ہر فرد کو چاہیے کہ اس کار نبوت کو اپنا کام سمجھے اور اپنے اپنے میدان میں رہ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اس اہم اور عظیم فریضہ کو انجام دیتا رہے۔

واضح رہے کہ خانقاہ میں بیٹھا ہوا شیخ اگر مریدوں کی اصلاح کر رہا ہے تو یہ بھی تبلیغ ہے،درسگاہ میں بیٹھا ہوا محدث ومفسر وادیب دینی تعلیم سے بچوں کو آراستہ کر رہا ہو تو یہ بھی تبلیغ ہے۔

میدان جہاں میں کود کر باطل کا مقابلہ کر رہا ہو یہ بھی تبلیغ ہے۔
در در اور گھر گھر پہنچ کر لوگوں کے کانوں تک ایک اللہ کی باتیں بتا رہا ہو تو یہ بھی تبلیغ ہے، موذن مسجد میں کھڑے ہو کر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کر رہا ہو تو یہ بھی تبلیغ ہے۔
اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کر رہا ہو تو یہ بھی تبلیغ ہے۔
آپؐ نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا وہ سرتا پا تبلیغ ہے۔
یہ ظلم ہوگا کہ کوئی کسی خاص نہج کے کام ہی کو تبلیغ قرار دے اور دوسروں کے دینی کاموں کو یکسر نظر انداز کر دے۔

آپ ﷺ معلم بھی ہیں

(۱) ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایتک ویعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم.

(۲) لقدمن اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیتیہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین.

(۳) ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیتیہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ.

ان تینوں آیتوں پر آپ غور کریں تو آپ مشترکہ طور پر ایک چیز ان آیات میں یہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلم بنا کر بھیجا ہے، ان تینوں آیتوں میں **ویعلمھم الکتب والحکمۃ** کا جملہ ضرور موجود ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ رسول (محمدؐ) ایسے ہیں جو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں تعلیم دینے والے ہی کو معلم کہا جاتا ہے، آپؐ مبلغ بھی ہیں داعی بھی ہیں اور معلم بھی۔
خود نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ **انما بعثت معلما** کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔
تاریخ شاہد ہے اور صفہ کا چبوترہ گواہ ہے اور آپ کی خلوت وجلوت کی زندگی بھی گواہ ہے نیز آپکے سفر وحضر کے ارشادات وخطابات، معمولات ومعاملات، سلوک واسلوب رفتار وگفتار، ہر چیز اس بات کی واضح طور پر گواہ ہے کہ آپؐ نے اپنی پوری زندگی ایک معلم کی حیثیت سے گزاری۔
ایک معلم میں جن اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمانہ کا ہونا فطری اور طبعی طور پر ضروری ہوتا ہے وہ سارے اخلاق واوصاف آپؐ میں بدرجہ اتم موجود تھے، بلکہ آپؐ ہی سے اخلاق کی تکمیل بھی ہوئی یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ **انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق**، میں مکارم اخلاق کی تکمیل

کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

آج جو بھی اس بات کا دعویدار ہے کہ وہ معلم ہے تو وہ سب سے پہلے اپنا احتساب اور موازنہ کرلے کہ کیا ایک معلم ہونے کی حیثیت سے اس کے دل میں وہ شفقت ورحمدلی ہے جو ایک معلم میں ہونی چاہیے وہ عدل وانصاف کا جذبہ اس کے دل ودماغ میں ہے جو عدل وانصاف ایک معلم میں ہونا چاہئیے؟

بہرحال آپؐ کی زندگی ایک معلم ایک داعی ایک منادی، ایک مبشر اور ایک مبلغ کی حیثیت سے گزری ہے، **اللھم صل وسلم دائما ابدا.**

آپ ﷺ مذکر (نصیحت کرنے والے) بھی ہیں

(۱) **فذكر انما انت مذكر لست عليهم بمصيطر**. (۲۲ الغاشیہ)

نصیحت کردیا کیجئے آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں، ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

(۲) ادع الى سبيل ربك وبالحكمة والموعظة الحسنة. (۱۲۵ النحل)

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اوراچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے۔

(۳) **وذكر فان الذكرى تنفع المومنين** .(۵۵ الذاریت)

اور نصیحت کرتے رہئیے کیونکہ نصیحت کرنا ایمان والوں کو نفع دے گا۔

(۴) **فذكر ان نفعت الذكرى** .(۹ الاعلی)

تو آپ نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہے۔

حضورؐ جہاں معلم ہیں وہیں ناصح ومذکر بھی ہیں، قرآن مجید کی متعدد آیات سے آپؐ کے مذکّر (نصیحت کرنے والے) ہونا ثابت ہوتا ہے، ہم نے یہاں صرف چار آیتوں کا انتخاب کیا ہے جن سے آپؐ کا ناصح ومذکّر ہونا معلوم ہوتا ہے، مذکورہ پہلی آیت میں ایک طرف آپؐ کو اس منصب اور ذمہ داری سے آگاہ کیا گیا ہے کہ آپ کا کام نصیحت کرنا اور سمجھانا ہے اور دوسری طرف آپؐ کو اس آیت سے تسلی دی گئی ہے کہ ہم نے آپ کو اس بات پر مسلط نہیں کیا کہ آپ ان سب کو مومن ہی بنادیں، آپ اپنا کام کرکے بےفکر ہوجائیں ان کا حساب کتاب اور جزاوسزا سب ہمارا کام ہے۔ تیسری آیت میں آپؐ کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کردیا گیا کہ جو ایمان والے ہوتے ہیں ان کو آپؐ کی نصیحت نفع دیتی ہے، مومن آپؐ کی نصیحتوں سے مستفید ومستفیض ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ یہ بھی بتادیا گیا کہ اگر نصیحت کرنا مفید معلوم ہو تو نصیحت کریں ورنہ نہیں۔

آپ ﷺ نمونہ بھی ہیں

(۱)لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجواالله والیوم الآخر وذکر الله کثیرا.(۲۱ الاحزاب)

تم لوگوں کیلئے یعنی ایسے شخص کیلئے جواللہ سےاور روزآخرت سے ڈرتا ہواور کثرت سے ذکرالٰہی کرتا ہورسول اللہ کاایک عمدہ نمونہ موجودتھا۔

اس آیت سےاس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آپؐ ہراس شخص کیلئےنمونہ ہیں جواللہ پراور یوم آخرت پرایمان رکھتا ہو،آپؐ کسی محدودوقت اورمحدودعلاقہ کےافرادکیلئےنمونہ نہیں ہیں بلکہ قیامت تک کیلئے اورساری انسانیت کے لئے آپؐ نمونہ ہیں،آپؐ امیر وغریب کیلئے بھی نمونہ ہیں،مردوں اورعورتوں کیلئے بھی نمونہ ہیں،حاکم ورعایا کیلئے بھی نمونہ ہیں،مجاہدومبلغ کیلئے بھی نمونہ ہیں،ناصح و مصلح کیلئے بھی نمونہ ہیں،عربی وعجمی کیلئے بھی نمونہ ہیں،خوشحال وتنگدست شخص کیلئے بھی نمونہ ہیں،خوشی سے سرشار اورغم سے نڈھال شخص کیلئے بھی نمونہ ہیں،مقیم ومسافرکیلئے بھی نمونہ ہیں،مامون وخوفزدہ کیلئے بھی نمونہ ہیں،بڑے کیلئے بھی نمونہ ہیں اور چھوٹے کیلئے بھی نمونہ ہیں،بیماروتندرست کیلئے بھی نمونہ ہیں،نافع اورنقصان خوردہ کیلئے بھی نمونہ ہیں۔

ہروہ شخص جوکامیابی اور بھلائی کا طالب ہووہ آپؐ کی سیرت میں ڈوب جائے اورآپ کی سی طرز زندگی اختیارکرلے۔آپ کو پوری انسانیت کیلئے آئیڈیل بنایا گیاہےاور جوآپ کےامتی کہلاتے ہیں ان کی شان بھی یہی ہونی چاہیے کہ آپ ﷺ کانمونہ بن کر پوری انسانیت کوبتلائیں کہ قول وعمل میں آپؐ ایسے تھےورنہ کیسے معلوم ہوگا کہ آپؐ کیسے تھے؟

آپ ﷺ بشر بھی ہیں

(۱)قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم اله واحد.(۱۱۰ الکھف)

آپ کہہ دیجئے کہ میں توتم سب کی طرف بشرہوں میرے پاس وحی آتی ہےاورتمہارامعبود برحق ایک ہی معبودہے۔

(۲)قل انماانابشرمثلکم یوحی الی انماالھکم اله واحدفاستقیموا الیه واستغفروه وویل للمشرکین.(۶ حم السجده)

آپ فرمادیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسابشرہوں مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہیکہ تمہارامعبودایک ہی ہے

اس کی طرف سیدھ باندھ لو اور اس سے معافی مانگو اور مشرکوں کیلئے بڑی خرابی ہے۔

کفار مکہ نے آپؐ کے ساتھ جس قسم کا استہزاء اور تمسخر کیا تھا اور ظالمانہ جرأت کی تھی اس کے جواب میں آپؐ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ ان لوگوں کو یہ بتلا دیں کہ میں خدا نہیں ہوں کہ ہر کام کا میں مختار اور مالک بن جاوں بلکہ میں تم جیسا ایک انسان ہوں، ہاں! مجھ میں اور تم میں یہ فرق ضرور ہے کہ تم پر اللہ تعالی کی طرف سے کوئی وحی نازل نہیں ہوتی لیکن تمہارے مقابلہ میں میری خصوصیت یہ ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، جب مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے اور اس میں تمہاری ہدایت کا سامان ہوتا ہے اور مجھ سے معجزات کا جو ظہور ہوتا ہے تم سے اس قسم کا کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوتا تو اس سے تم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تم میں اور مجھ میں بڑا فرق ہے میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں میرے پاس اللہ تعالی کی طرف سے دیا ہوا کلام الٰہی ہے جو تمہارے پاس نہیں، میرے پاس وہ معجزے ہیں جو تمہارے پاس نہیں اسی لئے تمہیں چاہیے کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ۔

عموماً لوگ آپؐ کو بشر کہنے پر چونک جاتے ہیں یوں سمجھتے ہیں کہ حضورؐ کو بشر کہہ دینا کوئی گستاخی کی بات ہے ایسے لوگوں کو چاہیے اردو کی لغت اٹھا کر دیکھ لیں کہ بشر کے کیا معنی ہیں؟ بشر کے معنی ہیں، آدمی، انسان (فیروز اللغات صفحہ ۲۰۵)

اب آپ ہی بتائیے کہ حضورؐ آدمؑ کی اولاد میں سے ہے یا نہیں؟ انسان ہیں یا نہیں؟

اگر آپؐ کو آدمی کہا جائے تو اعتراض کیوں ہے؟۔

بشر کے معنی کوئی اور تو ہرگز نہیں جس سے آپؐ کی توہین لازم آئے۔

ہاں! یہ بات ذہن میں رہنا چاہئیے کہ آپؐ سید البشر اور سید الانس والجن ہیں یعنی آپ سارے انسانوں اور جنات کے سردار ہیں، انسان تو ہیں مگر ایسے کامل و مکمل انسان ہیں کہ آپ جیسا انسان نہ اب تک دنیا میں آیا اور نہ ہی قیامت تک آئے گا۔

تیسرا باب

آپ ﷺ کی محبت و عظمت

آپ ﷺ کی محبت سب سے زیادہ ہو

قل ان کان اباء کم وابناء کم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لایھدی القوم الفسقین. (۲۴ التوبہ)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہاری برادری اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نقصان نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن میں رہنے کو تم پسند کرتے ہو اگر یہ چیزیں تم کو اللہ تعالی سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالی بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

اس آیت میں واضح طور پر یہ فیصلہ کن حقیقت بیان کردی گئی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت مذکورہ تمام متعلقین سے زیادہ ہونی چاہیے، یہ آیت مومنوں اور مسلمانوں کے دلوں میں اس جوہر کے پیدا کرنے کا مطالبہ کرتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اس قدر محو ہوجائیں کہ باپ، بیٹے، بھائی، بیوی ،خاندان، مال اور جان سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت ان کے دلوں میں پیدا ہوجائے۔

یہ آیت اگرچہ کہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی مگر اس کے تقاضے کو خاص زمانہ تک کیلئے محدود نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ ہر زمانہ کے مسلمانوں سے یہ آیت اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنا اپنا جائزہ لیں اور احتساب کریں کہ واقعی ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی زیادہ محبت ہے یا ان کے ماں باپ، بھائی بہن، بیٹا بیٹی، کنبہ خاندان، مال ودعوت، جان وجائیداد کی محبت ہے۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ مسلمانوں پر مکہ سے ہجرت کرنا فرض کردیا گیا تھا مگر ابھی تک کچھ مسلمانوں نے اس لئے ہجرت نہیں کی تھی کہ مکہ میں ان کے ماں باپ، بھائی بہن اولاد، مال وجائیداد تھے؟ یہ ایک کڑی آزمائش تھی کہ کس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت زیادہ ہے اور کس کے دل میں ان مذکورہ چیزوں کی محبت زیادہ ہے؟ اس آیت کے علاوہ بہت سے احادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حضورؐ کی محبت دیگر ساری چیزوں سے زیادہ ہونا چاہیے۔

چنانچہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین.

کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور

اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاوں۔

حضورؐ کی محبت کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ ہماری محبت ہماری طبیعت پر غالب آجائے، اور آپؐ کے احکامات پر عمل کرنے کی لذت ہر قسم کی تکلیف اور تلخی کو بھی لذیذ بنادے۔

جب آدمی چند سکوں کی خاطر محنت ومشقت میں لذت اور خوشی محسوس کرتا ہے اسی طرح ایک مومن ومسلمان کو پیارے آقا کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے جو تکلیف محسوس ہوتی ہے اس پر لذت محسوس کرنی چاہیے اس لئے کہ اس پر بھی اجر وثواب ملے گا۔

جس کسی کو اللہ اور اسکے رسول کی محبت کا یہ مقام مل جائے اس کو بہت بڑی نعمت مل چکی ہے۔

اپنی جان سے زیادہ آپ ﷺ کی جان پیاری

ماکان لاهل المدينة ومن حولهم من الاعراب ان يتخلفوا عن رسول الله ولا يرغبوا بانفسهم عن نفسه. ذالک بانهم لايصيبهم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة في سبيل الله ولا يطئون موطئا يغيظ الكفار ولا ينالون من عدو نيلا الا كتب لهم به عمل صالح ان الله لايضيع اجر المحسنين. (۱۲۰ / التوبه)

مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد وپیش میں رہتے ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ زیبا تھا کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں کہ آپؐ تو تکلیفیں سہیں اور یہ آرام سے بیٹھے رہیں آپ کے ہمراہ جانا ضروری تھا یہ ساتھ جانا ضروری اس سبب سے ہے کہ علاوہ ادائے حق محبت رسول کے ان مجاہدین کو بات بات پر ثواب حاصل ہوا اگر یہ اخلاص کے ساتھ جاتے ان کو بھی یہ ثواب ملتا چنانچہ ان مجاہدین کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کیلئے موجب غیظ ہوا اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا، یقیناً اللہ تعالیٰ مخلص کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

ان دونوں آیتوں کے واضح ترجمہ سے یہ بات خود صاف طور پر سمجھ میں آرہی ہے کہ یہاں ان لوگوں پر ملامت کی گئی ہے جنہوں نے اپنی جان بچانے کی غرض سے اللہ کے رسول کے حکم جہاد سے جی چرایا تھا یہ مدینہ اور اطراف مدینہ کے رہنے والے منافقین تھے جو بغیر کسی عذر کے محض جان کے خوف سے غزوۂ تبوک میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے ہاں! وہ مسلمان جو کسی وجہ سے جا نہ سکے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا۔

اس آیت میں مومنوں اور مسلمانوں کو یہ درس دیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے

بعد اس ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنی جان کو رسول اکرمؐ کی جان سے بہتر تصور نہ کرے، وہ شخص واقعی منافق ہے جو رسول اللہؐ کی جان سے بہتر اپنی جان کو سمجھتا ہے، سچا اور پکا مسلمان کبھی اس قسم کا تصور کر ہی نہیں سکتا، یہی وجہ تھی کہ محبت رسول میں گرفتار صحابہؓ کرام تیروں اور تلواروں کے سامنے سینہ سپر ہو کر میدان جنگ میں کھڑے ہو گئے اور آپؐ کو اپنی پشت پر کر لیا، اور کوئی تیر آپ کے جسم اطہر تک جانے نہ دیا۔

آپ ﷺ کی عظمت درود و سلام کے ذریعہ

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما.(۵۶ الاحزاب)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو تا کہ آپ کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو جائے۔

ایمان والوں کے ذمہ جہاں آپؐ سے محبت لازمی ہے وہیں آپؐ کی عظمت بھی لازمی ہے یوں تو متعدد آیتیں آپؐ کی محبت و عظمت پر دلالت کرنے والی ہیں محبت و عظمت سے متعلق آیتیں پیش کرتے آرہے ہیں۔

مذکورہ یہ آیت بھی آپؐ کی عظمت شان کا اظہار کرتی ہے۔

اس آیت کا اصل مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیں کہ وہ رسول اللہؐ پر درود و سلام بھیجا کریں، مگر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم ایک خاص انداز سے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی طرف سے اور اپنے فرشتوں کی طرف سے درود کے اس عمل کا تذکرہ فرمایا، پھر اس کے بعد مومنوں کو اس کا حکم دیا جس سے آپ کے شرف، مرتبہ اور عظمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

اے مومنو! جس کام کا ہم تم کو حکم دے رہے ہیں یہ کام پہلے ہم اور ہمارے فرشتے بھی کرتے ہیں۔

درود و سلام کے اس حکم کے ذریعہ نہ صرف آپؐ کی عظمت محسوس ہو رہی ہے بلکہ ان مومنوں اور مسلمانوں کی بھی ایک طرح کی فضیلت محسوس ہو رہی ہے جو درود و سلام بھیجتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو اس کام میں شریک کر لیا جو کام کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کرتے ہیں۔

ایک اہم نکتہ یہاں ذہن میں رہنا ضروری ہیکہ صلواۃ کے کئی معنی ہیں، رحمت، دعاء، مدح و ثنا۔

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف صلواۃ منسوب ہو کہ اللہ تعالیٰ حضورؐ پر صلواۃ بھیجتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور یہی لفظ صلوۃ فرشتوں کی طرف منسوب ہوتا تو اس کے معنی آتے ہیں کہ فرشتے آپؐ کیلئے دعاء کر رہے ہیں اور عام مومنوں کی طرف یہی لفظ صلواۃ

منسوب تو اسکا مطلب آپؐ کے حق میں دعاء بھی ہے اور آپؐ کی مدح (تعریف) وثنا بھی ہے۔

امام بخاریؒ نے ابوالعالیہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ اللہ تعالی کی صلواۃ سے مراد آپؐ کی تعظیم اور فرشتوں کے سامنے آپؐ کی مدح وثنا ہے اور اللہ تعالی کی طرف آپؐ کی تعظیم دنیا میں تو یہ ہیکہ آپؐ کو بلند مرتبہ عطا فرمایا کہ اذان اور اقامت میں اللہ تعالی کے ذکر کے ساتھ آپؐ کا ذکر بھی شامل فرما دیا گیا۔

بخاری ومسلم میں یہ حدیث ہے کہ حضرت کعب بن عجرہؓ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک شخص نے رسول اللہؐ سے سوال کیا کہ آیت میں ہمیں دو چیزوں کا حکم ہے صلواۃ اور سلام' سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ **السلام علیک ایھا النبی** کہتے ہیں صلواۃ کا طریقہ بھی بتلا دیجئے آپؐ نے فرمایا کہ یہ الفاظ کہا کرو۔

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید.

مسلمان کو زیبا نہیں کہ وہ آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائے

یایھا الذین امنوا لاتدخلوا بیوت النبی الاان یؤذن لکم الی طعام غیر نظرین انه ولکن اذادعیتم فادخلوا فاذاطعمتم فانتشروا ولامستانسین لحدیث ان ذالکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم والله لایستحی من الحق واذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب ذالکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن .وما کان لکم ان تؤذوارسول الله ولاان تنکحواازواجه من بعده ابداان ذالکم کان عندالله عظیما. (۵۴/الاحزاب)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بے بلائے مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کیلئے آنے کی اجازت دی جائے تو جانا مضائقہ نہیں مگر تب بھی جانا ایسے طور پر ہو کہ اس کھانے کی تیاری کے منتظر نہ رہو، یعنی بے دعوت تو مت جاؤ اور دعوت ہو تب بھی بہت پہلے مت جا بیٹھو لیکن جب تم کو بلایا جائے کہ اب چلو کھانا تیار ہے تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھا کرو کیونکہ اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور زبان سے نہیں فرماتے کہ اٹھ کر چلے جاؤ اور اللہ تعالی صاف بات کہنے سے کسی کا لحاظ نہیں کرتا اس لئے صاف صاف کہہ دیا گیا اور اب سے یہ حکم کیا جاتا ہے کہ حضرت کی بیبیاں تم سے پردہ کیا کریں گی تو اب سے جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر کھڑے ہو کر وہاں سے مانگا کرو یعنی بےضرورت تو پردہ کے

پاس جانا اور بات کرنا بھی نہ چاہیے لیکن ضرورت میں کلام میں مضائقہ نہیں مگر دیکھنا نہیں چاہیے، یہ بات ہمیشہ کیلئے تمہارے دلوں اوران کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے، اورتم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ ؐ کو تکلیف پہونچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ ؐ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری معصیت کی بات ہے۔

آپ ﷺ کی عظمت کالحاظ

لاتجعلوادعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا(۶۳ النور)

تم لوگ رسول ؐ کے بلانے کوایسا معمولی بلانا مت سمجھو جیساتم میں ایک دوسرے کو بلالیتا ہے۔

اس آیت میں ایمان والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ ؐ جب لوگوں کو بلائیں تو اس کو عام لوگوں کے بلانے کی طرح نہیں سمجھنا چاہئیے، یعنی عام لوگ بلاتے ہیں تو عموما اس میں آنے نہ آنے کا اختیار ہوتا ہے، مگر نبی جب بلائیں تو نبی کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ بلانے پر آنا فرض ہوجاتا ہے اور جب نبی بلائیں اور بلانے کے مطابق نبی کے پاس آجائیں تو نبی کی اجازت کے بغیر واپس جانا بھی حرام ہوتا ہے، اگر بلانے سے مراد نبی رحمت ؐ کا بلانا مراد ہوتو یہ معنی ہوں گے اور یہ ادب ہوگا، اور اگر دعاء الرسول سے مرادلوگوں کا رسول اللہ ؐ کو بلانا یاکسی کام سے پکارنا ہوتو اس وقت بھی تعظیم کا یہ پہلو پیش نظر رہے گا کہ آپ ؐ کو اس طرح نہیں پکارا جائے گا جیسا کہ کھل کر اور بے تکلف ہوکر ایک دوسرے کو بلایا جاتا ہے، کہ آپ ؐ کا نام لے کر موقع بے موقع بلالیا اور پکارلیا یہ صورت تو نبی کے شرف ومرتبہ اورآپ کی عظمت اور رفعت کے سراسر خلاف ہے۔

آپ ﷺ سے سبقت نہ کرو

یاایھا الذین امنوالاتقدموابین یدی اللہ ورسولہ واتقوااللہ ان اللہ سمیع علیم.(۱ الحجرات)

اے ایمان والو! اللہ اوراسکے رسول کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل میں سبقت نہ کیا کرو۔

اس آیت سے بھی آپ ؐ کی عظمت ورفعت کا ثبوت ملتا ہے اس لئے کہ اس آیت میں آپ ؐ کے بارے میں یہ کہا گیا کہ جب تک کسی بارے میں آپ ؐ خود کوئی فیصلہ نہ کریں اس وقت سے پہلے نبی کی اجازت کے بغیر پیش قدمی نہ کی جائے، جب کوئی بات سامنے آئے تو مومنوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ

نبی کے قول یا فعل کا انتظار کریں کہ آپ کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں؟ آپؐ کے احترام اور آپؐ کی عظمت و بزرگی کا تقاضا یہ ہے کہ اگر آپؐ چل رہے ہوں تو آپ کے پیچھے چلنا چاہیئے آپ سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے، کھانے کی مجلس ہے تو آپؐ سے پہلے کھانا شروع نہیں کرنا چاہیے، ہاں! اگر حضورؐ کسی کو حکم دیدیں تو اور بات ہے۔

اس آیت کا پس منظر یہ تھا کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنی تمیم کے لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس قبیلہ پر حاکم کی تعیین کا مسئلہ زیر غور تھا، ابھی حضورؐ نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں فرمایا تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قعقاع بن معبد کو حاکم بنائے جانے کی رائے دی اور حضرت عمرؓ نے اقرع بن حابس کے متعلق رائے دی اس معاملہ میں اور گفتگو کچھ آگے بڑھی اور دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، اس آیت کے ذریعہ یہ اصول دیا گیا کہ جب آپؐ نے خود اس سلسلہ میں کچھ نہیں فرمایا ہے یا آپؐ نے اس سلسلہ میں حاضرین مجلس سے کچھ پوچھا ہی نہیں ہے تو پھر از خود ہی اس سلسلہ میں بات کا شروع کرنا درست نہیں ہے۔

ہر مومن و مسلمان کو چاہیے کہ وہ شرعی امور میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کو مقدم رکھے اور اپنی طبیعت اور اپنی خواہش کو پیچھے ڈال دے۔

آپ ﷺ کے سامنے آواز پست رہے

یاایھا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون.(۲ حجرات)

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں کھل کر بولا کرتے ہو کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جاویں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

حضورؐ کی عظمت کا اس قدر اہتمام ہو کہ جب نبیؐ کے سامنے گفتگو کرو تو پست آواز سے کرو تمہاری آواز نبی کی آواز سے بلند نہیں ہونی چاہئیے اور ایسے کھل کر آپؐ سے گفتگو نہیں ہونی چاہیے جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر گفتگو کی جاتی ہے، آپؐ کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ ﷺ سے گفتگو کی جائے تو آپ کی آواز سے پست آواز گفتگو کرنے والے کی ہو، آواز کا بلند کرنا بیباکی اور لاپروائی کی علامت ہے اور ایک قسم کی گستاخی ہے، جب ایسی گستاخی ہوگی تو عین ممکن ہے کہ اعمال خیر ہی برباد ہوجائیں اور ہمیں اس کا احساس بھی نہ ہو، اور ہم اس خوش فہمی میں ہوں کہ ہم تو نیکوکار ہیں ہمارے اعمال نامے تو نیکیوں سے سرشار ہیں۔

اس آیت کا تعلق بھی پچھلے مضمون اور واقعہ ہی سے ہے ہم نے اس کا ایک عنوان اس لئے دیا تا کہ آپؐ کی مجلس کا ایک اور ادب بھی واضح انداز میں سامنے آجائے۔

جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو پھر صحابہؓ کرام کا حال اس قدر محتاط انداز کا ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ قسم ہے کہ اب مرتے دم تک آپ سے اس طرح بولوں گا جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو، اور ادھر حضرت عمرؓ کا یہ حال کہ اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا، حضرت ثابت بن قیسؓ طبعی طور پر بہت بلند آواز تھے اس آیت کے سننے کے بعد وہ ڈرنے لگے اور رونے لگے پھر انہوں نے اپنی آواز کو گھٹا لیا۔

آپؐ کی تعظیم اور ادب آپؐ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا آپؐ کی حیات میں تھا، اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ آپ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ادب کے خلاف ہے، اسی طرح جس مجلس میں آپؐ کی احادیث پڑھی یا بیان کی جارہی ہوں اس میں بھی شور وشغب کرنا بے ادبی ہے۔

آپ ﷺ کی عظمت کی ایک اور صورت

یایھا الذین امنوا اذاناجیتم الرسول فقد موا بین یدی نجو'کم صدقة ذالک خیر لکم واطھر فان لم تجدوافان الله غفور رحیم.(۱۲ المجادله)

اے ایمان والو! جب تم رسول اللہؐ سے سرگوشی کرنے کا ارادہ کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات مساکین کو دیدیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور گناہوں سے پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے پھر اگر تم کو صدقہ دینے کا مقدور نہ ہو تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اس حقیقت سے ہم سب واقف ہیں کہ آپؐ کی ساری زندگی اصلاح امت کیلئے وقف تھی، شب وروز آپ کا یہ مشغلہ تھا، آپؐ با قاعدہ عام مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور سارے ہی حاضرین بغیر کسی امتیاز کے آپ کی مجلس میں آپؐ کے ارشادات سے استفادہ کرتے، استفادہ کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ بعض لوگ آپؐ سے علحدگی میں خفیہ بات کرنا چاہتے اور آپؐ ان کیلئے وقت دیدیتے، ایسی صورت میں ہر ایک کیلئے الگ الگ وقت دینا پڑتا جس میں آپ کو تکلیف بھی ہوتی، اور ایسے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے منافقین شرارت بھی کرتے کہ مخلص مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کیلئے آپؐ سے علحدگی اور سرگوشی کا وقت مانگتے اور خود لمبی لمبی گفتگو کرتے ظاہر ہے کہ اس میں مسلمانوں کو تکلیف اور رسول اللہؐ کی ایک طرح کی گستاخی بھی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس وقت اس آیت کے ذریعہ ایک قانون نافذ

کردیا(تاکہ سرگوشی کے اس سلسلہ میں کچھ کمی آجائے) کہ جب بھی آپؐ سے سرگوشی کی ضرورت پڑے کسی مسکین کو کچھ بطور صدقہ دیدیا جائے ،اس میں ہر ایک کا فائدہ تھا، مالداروں کا فائدہ یہ کہ اس سرگوشی کے بہانہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا موقع ملتا،فقراء کیلئے فائدہ یہ کہ صدقہ لینے سے ان کی ضرورتیں پوری ہوجاتیں،اور حضورؐ کی عظمت ورفعت کی اس میں بلندی تھی، جو بطور خاص اللہ تعالی کی طرف سے تھی،اور آپؐ کواس قانون کی وجہ سے منافقوں کی تکلیف دہ سرگوشی سے نجات مل گئی۔

بہرحال اس آیت سے بھی آپؐ کی عظمت اور رفعت کا ثبوت ملتا ہے۔

جب یہ قانون نافذ ہوا تو اس آیت پر سب سے پہلے حضرت علیؓ نے عمل کیا اور ایک دینار صدقہ کرکے آپؐ سے علحدگی میں گفتگو فرمائی، یہ حکم فقراء صحابہ کیلئے دشوار تھا اس لئے یہ حکم جلد ہی منسوخ بھی ہوگیا،سورۂ مجادلہ کی اگلی آیت کے ذریعہ اس کو منسوخ بھی کردیا گیا،اس طرح اس آیت پر عمل کرنے کا موقع صرف حضرت علیؓ ہی کو ملا،اسی لئے حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید میں ایک آیت ایسی ہے جس پر میرے سوا کسی نے عمل نہیں کیا نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ میرے بعد کوئی کرے گا۔

ہم نے آپ ﷺ کا آوازہ بلند کیا

ورفعنا لک ذکرک . (۴ الانشراح)

آپؐ کی عظمت ورفعت کیلئے قرآن مجید کی یہ آیت ہی کافی ہے کہ اللہ تعالی نے خود آپؐ کو یوں فرمایا کہ ہم نے آپ کی خاطر آپ کے آوازۃ کو بلند کردیا، درمنثور نے یہ حدیث قدسی بھی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **اذا ذکرت ذکرت معی** کہ جہاں میرا ذکر ہوگا آپؐ کا ذکر بھی میرے ساتھ ہوگا۔

خطیب خطبہ دیتا ہے اور جہاں اللہ کے ایک ہونے کی گواہی دیتا ہے وہیں محمد عربیؐ کے نبی اور رسول ہونے کی شہادت دیتا ہے۔

نمازی تشہد میں بیٹھے جہاں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے وہیں نبی پر درود پڑھتا ہے۔

مسجدوں کے منبر اور مینار قیامت تک آپؐ کے اس ذکر کو زندہ رکھیں گے اور فضا میں رب کی کبریائی اور نبی کا نام رہتی دنیا تک گونجتا رہے گا اور مؤذن **اشھد ان لاالــه الا اللــه** کے ساتھ **اشھد ان محمدا رسول الله** پڑھتا رہے گا۔

سورۂ انشراح مکمل آپؐ کی خاص عظمت اور خصوصیت کو واضح کردیتی ہے،آپؐ کے شرح صدر کا بھی ذکر ہے کہ آپؐ کے سینہ کو علم وحلم سے کشادہ کردیا گیا،آپؐ کے وضع وزر(بوجھ کے اتاردینے) کا

بھی ذکر ہے کہ آپؐ پر سے آپؐ کا وہ بوجھ اتار دیا گیا جس بوجھ نے آپؐ کی کمر توڑ رکھی تھی آپؐ کیلئے ہر مشکل کو آسان بنا دیا گیا۔

اس سورۃ انشراح میں رفع ذکر کا بھی تذکرہ ہے کہ آپؐ کے تذکرہ کو اس قدر بلند و بالا کیا گیا کہ آج جتنی سیرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مفصل و مدلل انداز میں پورے اہتمام و عظمت کے ساتھ بیان کی جاتی ہے اس قدر سیرت دنیا کے کسی انسان کی آج تک نہ بیان کی گئی اور نہ بیان کی جائے گی، دنیا میں آج تک جتنے اوراق آپؐ کی سیرت میں پر کئے گئے اتنے اوراق دنیا کے کسی بھی انسان کیلئے پر نہیں کئے گئے۔

یہ ہے آپؐ کی تعظیم و توقیر جو منجانب اللہ بطور خاص عطا کی گئی۔

چوتھا باب

آپ ﷺ کی اتباع واطاعت

آپ ﷺ کی اتباع سے محبت الٰہی کا حصول

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور رحیم.(۱۳۱ آل عمران)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے اور بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔

دنیا میں انسان جب اپنے چھوٹے یا بڑے سے محبت رکھتا ہے تو اس کا ایک معیار اس کی نگاہوں میں ہوتا ہے، محبت ایک ایسی پوشیدہ چیز ہے جس کا اندازہ پیش آنے والے حالات اور معاملات سے ہوتا ہے، اور محبت کے ہونے نہ ہونے کی بھی کچھ علامتیں ہوتی ہیں، جن علامتوں سے یہ پہچانا جاسکتا ہے کہ اس کے دل میں محبت ہے یا نہیں؟ استاد اپنے شاگردوں سے محبت رکھتا ہے تو اس کا معیار یہ ہوتا ہے کہ وہ شاگرد اس کی اس تمنا کو پورا کرتا ہے جو اس کے دل میں ہوتی ہے اور شاگرد اپنے استاد سے محبت رکھتا ہے تو اس کا معیار یہ ہوتا ہے کہ استاد اس کی علمی پیاس کو بجھاتا ہے۔

بالکل اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعویدار ہیں اور اللہ کے محبوب بننے کی آرزو اور تمنا رکھتے ہیں تو ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس محبت کا معیار بھی دیدیا ہے کہ اگر واقع تم اس بات کے دعویدار ہو کہ ہم سے محبت رکھتے ہو تو تم پر لازم ہوگا کہ تم نبی رحمتؐ کی اتباع کرلو۔

رب ذوالجلال سے تمہاری محبت کی کسوٹی یہی ہے کہ تم نبی رحمتؐ کی اتباع کرلو تم میں سے جو جتنا اپنے رب کی محبت کے دعوی میں سچا ہوگا اسی قدر اس میں نبی کریم کی اتباع کا زیادہ اہتمام ہوگا اس آیت مبارکہ نے یہ فیصلہ کن حقیقت بتلادی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویدار ہو اور اس کے اعمال، افعال ، اخلاق اور عقائد آپؐ کے فرمان کے مطابق نہ ہوں تو اسے یہ جان لینا چاہیے کہ وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے، بعض حکیم علماء کی یہ بات بڑی اچھی لگتی ہے کہ تیرا چاہنا کوئی چیز نہیں لطف تو اس وقت ہے کہ خدا تجھ کو چاہنے لگ جائے۔

آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت

(۱)قل اطیعوا الله والرسول فان تولو فان الله لایحب الکفرین .

آپ فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں سو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے۔

(۲)من یطع الرسول فقداطاع الله ومن تولی فماارسلناک علیھم حفیظا
جس شخص نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے خدا تعالی کی اطاعت کی، اور جو شخص روگردانی کرے سو آپ کو ہم نے ان کا نگران کر کے نہیں بھیجا۔

ان دونوں آیتوں سے دو باتیں سامنے آتی ہیں، پہلی آیت سے یہ نتیجہ ملتا ہے کہ اللہ اور رسول (دونوں) کی اطاعت واجب ولازم ہے اور اللہ اور رسول کی اطاعت سے منہ موڑنا ایسا بڑا جرم ہے کہ ایسا شخص اللہ کی محبت سے محروم ہو جاتا ہے، اور دوسر آیت سے یہ نتیجہ ملتا ہے کہ رسول کریمؐ کی اطاعت کرنا دراصل اللہ تعالی کی اطاعت کرنا ہے، اس حقیقت کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک ملک کے وزیر اعظم نے اپنے قاصد کے ذریعہ کسی شخص کو اپنا حکم بھیجا اب وہ قاصد اس شخص کو کوئی حکم دیتا ہے تو وہ حکم دراصل اس قاصد کا نہیں بلکہ وہ اس وزیر اعظم کا ہے جس نے اس کو اس حکم کے ساتھ بھیجا ہے، اللہ تعالی نے آپؐ کو اس دنیا میں نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپؐ نے ۲۳ سالہ نبوی دور میں جو کچھ کہا ہے وہ وہی کہا جو وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی، جب آپؐ کا فرمان اللہ تعالی کا فرمان ہے تو آپؐ کی اطاعت بھی اللہ تعالی ہی کی اطاعت ہے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آپ کی اطاعت واتباع کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں اور رب ذوالجلال کی محبت کے حقدار بن جاتے ہیں۔

اطاعت خدا ورسول رحمت کا ذریعہ ہے

واطیعوا الله والرسول لعلکم ترحمون.(۱۳۲ آل عمران)
اور خوشی سے کہا مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا امید ہے کہ تم رحم کئے جاوگے۔

قرآن مجید میں اس حقیقت کو واضح طور پر سمجھانے کے باوجود کہ رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی آیت ہے بار بار قرآن مجید میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا اور بڑی تاکید کے ساتھ یہ حکم نافذ کیا گیا، اور اطاعت رسول کا جذبہ رکھنے والوں کو بشارتیں دی گئیں اور رسول کی نافرمانی اور رسول کے احکامات سے روگردانی کرنے والوں کو انجام بد سے ڈرایا گیا، قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ قرآن مجید میں اطیعوا الله واطیعوا الرسول کا حکم متعدد بار دیا گیا ہے اس طرح بار بار حکم دینے کی وجہ غالب یہی ہے کہ دنیا میں ایک ایسا فرقہ بھی وجود میں آئے گا جو لوگوں کو یہ کہہ کر دھوکا دے گا کہ ہماری فلاح وصلاح کیلئے قرآن

مجید کافی ہے احادیث کی کیا ضرورت ہے کیا؟ قرآن ناقص ہے کہ احادیث کی ضرورت پڑے؟ نعوذ باللہ اس قسم کی باتیں کہہ کرلوگوں کے ایمان کو اچک لینے والے بد دین لوگ بھی آج روئے زمین پر اپنا ناپاک جسم لئے سانس لے رہے ہیں جن کو اہل قرآن کہا جاتا ہے جو حقیقت میں منکرین حدیث ہیں، حقیقی اہل قرآن وہ ہے جن کا رشتہ قرآن مجید کی عملی تصویر (رسول اللہؐ) سے جڑا ہوا ہو، یہ بدترین فرقہ تو ایسے اچھے نام کا مستحق ہی نہیں ہے، بہرحال قرآن مجید میں بار بار اطاعت خدا کے ساتھ اطاعت رسول کا حکم اس لئے دیا جارہا ہے تاکہ امت نبی کی اطاعت سے بے نیاز نہ ہوجائے۔

مذکورہ آیت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کو سببِ رحمت قرار دیا گیا ہے، جو لوگ اللہ کے غضب کا خوف حقیقی معنی میں رکھتے ہوں اور اس کی لعنت سے بچنے کی حقیقی فکر رکھتے ہوں انہیں چاہیے کہ وہ اطاعت خدا اور رسول کو اپنا دستور اور شیوہ بنالیں تاکہ وہ دنیا اور آخرت میں اور بالخصوص قیامت کے دن رحمت الٰہی کے دائرہ میں رہ سکیں، اللہ اپنے دامن رحمت میں ہم سب کو جگہ عطا فرمائے۔

آپ ﷺ کی اطاعت اور ایمان

فلاوربک لایؤ منون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لایجدوا فی انفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما.(۶۵ النساء)

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپؐ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور اس فیصلہ کو پورا پورا تسلیم کرلیں۔

ہم نے اس آیت کو ''حضور حکم بھی ہیں'' کے عنوان کے تحت شروع میں پیش کیا ہے وہاں اس آیت کا مطلب بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا، یہاں بھی ہم نے اس آیت کی مدد اس لئے لی ہے کہ اس آیت سے آپؐ کی اتباع واطاعت کا واجب ہونا بھی معلوم ہوتا ہے، آپؐ کے ہر فیصلہ کو ماننا اور دل کی رضا ورغبت کے ساتھ من وعن تسلیم کرلینا ہر مومن کیلئے ضروری ہے، جو کوئی آپؐ کو امت کا حاکم اور ہر پیش آنے والے فیصلہ کا ذمہ دار تسلیم نہیں کرتا اور آپؐ کے فیصلہ کو تنگ نگاہوں سے دیکھتا ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ایمان خطرہ میں ہے، اس لئے سورۂ نساء کی مذکورہ آیت سے پہلے اس حقیقت کو واضح طور پر بتلا دیا گیا کہ دنیا میں جتنے رسول بھیجے جاتے ہیں وہ اسی لئے بھیجے جاتے ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے چنانچہ سورۂ نساء کی آیت ۶۴ میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا **وما ارسلنا من رسول الالیطاع باذن الله** اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے۔

اور اللہ تعالی نے آپ کو حاکم بنایا تا کہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما دیں اور فیصلہ کیلئے قوانین سے واقفیت کی ضرورت تھی اس لئے اللہ تعالی قانون کی ایک آفاقی کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی چنانچہ خود اللہ تعالی نے اس کتاب کے نزول کا مقصد یوں بیان فرمایا انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس بمااراک الله.(۱۰۵ النسا) ہم نے آپ پر کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے درمیان میں اس طرح فیصلہ کریں جس طرح اللہ نے آپ کو دکھلایا۔

حضورؐ کے ہر قول اور ہر عمل کو آپؐ کا فیصلہ تصور کرنا چاہئے اور آپؐ سے جو کام بھی قولاً یا عملاً ثابت ہو اس کے کرنے سے دل میں تنگی محسوس نہیں کرنی چاہیے، آپؐ نے جس صورت میں نماز بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت دی اور خود بیٹھ کر نماز ادا فرمائی اگر کسی شخص کا دل اس پر راضی نہ ہو اور ناقابل برداشت محنت ومشقت اٹھا کر کھڑے ہی ہو کر نماز ادا کرے تو وہ سمجھ لے کہ اس کے دل میں تقوی نہیں بلکہ روگ ہے شریعت نے جہاں جہاں رخصت دی ہے وہاں کشادہ دلی سے ان رخصتوں پر عمل کرنا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

ان اللـه تعـالی یجب ان تؤتی رخصه کما یجب ان توتی عزائمه، اللہ تعالی جس طرح عزیمتوں پر عمل کرنے سے خوش ہوتے ہیں اسی طرح رخصتوں پر عمل کرنے کو بھی پسند فرماتے ہیں، جن مواقع پر آپؐ نے رخصت پر عمل کیا ہے ہمیں بھی ایسے موقعوں پر ایسی رخصتوں پر عمل کرنا چاہیے اگر ہم ان رخصتوں پر عمل نہ کریں اور اس کو تقوی سمجھیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں (نعوذ باللہ) کہ ہم آپؐ سے زیادہ متقی ہیں، جب آپؐ نے خود رخصت پر عمل کیا تو ہمیں وہاں آپؐ کی سنت پر عمل کرنا چاہیے۔

آپ ﷺ لوگوں کی اطاعت نہیں کریں گے

وان تـطـع اکثـر مـن فی الارض یضلوک عن سبیل الله ان یتبعون الاالظن وان هم الایخرصون. (۱۱۶ الانعام)

اور ایسے ہیں کہ اگر بالفرض آپؐ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپؐ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں کیونکہ وہ خود گمراہ ہیں۔

چنانچہ عقائد میں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور اقوال میں بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔
اس آیت سے امت محمدیہ کو یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ نبی کو لوگوں کی اطاعت کرنے کیلئے نہیں بھیجا جاتا

اگر بالفرض نبی دنیا میں رہنے والے لوگوں کی اطاعت کریں گے تو پھراس کا اثر نبی کی ذات پر بھی ہوسکتا ہے کہ لوگ نبی کو خود راہ راست سے ہٹا دیں اس لئے جب تک قوم نبی کی اطاعت کرتی رہے گی دنیا ہدایت سے سرشار رہے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی دنیا میں جو بھی کام کرتے ہیں وہ پیغام ربانی کے موافق کرتے ہیں وہ وہی کام کرتے ہیں جو وحی کے ذریعہ بتائی جاتی ہے اب اگر امت ایسے نبی کی بات مانتی ہے تو نبی بھی راہ راست پر ہوتے ہیں اور ان کے طفیل میں قوم بھی راہ راست پر ہوتی ہے،اس کے برعکس اگر لوگ اپنے خیالات کے پیچھے بھاگتے ہیں اوراپنے اپنے قیاس سے جہاں جی چاہتا ہے دوڑتے ہیں ان کی زندگی میں کوئی معیار نہیں ہوتا ایسی صورت میں ضلالت وگمراہی کے سوا ان کے مقدر میں اور کوئی بات نہیں ہوتی ،ان تمام حالات میں ایک ہی صورت نجات کی باقی رہ جاتی ہے وہ یہ کہ نبی کے نقش قدم پر چلنے کا عزم کرلیا جائے۔

امت جب نبی کی بات مان لیتی ہے اوراطاعت کرلیتی ہے تو آرام وراحت میں ہوتی ہے لیکن جب امت نبی کو اپنی بات منوانے میں لگ جاتی ہے تو پھر یہی چیز امت کو مشکل میں ڈال دیتی ہے،اسی حقیقت کو سورۂ حجرات کی آیت نمبر۸ میں بتایا گیا کہ **لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم** بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر نبی اس معاملہ میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی تکلیف پہنچے،اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی جن مصلحتوں سے واقف ہوتے ہیں ان مصلحتوں سے امت کے افراد کا واقف ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

آپ ﷺ اطاعت میں ثواب عظیم ہے

الذین استجابوا لله والرسول من بعد ما اصابهم القرح للذین احسنوا منهم واتقوا اجر عظیم.(۱۷۲ آل عمران)

جن لوگوں نے اللہ ورسول کے کہنے کو قبول کرلیا بعد اس کے کہ ان کو ابھی تازہ زخم لڑائی میں لگا تھا ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کیلئے ثواب عظیم ہے۔

مہاجرین وانصار صحابۂ کرام نے صحابیت کا یہ اونچا مقام یوں ہی نہیں حاصل کرلیا بلکہ اس مقام عظیم تک پہنچنے کیلئے انہوں نے جو مشقتیں جھیلی ہیں اور جو مصائب برداشت کئے ہیں وہ تاریخ کا ایک حصہ ہیں،ان صحابۂ کرام میں سب سے بڑی خوبی اور قابل ذکر اہم ترین جوہر یہ تھا کہ وہ نبی رحمتؐ کے حکم کے غلام تھے،انہوں نے یہ طے کرلیا تھا کہ ہمیں نبی رحمتؐ کی اطاعت واتباع کرنی ہے،چاہے اس اطاعت واتباع میں اپنی پیاری جان دینی پڑے یا اپنا قیمتی سرمایہ کھودینا پڑے،یہی وہ جذبات تھے جو ہر پل ان کے نامۂ اعمال میں اجروثواب بڑھاتے جاتے تھے،اس آیت میں بھی ان

صحابۂ کرام کو اجر عظیم کی بشارت دی گئی ہے جنہوں نے زخم خوردہ ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کی تھی۔

جنگ احد کے دوسرے دن نبی کریمؐ نے اپنے مجاہدین میں اعلان فرمایا کہ ہمیں مشرکین کا تعاقب کرنا ہے مگر اس میں صرف وہی جاسکیں گے جو جنگ احد میں کل ہمارے ساتھ تھے اس اعلان پر دوسو مجاہدین کھڑے ہوئے۔(قرطبی)

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہؐ نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو مشرکین کے تعاقب میں جائے تو ستر حضرات کھڑے ہوگئے جن میں ایسے لوگ بھی تھے جو گزشتہ کل کے معرکے میں شدید زخمی ہو چکے تھے وہ دوسروں کے سہارے چلتے تھے یہ حضرات ان تمام حالات کے باوجود حضورؐ کے ساتھ مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے مقام حمراء الاسد پر پہونچے تو وہاں نعیم بن مسعود ملا، اس نے خبر دی کہ ابوسفیان نے اپنے ساتھ لشکر جمع کر کے یہ طے کیا ہے کہ پھر مدینہ پر چڑھائی کرے، جنگ احد کے زخم کھائے ہوئے لاغر وکمزور صحابۂ کرام نے اس اطلاع کو سن کر اپنے قدم پیچھے نہیں ہٹائے بلکہ نبی کی اطاعت میں ایک زبان ہوکر کہنے لگے کہ ہم اس کو نہیں جانتے **حسبنا الله ونعم الوكيل** اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر مددگار ہے۔

عام حالات میں اطاعت کر لینا آسان ہوتا ہے لیکن ایسے پرخطر اور مصائب وآلام کے ماحول میں اطاعت کرنا مشکل ترین ہوتا ہے مگر صحابۂ کرام نے زخم خوردہ ہونے اور مشقتیں جھیلنے کے باوجود جب ان کو دوسرے جہاد کی طرف بلایا گیا تو وہ فوراً تیار ہوگئے اللہ تعالیٰ نے ایسے صحابۂ کرام کی اطاعت واتباع کی تعریف کی اور یہ بشارت دی کہ جن لوگوں نے زخم خوردہ ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور پرہیزگاری اختیار کی ان کیلئے بڑا ثواب ہے۔

اس آیت میں اللہ اور رسول کے حکم کو ایک ساتھ بیان کیا گیا اور واضح کر دیا گیا کہ رسول اللہؐ جو حکم دیتے ہیں وہ اللہ کا حکم ہی ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کی اطاعت کس قدر لازمی ہے؟

یاایها الذین امنوا استجیبوا لله وللرسول اذادعاکم لمایحییکم واعلموا ان الله یحول بین المرء وقلبه وانه الیه تحشرون.(۲۴ الانفال)

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں، اور جان رکھو اللہ تعالیٰ آڑ بن جاتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان اور

بلا شبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں، جس کام کا حکم وہ کریں اس کو بجالایا کریں اسی اطاعت میں ان کی زندگی ہے اسی میں ان کی عزت ہے اسی میں ان کی فتح ہے اسی میں ان کی نجات ہے، اس لئے کہ نبی اپنی امت کو زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہیں اب جو نبی کی اطاعت کرلیں گے ان کے نصیبہ میں زندگی ہے اور جو مخالفت کریں تو ان کی مخالفت ان کو حقیقت میں مردہ کر کے چھوڑ دے گی۔

اس آیت میں یہ جو فرمایا گیا کہ نبی تم کو زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہیں تو زندگی بخش چیز سے مراد کیا ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں،

سدیؒ فرماتے ہیں کہ وہ حیات بخش چیز ایمان ہے کیونکہ کافر مردہ ہے اور مومن زندہ ہے، قتادہؒ نے فرمایا کہ زندگی بخش چیز سے مراد قرآن مجید ہے جس میں دنیا اور آخرت کی زندگی اور اس زندگی کی کامیابی موجود ہے، مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ زندگی بخش چیز سے مراد حق ہے، اس لئے کہ حق زندہ ہے اور باطل مردہ ہے۔

ان مفسرین میں سے جن کی بات کو بھی مان لیں نتیجہ سب کا ایک ہی ہے کہ ایمان، قرآن، حق وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان کا دل زندہ ہوتا ہے۔

حضورؐ کا حکم کس قدر اہمیت رکھتا ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک روز ابی ابن کعبؓ کو حضورؐ نے بلایا، اس وقت ابی ابن کعبؓ نماز پڑھ رہے تھے جلدی جلدی نماز پوری کر کے حاضر خدمت ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر آنے میں دیر کیوں لگائی؟ ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ میں نماز میں تھا، آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ تعالی کا یہ ارشاد نہیں سنا استجیبوا لله وللرسول اذادعاكم کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول تم کو بلائیں، حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ آئندہ اس کا لحاظ رکھوں گا اگر بحالت نماز بھی آپ بلائیں تو فوراً حاضر ہوجاوں گا۔

مسلمان مطیع ہوتا ہے

والمومنون والمومنت بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلواة ويؤتون الزكوة ويطيعون الله ورسوله اولئک سيرحمهم الله ان الله عزيز حكيم. (۷۱ التوبه)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے

ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالی رحمت کرے گا۔

اس آیت ربانی میں اللہ تعالی نے ایمان والوں کے اوصاف بیان کئے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں نیکی کا حکم کرتے ہیں برائیوں سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکواۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ مومن کا وصف یہ بھی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کرے، مومن کا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ وہ اپنے خواہشات نفسانی کا مطیع نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا مطیع وفرمانبردار ہوتا ہے۔

اور جب یہ اوصاف مومنوں اور مسلمانوں میں پیدا ہوجاتے ہیں تو وہ دستور خداوندی کے مطابق اس کی رحمت کے حقدار قرار دیئے جاتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالی ان پر رحم فرماتے ہیں، وہ کونسی طاقت ہے جو اللہ کو اپنے ان بندوں پر رحمت کرنے سے روکے؟ وہ اللہ تو عزیز وغالب ہے۔

جھگڑنے والے بھی اللہ اور رسول کی عدالت میں آئیں

یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعواالرسول واولی الامرمنکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر ذالک خیرواحسن تاویلا.(۵۹ النساء)

اے ایمان والو! تم اللہ تعالی کا کہنا مانو اور رسولؐ کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی کہنا مانو اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسولؐ کے حوالہ کرلیا کرو اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں ان کا انجام خوشتر ہے۔

قرآن مجید میں عموماً جہاں بھی اطاعت کا حکم دیا گیا وہاں اطیعوا اللہ والرسول تک اکتفاء کیا گیا کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو مگر اس آیت میں مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ ایک اور ذمہ داری بھی اطاعت سے متعلق ڈالی گئی کہ وہ اولی الامر (اہل حکومت) کی اطاعت کیا کرو۔

سوال یہ ہے کہ اولی الامر سے کون مراد ہیں؟ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ، مجاہد، اور حسن بصریؒ وغیرہ مفسرین قرآن نے اولی الامر ان علماء وفقہاء امت کو قرار دیا ہے جو رسول اللہؐ کے وارث (نائب) ہیں اور دین کا نظام ان کے ہاتھ میں ہے۔

اور مفسرین قرآن کی ایک جماعت جن میں حضرت ابو ہریرۃؓ بھی ہیں فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے

مراد حکام اور امراء (حاکم اور امیر لوگ) ہیں جن کے ہاتھ میں حکومت کا نظام ہوتا ہے۔
ابن کثیر نے ان دونوں طبقوں کو شامل کیا کہ علماء اور امراء دونوں کی اطاعت لازمی ہے جن کے ہاتھ میں دین اور دنیا کا نظام ہوتا ہے۔
اس آیت میں اللہ اور اس کے رسول اور اہل حکومت کی اطاعت کے ساتھ بطور خاص یہ بات بھی ملتی ہے کہ جہاں عام حالات میں ان سب کی اطاعت کی جائے گی وہیں باہمی جھگڑوں کے موقع پر بھی ہمارے مقدمات اللہ اور اس کے رسول کے دربار میں لیجایا جائے گا۔ آپسی جھگڑوں کا تصفیہ شرعی اصول وقوانین کی روشنی میں کرنے کا جذبہ ہر دل میں ہونا چاہیے جو واقعی مومن ہوتا ہے وہ اپنے نکاح، طلاق، خلع، وراثت وغیرہ امور میں شریعت کے احکام کی طرف رجوع ہوتا ہے اور وقتی حکومتوں کے مقرر کردہ ایسی عدالتوں کی طرف رجوع نہیں ہوتے جہاں شرعی امور کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا، یہ آیت عام حالات کے ساتھ ساتھ خاص خاص حالات میں بھی اطاعت خدا اور سول کا پابند ہر مسلمان کو بناتی ہے۔

آپ ﷺ اطاعت کا بہترین صلہ

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا.(۶۹ النساء)

اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات اچھے رفیق ہیں۔
جو لوگ اللہ تعالی اور نبی رحمت ؐ کی اطاعت کرتے ہیں ان کیلئے اس آیت میں بہت بڑی خوشخبری دی گئی ہیکہ یہ اطاعت کرنے والے جنت میں انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ ہونگے۔
ایک مومن کے دل میں کبھی نہ کبھی یہ آرزو تو ضرور پیدا ہوگی کہ کاش ہم بھی صحابۂ کرام کی طرح آپ ؐ کے ساتھ زندگی گزارتے اور سرکار کی معیت میں رہنے کا عظیم شرف ہم کو بھی حاصل رہتا، جن کے دلوں میں اس قسم کی آرزو پیدا ہوتی ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ واقعی ان کے میں آپ ؐ سے محبت موجود ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا ہزار ڈیڑھ ہزار سال کے گزرنے کے بعد پیدا ہونے والے ایک مومن ومسلمان اور محبّ رسول کیلئے یہ ممکن ہے کہ وہ نبی رحمت ؐ کے ساتھ رہ سکے ہاں! اس آیت نے امید کی کرنیں سارے ہی مسلمانوں کے ذہنوں میں پھیلا دی ہیں مگر یہ امید ایک شرط کے ساتھ ہے کہ جو مسلمان یہ چاہتا ہے کہ نبی رحمت ؐ اور آپ ہی کی طرح دوسرے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی صحبت بابرکت میں رہے تو اسے اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنی

ہو گی، جب بندۂ مومن اس اطاعت کو اپنے اوپر لازم کر لے گا تو پھر تو یہ درجہ اسے ضرور ملے گا یہ وعدۂ ربانی ہے اور اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

اس بشارت کا سبب بننے والے وہ عاشق رسول ہیں جن کا واقعہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک روز ایک صحابی رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کا یارسول اللہ! میرے دل میں آپ کی محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہے اپنی بیوی سے بھی، اپنی اولاد سے بھی، بعض اوقات میں اپنے گھر میں بے چین رہتا ہوں یہاں تک کہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کی زیارت کرلوں تب سکون ہوتا ہے اب مجھے فکر ہے کہ جب اس دنیا سے آپؐ کی وفات ہو جائے اور مجھے بھی موت آجائے گی تو میں جانتا ہوں کہ آپؐ جنت میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ درجات عالیہ میں ہوں گے اور مجھے اول تو یہ معلوم نہیں کہ میں جنت میں پہنچوں گا بھی یا نہیں اگر پہنچ بھی گیا تو میرا درجہ آپ سے بہت نیچے ہوگا میں وہاں آپ کی زیارت نہ کرسکوں گا تو مجھے کیسے صبر آئے گا؟ آپؐ نے ان کی یہ گفتگو سن کر کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی جس میں اطاعت کرنے والوں کو یہ بشارت دیدی گئی کہ یہ لوگ جنت میں انبیاء کرام وغیرہ کے ساتھ رہیں گے، یعنی جنت کے درجوں میں انبیاء اونچے ہونے کے باوجود ان سے ملاقات کا موقع ان فرمانبرداروں کو ملتا رہے گا ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی سہولت دی جائے گی جس کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اپنی اپنی جگہ سے ایک دوسرے کو دیکھیں گے، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اہل جنت اپنی کھڑکیوں میں اپنے سے اوپر کے طبقات والوں کو دیکھیں گے جیسے دنیا میں تم ستاروں کو دیکھتے ہو۔

اے کاش! دنیا کے ہر مسلمان میں ان انبیاء و صلحاء کے ساتھ رہنے کی تڑپ ہوتی اور اس تڑپ و آرزو کو پورا کرنے کیلئے اللہ و رسول کی اطاعت کا جذبہ جاگتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ موقع نصیب فرمادے۔

اطاعت ہی میں نجات ہے

(۱) یایھاالذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و لاتبطلوا اعمالکم. (۳۳ محمد)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی بھی اطاعت کرو اور رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔

(۲) واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلغ المبین .(۱۲ التغابن)

اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اگر تم اطاعت سے اعراض کرو گے تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

(۳)واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین.(۱ الانفال)
اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اگر تم ایمان رکھتے ہو۔
(۴)یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ ورسولہ ولاتولوا عنہ وانتم تسمعون ولاتکونوا کالذٰن قالوسمعنا وھم لایسمعون. (۲۰ النفال)
اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو اور تم سن تو لیتے ہی ہو، اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعوی تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں۔
(۵)واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلغ المبین.(۹۲ المائدہ)
اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسولؐ کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھر جاوگے تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے صاف صاف۔
ہم نے یہاں قرآن مجید کی ان پانچ آیتوں کو باحوالہ تحریر کیا ہے جن آیتوں کا پچھلے مضامین میں تذکرہ نہیں ان پانچوں آیتوں میں مختلف طریقوں سے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔
پہلی آیت میں جہاں اطاعت کا حکم دیا گیا وہیں یہ بات بتادی گئی کہ اللہ اور رسول کی مخالفت کا خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑے گا کہ اس مخالفت کی وجہ سے تمہارے اعمال ضائع اور برباد ہوجائیں گے، مومنوں کی نجات اسی میں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اپنے لئے لازم کرلیں۔
مذکورہ دوسری آیت میں اس حقیقت سے آگاہ کردیا گیا کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروتو اس میں تمہارا فائدہ ہے تمہاری مخالفت سے نبیؐ کو کوئی نقصان پہنچنے والا نہیں، اسی لئے یہاں یہ بتادیا گیا کہ تمہارے نہ ماننے سے نبی کی قدرومنزلت میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ جتنا کام نبیؐ کے سپرد تھا نبیؐ وہ کام کرچکے اب اگر اس کے بعد جو شخص نہیں مانتا وہ اپنا نقصان کرتا ہے نبیؐ کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا۔
مذکورہ تیسری آیت میں یہ بتادیا گیا کہ اگر تم مومن ومسلمان ہوتو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو یعنی تمہارے ایمان کا تقاضہ یہی ہے کہ تم اطاعت خدا اور رسول کے دائرہ میں رہو اس لئے کہ مومن ومسلمان اطاعت کا پابند ہے وہ اس سے آزاد نہیں ہوسکتا۔
چوتھی مذکورہ آیت میں ایمان والوں کو اطاعت خدا ورسول سے منہ موڑنے سے منع کیا گیا اور ان منافقوں کی طرح ہونے سے روکا گیا جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ انہوں نے وہ بات حقیقت میں سنی ہی نہیں۔

مذکورہ پانچویں آیت میں جہاں اطاعت خدا اور رسول کا ذکر کیا گیا وہیں یہ حکم دیا گیا کہ بچتے رہو، معلوم یہ ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی سچی اطاعت کرنے کیلئے آدمی کو بہت ہی محتاط رہنا پڑتا ہے اور بہت ساری چیزوں سے بچتے رہنا پڑتا ہے جن سے بچنے کا قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں حکم دیا گیا ہے۔

مومن اطاعت خدا اور رسول کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا

انما کان قول المومنین اذادعوا الی الله ورسوله لیحکم بینهم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئک هم المفلحون. (۵۱/النور)

مسلمانوں کی شان اور ان کا قول تو (یہ ہوتا ہے کہ) جب ان کو کسی مقدمہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ خوشی خوشی کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تمہارا کلام سن لیا اور اس کو مان لیا اور پھر فوراً چلے جاتے ہیں یہ ہے علامت اس کی کہ ایسوں کا امنا اور اطعنا کہنا دنیا میں بھی صادق ہے اور ایسے ہی لوگ آخرت میں بھی فلاح پائیں گے۔

اس آیت کے ذریعہ مسلمانوں کو ان کی اس ذمہ داری اور ان کی اس شان عالی سے واقف کروایا گیا ہے کہ ان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جب ان کے کسی مقدمہ میں ان کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں فیصلہ کیلئے بلایا جاتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے سامنے چوں و چرا نہیں کرتے اور کبھی پس و پیش نہیں ہوتے بلکہ پوری خوشدلی کے ساتھ آگے بڑھ کر دل کی گہرائی سے یوں کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو سن لیا اور ہم نے اس فیصلہ کو مان لیا۔ مسلمانوں کا یہ طرز وطریق منافقوں کے طرز وطریق کے بالکل برعکس ہے منافقوں کا تو یہ حال تھا کہ جب ان کو کسی مقدمہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف فیصلہ کیلئے بلایا جاتا تھا تو وہ اپنے منافق سرداروں کے پاس جانے کو پسند کرتے تھے چنانچہ دور رسالت کا ایک واقعہ طبریؒ نے نقل کیا ہے کہ منافقین میں سے ایک شخص بشر نامی تھا اس کے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کے متعلق جھگڑا تھا یہودی نے اس منافق سے کہا کہ چلو تمہارے ہی رسول سے ہم فیصلہ کراتے ہیں مگر بشر منافق ناحق پر تھا وہ جانتا تھا کہ آپؐ کے پاس اگر مقدمہ گیا تو آپ حق کے موافق فیصلہ کریں گے اور میں ہار جاونگا اسلئے اس نے انکار کر دیا اور آپؐ کے بجائے کعب بن اشرف یہودی کے پاس مقدمہ لیجانے کو کہا اس پر سورۂ نور کی آیت نمبر ۴۸ نازل ہوئی **واذادعوا الی الله ورسوله لیحکم بینهم اذا فریق منهم معرضون** یہ منافق لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو ان میں کا ایک گروہ وہاں حاضر ہونے سے پہلوتہی کرتا ہے اور ٹالتا ہے۔

یہ تو منافقین کی حالت بیان کی گئی اور اسی کے ساتھ ایمان والوں کو ان منافقین سے ممتاز کرنے اور ایمان والوں کی شان وامتیاز کو بیان کرنے کیلئے سورۃ نور کی آیت نمبر ۵۱ نازل ہوئی جو اس مضمون کے شروع میں مذکور ہے کہ یہ مومن ومسلمان اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے سامنے اپنی آنکھیں بچھا دیتے ہیں اور اطاعت کیلئے اپنے آپ کو تیار کر لیتے ہیں اللہ تعالی نے ایسے ہی مطیع وفرمانبردار مسلمانوں کے بارے میں یہ فیصلہ فرما دیا کہ ایسے ہی مسلمان فلاح وکامیابی پانے والے ہیں، اس لئے معلوم ہوا کہ مسلمان کا اپنے اللہ اور رسول کی اطاعت کے بغیر کامیاب ہونا ناممکن ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے کامیاب ہیں

ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون(۵۲النور)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے بس ایسے لوگ بامراد ہوں گے۔

اس آیت میں تین نیک اعمال اور ان کا نیک انجام بیان کیا گیا ہے۔

(۱) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (۲) اللہ کا ڈر اور (۳) تقوی جو مومن ومسلمان اپنی زندگی میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ کے ڈر اپنے دل میں رکھتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں اور تقوی وپرہیزگاری کے دائرہ میں رہتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایسے ہی لوگ کامیاب اور بامراد ہیں۔

تفسیر قرطبی میں اس آیت کے ضمن میں ایک واقعہ حضرت فاروق اعظمؓ کا نقل کیا گیا ہے کہ ایک روز مسجد نبوی میں آپؓ کھڑے ہوئے تھے کہ اچانک ایک رومی دہقانی آدمی بالکل آپ کے برابر آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا **اشھدان لاالہ الااللہ واشھدان محمد رسول اللہ** حضرت فاروق اعظمؓ سے پوچھا کیا بات ہے تو کہا میں اللہ کے لئے مسلمان ہو گیا ہوں حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا کیا اس کا کوئی سبب ہے اس نے کہا ہاں بات یہ ہے کہ میں نے تورات، انجیل، زبور اور انبیاء سابقین کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں مگر حال میں ایک مسلمان قیدی قرآن مجید کی ایک آیت پڑھ رہا تھا اس سے معلوم ہوا کہ اس چھوٹی سی آیت نے تمام پرانی آسمانی کتابوں کو اپنے اندر سمو لیا ہے تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے فاروق اعظمؓ نے پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے تو اس رومی دہقانی نے یہی آیت مذکورہ تلاوت کی اور اس کے ساتھ اس کی تفسیر بھی عجیب وغریب اس طرح بیان کی کہ **من یطع اللہ** فرائض الٰہیہ سے متعلق ہے، **ورسولہ** سنت نبوی سے متعلق ہے

اوریخش اللہ گزشتہ عمر سے متعلق ہے ویتقہ آئندہ باقی عمر سے متعلق ہے۔

جب انسان ان چار چیزوں پر عمل کرنے لگے تو اس کو **اولئک ھم الفائزون** کی بشارت ہے اور کامیاب فائزوہ شخص ہے جو جہنم سے نجات پائے اور جنت میں اس کوٹھکانا ملے فاروق اعظمؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ نبی کریمؐ کے کلام میں اس کی تصدیق موجود ہے آپؐ نے فرمایا ہے اوتیت **جوامع الکلم** یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے جامع کلمات عطا فرمائے ہیں جن کے لفظ مختصر اور معانی نہایت وسیع ہیں۔

ہدایت

اب تک ہم نے قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت وفرمانبرداری سے متعلق بالتفصل بیان کیا اب ہم ایسی آیتیں پیش کررہے ہیں جن کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو آپؐ کی نافرمانی کرتے ہیں، ان آیات سے معلوم ومحسوس ہوگا کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا انجام کیا ہوتا ہے اس کی وعیدیں کس قدر خوفناک ہیں؟

پانچواں باب

آپ ﷺ کی نافرمانی کے نتائج

منافقوں کی نافرمانی

ویقولون طاعة فاذا برزوا من عندک بیت طائفة منهم غیر الذی تقول واللہ یکتب مایبیتون فاعرض عنهم وتوکل علی اللہ وکفی باللہ وکیلا.(۸۱ النساء)

اور یہ منافق لوگ آپ کے احکام سن کر آپ کے سامنے زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہمارا کام آپ کی اطاعت کرنا ہے پھر جب آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو شب کے وقت پوشیدہ مشورے کرتے ہیں ان میں کی ایک جماعت یعنی ان کے سرداروں کی جماعت برخلاف اس کے جو کچھ زبان سے کہہ چکے تھے اور اللہ تعالی سرکاری روزنامچے بھی لکھتے جاتے ہیں جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کیا کرتے ہیں سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے اور اللہ تعالی کے حوالہ کیجئے اور اللہ تعالی کافی کارساز ہیں۔

ایمان صرف زبان سے اقرار کا نام نہیں بلکہ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے اور اپنے اعضاء وجوارح سے اللہ ورسول کے احکامات کی روشنی میں عمل کرنے کا نام ایمان ہے، حضورؐ کے زمانے میں ایک طرف کافر تھے جو نہ زبان سے آپؐ کے سچے ہونے کا اقرار کرتے تھے اور نہ دل سے تصدیق کرتے تھے اور دوسرے وہ مسلمان تھے جو زبان سے اقرار بھی کرتے تھے اور دل سے توحید ورسالت کی تصدیق بھی کرتے تھے ان دونوں کے درمیان ایک خطرناک گروہ تھا جس کا بدترین طریقہ یہ تھا کہ نبی کی نگاہوں کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کرتا، نبی رحمتؐ کی مدح سرائی اور ظاہری طور پر آپؐ کی اطاعت کا عہد کرتا اور جب آپؐ کی خدمت سے نکل جاتے اور کافروں میں پہنچتا تو وہ نافرمان بن جاتا، وہ زبان سے اطاعت کرنے کا عہد کرتا اور عمل میں آپؐ کی مخالفت کرتے یہ منافقین کا گروہ تھا جسکی عادت تھی جس کو مذکورہ آیت میں بیان کیا گیا۔

مومن ومسلمان کا شیوہ ان منافقوں جیسا نہیں ہوتا وہ جہاں زبان سے اطاعت کی بات کرتے ہیں اپنے اعضاء وجوارح سے اس کا ثبوت بھی پیش کرتے ہیں، سورۃ نور کی آیت نمبر ۴۷ میں بھی منافقین کی ان حرکت کو یوں بیان کیا گیا کہ **ویقولون امنا باللہ وبالرسول واطعنا ثم یتولی فریق منهم من بعد ذالک وماأولئک بالمومنین،** اور یہ منافق لوگ زبان سے دعوی تو کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے اور حکم مانا پھر اس کے بعد ان میں کا ایک گروہ سرتابی کرتا ہے اور یہ لوگ بالکل ایمان نہیں رکھتے۔

نافرمانی کی سزا دوزخ

ومن یعص اللہ و رسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین.(۱۴ النساء)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جائے گا اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کریں گے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے۔

مومن بندے حقیقت میں آزاد نہیں ہوتے وہ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے ضابطوں کے پابند ہوتے ہیں مومن بندوں کی بھلائی ان ضابطوں کی پابندی میں ہے اور ان ضابطوں اور حدود کو پامال کرنے والے بندوں کیلئے ذلت اور رسوائی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دردناک عذاب بھی، مذکورہ آیت میں اسی حقیقت کو سمجھایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں گے اور اللہ کے ان ضابطوں سے (جن کے مجموعہ کو شریعت مطہرہ کہا جاتا ہے) نکل جائیں گے ان کیلئے یہی سزا ہوگی کہ ان کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا اور یہ دوزخ بھی اس نافرمانی کی سزا میں ہمیشہ ہمیشہ ان کے مقدر میں ہوگی اور سزا بھی ایسی دی جائے گی کہ جس میں ذلت ورسوائی ہوگی، جو لوگ دنیا کی متاع قلیل کیلئے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی جرأت کرتے ہیں انہیں یہ سوچ لینا چاہیے کہ وہ چھوٹی چیز کے پانے کیلئے بڑی چیز (جنت) کھو رہے ہیں اور عارضی آرام کی خاطر ہمیشہ کی تکلیف اور ابدی عذاب (دوزخ کی آگ) کا مزہ چکھنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

آپ ﷺ کی نافرمانی ذلت کا باعث

یومئذ یود الذین کفروا وعصوا الرسول لو تسوی بھم الارض ولا یکتمون اللہ حدیثا.(۴۲ النساء)

اس روز یہ حال ہوگا کہ جن لوگوں نے دنیا میں کفر کیا ہوگا اور رسول کا کہنا نہ مانا ہوگا وہ اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش اس وقت ہم زمین کے پیوند ہو جائیں تا کہ اس رسوائی اور آفت سے محفوظ رہیں اور اللہ تعالی سے کسی بات کو چھپا بھی نہ سکیں گے۔

جن کافروں نے اس دنیا میں کفر کیا تھا اور اپنی زندگی رسول رحمت ؐ کی نافرمانی میں گزاری تھی وہ لوگ قیامت کے دن میدان محشر میں اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش زمین پھٹ جاتی اور ہم اس میں دھنس کر مٹی بن جاتے اور آج کی اس ذلت ورسوائی اور حساب وکتاب اور عقاب وعذاب سے

نجات پا لیتے ؟ لیکن ان کی یہ تمنا ادھوری رہ جائے گی اور کفر اور نافرمانی کی سزا ان کو مل کر رہے گی۔

اس آیت ربانی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کفر اور نافرمانی رسول کا انجام ذلت اور عذاب ہوتا ہے قیامت کے دن کی ذلت اور اس دن کے عذاب سے بچنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ایمان اور اطاعت رسول کے ساتھ زندگی گزاری جائے۔

آپ ﷺ کے دین کی مخالفت کا انجام

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی ونصله جهنم وساء ت مصیرا.(115 النساء)

اور جو شخص رسول مقبول ؐ کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ حق کام ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا دینی راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ ہولیا تو ہم اس کو اس دنیا میں جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

اس آیت میں دو گناہ بتلائے گئے ہیں اوران کا انجام بدبھی بتلایا گیا ہے، پہلا گناہ نبی رحمت ؐ کی مخالفت و نافرمانی ہے اور دوسرا گناہ جس کام پر سارے مسلمان متفق ہوں اس کام کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا ہے یہ دونوں جرم ایسے بدترین جرم ہیں کہ ان کی سزا دوزخ کی آگ ہے جو سب سے بری جگہ ہے۔

اس آیت کے ذریعہ ان دو برائیوں سے روکا گیا ہے ایک یہ کہ زندگی کے کسی بھی پہلو میں نبی رحمت ﷺ کی مخالفت نہ کی جائے جو کام بھی کیا جائے آپ ؐ کی اطاعت کے دائرہ میں کیا جائے اور دوسرا یہ کہ جس طریقہ پر صحابۂ کرام ؓ، تابعین و تبع تابعین، اسلافِ امت اولیاء کرام، بزرگان دین اور علماء وفقہاء امت کی ایک عظیم جماعت قائم ہے اسی راستہ پر دنیا کے سارے مسلمان قائم رہیں یہ ایسی جماعت ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی نصرت قائم ہے اگر کوئی شخص اس مبارک راستہ سے ہٹ گیا اور کوئی اور نامبارک راستہ اختیار کرلیا اور نبی کی اطاعت سے منہ موڑا تو اسے یہ جان لینا چاہیے کہ اس نے اپنے ہاتھوں جہنم تیار کر لی ہے، اللہ تعالیٰ تو اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے جب وقت آئے گا اور پکڑیں گے تو سامنے دوزخ کی آگ کی تپش ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پاکیزہ نفوس کے راستہ پر قائم رکھے اور نبی کی اطاعت کرنے کی توفیق و ہمت وطاقت عطا فرمائے۔ (آمین)

آپ ﷺ کی نافرمانی کھلی گمراہی ہے

وما کان لمومن ولامؤمنة اذاقضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص الله ورسوله فقدضل ضللا مبینا. (۳۶ الاحزاب)

اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیدیں کہ پھر ان مومنین کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

اس آیت کے ذریعہ مومنوں اور مسلمانوں کو ایک اصول دیا گیا ہے کہ جب رسول اللہؐ کسی کو کسی کام کا حکم دیدیں تو اس پر وہ کام کرنا واجب ہوتا ہے جب کہ آپؐ نے بطور وجوب وہ حکم دیا ہو، آپؐ کے حکم دیئے جانے کے بعد اب سارا اختیار ختم ہوجاتا ہے، اگر آپؐ کے حکم دیئے جانے کے باوجود وہ کام کوئی نہیں کرے گا تو وہ رب ذوالجلال کی نگاہوں میں گمراہ شخص ہے۔

یہ ہدایت اس وقت دی گئی تھی جب کہ آپؐ نے حضرت زید بن حارثہ کے نکاح کیلئے حضرت زینب بنت جحش کا انتخاب فرما کر پیغام نکاح دیا، چونکہ حضرت زیدؓ پر یہ عرفی عیب لگا ہوا تھا کہ آپ آزاد کردہ غلام ہیں اس لئے حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحشؓ نے اس رشتہ سے انکار کردیا کہ ہم باعتبار خاندان ونسب کے زید بن حارثہ سے اشرف ہیں، ان دونوں بہن بھائی کے اس فیصلہ پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ ہدایت دی گئی کہ جب نبیؐ کسی کام کا حکم دیدیں تو اس پر عمل کرنے نہ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا بلکہ عمل کرنا ہی واجب ہوجاتا ہے، چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو دونوں بہن بھائی اس انکار سے باز آگئے اور نکاح پر حضرت زینبؓ راضی ہوگئیں، چنانچہ یہ نکاح کردیا گیا۔

اس آیت سے یہ بات سامنے آگئی کہ نبی کریمؐ کی نافرمانی کھلی گمراہی ہے، جو لوگ اس دنیا میں اپنے اعمال، اخلاق، معاشرت ومعاملات میں نبی کریمؐ کی اطاعت سے منہ موڑ کر زندگی گزار رہے ہیں اور نافرمانی کر رہے ہیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

آپ ﷺ کے مخالفین دنیا میں بھی ذلیل

ان الذین یحادون الله ورسوله کبتوا کما کبت الذین من قبلهم وقد انزلنا ایات بینت وللکفرین عذاب مهین. (۵ المجادلة)

جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ دنیا میں بھی ایسے ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے

لوگ ذلیل ہوئے اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کئے ہیں اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہوگا۔

تاریخ اسلام سے واقف حضرات کیلئے یہ بات نئی نہیں ہے کہ جن کافروں نے نبی رحمتؐ سے ٹکر لی اور آپؐ کی مخالفت میں میدان میں کود گئے اللہ تعالی نے دنیا ہی میں کس طرح ان کو ذلیل و رسوا کیا؟ مکہ کے وہ سردار جو قوت باز میں کمال رکھتے تھے، بہادری اور جرأت میں اپنا نام رکھتے تھے، مالداری میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے، جنہوں نے سرداری و قیادت میں اپنا لوہا منوالیا تھا، جن کی ایک آواز پر ہزاروں لوگ اٹھ کھڑے ہوتے تھے، جن کے ماتحت ہزاروں شہ سوار تیار رہتے تھے مگر جب رسول رحمت کی مخالفت میں حق کو پست کرنے اور شمع اسلام کو بجھانے کیلئے ان وقت کے سورماوں نے اپنا قدم بڑھایا تو بدر کا میدان ان کی کمزوری، پستی، ذلت، رسوائی، نامرادی، ناکامی اور حسرت کی گواہی دینے لگا اور بڑے بڑے سردار یا تو جہنم کا ایندھن بن گئے یا ذلیل و مجبور ہو کر قیدی بن گئے یا مارے خوف کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگ گئے پھر جو سردار اس جنگ میں بدقسمتی کو بچ گئے تھے انہوں نے انتقام لینے کی سوچی اور اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے موت کا گڑھا کھود لیا اور احد کے میدان میں جمع ہوئے پھر وہاں بھی شکست کا منہ دیکھنا پڑا' شکست کھانے والے جو بچ گئے تھے وہ فتح مکہ کے موقع پر کانپ رہے تھے ان کے جسموں پر لرزہ طاری تھا یہ لرزہ اسی مخالفت رسول کا نتیجہ تھا، یہ وہی دن تھا جس دن حق کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا ہوا اور اللہ تعالی نے نبی رحمتؐ کو اور نبی کی اطاعت کرنے والوں کو فتح، عزت، کامیابی، نجات، کامرانی اور سر بلندی عطا فرمائی تاریخ کے یہ گوشے اس آیت کی ترجمانی کرتے ہیں کہ جو لوگ آج بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں گے وہ ویسے ہی ذلیل ہوں گے جیسے مکہ کے یہ کفار ذلیل و رسوا ہوئے، یہ تو دنیا کی معمولی ذلت ہے آخرت کی ذلت تو اس سے کئی درجے بڑھ کر ہے۔

سرگوشی میں بھی آپ ﷺ کی نافرمانی نہ ہو

یایھاالذین امنوا اذا تناجیتم فلاتتناجوابا لاثم والعدوان ومعصیة الرسول وتناجوابالبر والتقوی واتقواالله الذی الیه تحشرون(۹ المجادلة)

اے ایمان والو! جب تم کسی ضرورت سے سرگوشی کیا کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسولؐ کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو اور نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں کی سرگوشی کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاو گے۔

حضورؐ نے مدینہ ہجرت فرمانے کے بعد یہودیوں سے معاہدہ فرمالیا تھا اس معاہدہ کی وجہ سے یہود

کھل کر تو مسلمانوں کے خلاف کوئی کام نہ کر سکتے تھے مگر اسلام اور مسلمانوں سے دل میں بھرا ہوا بغض نکالنے کا ایک یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب صحابۂ کرامؓ میں سے کسی کو اپنے قریب آتے دیکھتے تو ایک دوسرے سے کاناپوسی کرتے اور پوشیدہ مشوروں کی شکل نکال لیتے اور آنے والے مسلمانوں کی طرف کچھ اشارے کرتے جس سے ان کو یہ خیال پیدا ہوتا کہ ہمارے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کو رنج اور تکلیف ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان والوں کو بھی ہدایت دی کہ جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور سرکشی کے کاموں اور رسول رحمتؐ کی نافرمانی کی باتوں کی سرگوشی مت کرو بلکہ جب بھی آپس میں سرگوشی کرو تو نیک کاموں کیلئے کرو، اس آیت میں ایمان والوں کو نبی رحمتؐ کی نافرمانی سے منع کیا گیا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے دوستی نہیں

لاتجدقوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباء ھم اوابناء ھم اواخوانھم اوعشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الاان حزب اللہ ھم المفلحون.(۲۲ المجادلۃ)

جولوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور رسول کے مخالف ہیں گو ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو۔

ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس شخص کے دل میں کسی شخص کی سچی محبت اور دوستی ہو تو وہ اس دوست کے دشمن سے کبھی محبت اور دوستی نہیں رکھتا بلکہ دوستی کا معیار ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ دوست کے دوست کو دوست بنائے اور دوست کے دشمن سے دوستی کا ہاتھ نہ بڑھائے۔

اس آیت میں ان صحابۂ کرام کی تعریف کی جارہی ہے جن کا ایمان کامل تھا جب ان کے دل میں نبی رحمتؐ کی سچی محبت بیٹھ گئی تو پھر انھوں نے نبی کے دشمنوں سے دوستی چھوڑ دی اور آپؐ سے محبت اور دوستی اس قدر مضبوط تھی کہ اگر انکے باپ یا بیٹے یا کنبہ کے افراد بھی نبی کے دشمن ہوتے تو انکو بھی اپنی

دوستی سے نکال دیتے، انکے نزدیک باپ، بیٹے اور کنبہ سے تعلقات سے بڑھکر آپ ؐ کا تعلق تھا، وہ پیارے پیغمبر ؐ کے اس فرمان کو ہمیشہ ذہنوں میں رکھتے تھے کہ ایمان کی تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ بیوی بچے اور دنیا کے سارے لوگوں سے زیادہ محبت آپ ؐ سے نہ ہو جائے۔

اس آیت کے ذریعہ مومنوں اور مسلمانوں کو اس بات کا درس دیا گیا ہے کہ اللہ اور اسکے رسول کے مخالفین سے دوستی نہ رکھیں، ہاں کافروں کے ساتھ حسن سلوک، ہمدردی اور خیر خواہی ضرور کی جائے گی، تجارتی اور اقتصادی معاملات ان سے کئے جائیں گے لیکن وہ قلبی محبت اور وہ دوستی جو ایک مسلمان اور دوسرے مسلمان کے درمیان میں ہوتی ہے ایسی دوستی ان کافروں سے نہیں رکھی جائے گی اس لئے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں، ان مخالفین کے ساتھ ایسے معاملات نہیں رکھے جائیں گے جن کی وجہ سے دین میں نقص اور ایمان میں کمزوری پیدا ہو، اور نیک اعمال کے کرنے میں سستی اور برائیوں کے کرنے کا ذریعہ ہوں۔

آپ ﷺ کی مخالفت کی یہودیوں کو سزا

ولولا ان کتب علیهم الجلاء لعذبهم فی الدنیا ولهم فی الآخرة عذاب النار ذالک بانهم شاقوااالله ورسوله ومن یشاق الله فان الله شدید العقاب.(۴ الحشر)

اور اگر اللہ تعالی ان (یہود) کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ چکا ہوتا تو ان کو دنیا ہی میں قتل کی سزا دینا جس طرح ان کے بعد بنی قریظہ کے ساتھ معاملہ کیا گیا اور دنیا میں اگر چہ کہ عذاب قتل سے بچ گئے لیکن آخرت کی آگ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی اور اس کے رسول ؐ کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے (اور وہی مخالفت رسول کی بھی کی ہے) تو اللہ تعالی سخت سزا دینے والا ہے۔

اس آیت کے سمجھنے کیلئے دور رسالت میں مدینہ میں آباد یہودیوں کی شرارت ناپاک سازش اور ان کی جلاوطنی کے واقعہ کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے تا کہ یہ بات سمجھ میں آجائے کہ یہودیوں کو جلاوطنی کی دنیوی ذلت اور آخرت میں دوزخ کے عذاب کی سزا کیوں دی گئی؟

واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہود سے صلح کا معاہدہ ہو چکا تھا اور ان یہودیوں کے مختلف قبائل میں ایک قبیلہ بنو نضیر کا تھا وہ بھی معاہدۂ صلح میں داخل تھا، اور یہ لوگ مدینہ طیبہ سے دو میل پر رہتے تھے، ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ سے دو قتل ہو گئے تھے جس کا خوں بہا سب کو مل کر ادا کرنا تھا، آپ ؐ نے اپنے مسلمانوں سے اس کے لئے چندہ حاصل کیا، پھر یہ ارادہ ہوا کہ یہود بھی از روئے صلحنامہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں خونبہا کی رقم میں ان کو

بھی شریک کیا جائے، اس کام کیلئے آنخضرت ﷺ قبیلہء بنونضیر کے پاس تشریف لے گئے، انھوں نے یہ سازش کی کہ آپ ؐ کو قتل کردینے کا موقع ہمارے ہاتھ آگیا، اس لئے آنحصرت ﷺ کو ایک جگہ بٹھلا دیا، اور کہا کہ ہم خونبہا کی رقم جمع کرنے کا انتظام کرتے ہیں، اور خفیہ مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ جس دیوار کے نیچے آپ ؐ تشریف فرما ہیں کوئی شخص اوپر چڑھ کر کوئی بڑا بھاری پتھر آپ ؐ کے اوپر چھوڑ دے کہ آپ ؐ کا کام تمام ہو جائے، آپ ؐ کو فوراً بذریعہ وحی ان کی یہ سازش معلوم ہوگئی، آپ ؐ وہاں سے اٹھ کر واپس تشریف لائے اور ان سے کہلا بھیجا کہ تم نے عہد شکنی کر کے صلح توڑ دی اس لئے اب تمہیں دس روز کی مہلت دی جاتی ہے اس میں تم جہاں چاہو چلے جاؤ، اس مدت کے بعد جو شخص یہاں نظر آوے گا اس کی گردن ماردی جاوے گی، انھوں نے چلے جانے کا ارادہ کیا تو عبداللہ ابن ابی منافق نے ان کو روکا کہ کہیں نہ جاؤ، میرے پاس دو ہزار آدمیوں کی جمعیت ہے جو اپنی جان دیدیں گے، تم پر آنچ نہ آنے دیں گے، اور روح المعانی میں ابن اسحٰق کی روایت سے اس میں عبداللہ کے ساتھ ودیعہ بن مالک اور سوید کا شریک ہونا بھی لکھا ہے، یہ لوگ ان کے کہنے میں آگئے اور آنخضرت ﷺ سے کہلا بھیجا کہ ہم کہیں نہیں جائیں گے، آپ ؐ سے جو کچھ ہو سکے کر لیجئے، آپ ؐ صحابۂ کرامؓ کے ساتھ اس قلعہ پر حملہ آور ہوئے اور یہ لوگ قلعہ بند ہوگئے، اور منافقین منہ چھپا کر بیٹھ گئے، آپ ؐ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے درخت جلوا دیئے، کچھ کٹوا دیئے، آخر تنگ آ کر انھوں نے جلاوطن ہونا منظور کر لیا، آپ ؐ نے اس حال میں بھی ان کے ساتھ یہ رعایت کی کہ حکم دیدیا کہ جتنا سامان تم ساتھ لے جا سکتے ہو لیجاؤ، بجز ہتھیار کے وہ ضبط کر لئے جاویں گے، یہ لوگ نکل کر کچھ شام میں چلے گئے، کچھ خیبر میں اور حرص دنیا کی وجہ سے اپنے گھروں کے تختے، کواڑ تک اکھاڑ کر لے گئے اور یہ قصہ غزوۂ بدر کے بعد ربیع الاول ۴ہجری میں پیش آیا، پھر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کو دوسرے یہود کے ساتھ ملک شام کی طرف نکال دیا، یہ دونوں جلاوطنی حشر اول اور حشر ثانی کہلاتی ہیں، کذافی زادالمعاد۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نبی رحمت ؐ کی مخالفت کی سزا کس قدر سنگین ہوتی ہے' ذلت' رسوائی اور جلاوطنی کی زندگی۔

آپ ﷺ کی مخالفت کی کافروں کو سزا

اذیوحی ربک الی الملئکه .انی معکم فثبتواالذین امنواسالقی فی قلوب الذین کفرواالرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوامنهم کل بنان ذلک بانهم شاقوااللہ ورسوله ومن یشاقق اللہ ورسوله فان اللہ شدید العقاب.(۱۳..)

کفار مکہ نے نبی رحمتؐ کی جو مخالفت کی اس مخالفت کی سزا جنگ بدر میں فرشتوں کے ذریعہ دی گئی،اس کا تذکرہ اس آیت مں ے ہے کہ جنگ بدر کے میدان کارزار میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد کیلئے جن فرشتوں کو بھیجا تھا ان فرشتوں سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاو میں ابھی کفار کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں سو تم کفار کی گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مقابلہ میں ایمان والوں کی فرشتوں کے ذریعہ اس حوصلہ افزائی اور نصرت اور کافروں کو مارنے اور سزا دینے کی وجہ یہ بتائی کہ ان کافروں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید اور سخت ہوتا ہے۔

اس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ رسولؐ کی مخالفت کی سزا کس طرح ملتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول کریمؐ کی اطاعت کرنے اور نافرمانی سے بچنے کی قوت اور توفیق عطا فرمائے۔

آپ ﷺ کو ایذا دینے والوں پر عذاب

والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم.(۱ ٦ التوبہ)

اور جو لوگ رسول اللہؐ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان لوگوں کیلئے دردناک سزا ہوگی۔

دور رسالت میں منافق نبی کریمؐ کو مختلف باتوں سے ایذائیں پہنچاتے تھے،کفار مکہ سے حضورؐ کو زیادہ تر جسمانی تکلیف پہنچتی تھی اور مدینۂ منورہ میں منافقوں اور یہودیوں سے زیادہ تر ذہنی اور قلبی تکلیف پہنچتی تھی،ظاہر ہے کہ جسمانی تکلیف سے بڑھ کر ذہنی اور قلبی تکلیف ہوتی ہے،منافقوں کی ذہنی و قلبی ایذارسانی کو سورۂ توبہ کی آیت نمبر ٦۱ میں بیان کیا گیا ہے واقعہ یہ ہے کہ منافق لوگ حضورؐ کے متعلق بطور مذاق و تمسخر یہ کہتے تھے کہ ''وہ تو بس کان ہیں''،یعنی آپؐ جو کچھ کسی سے سن لیتے ہیں اسی پر یقین کر لیتے ہیں اس لئے ہمیں کچھ فکر نہیں اگر ہماری سازش کھل بھی گئی تو ہم پھر قسم کھا کر آپؐ کو اپنی براءت کا یقین دلا دینگے جسکے جواب میں حق تعالیٰ نے ان کی اس حماقت کو واضح کر دیا کہ وہ جو منافق اور مخالف لوگوں کی غلط باتوں کو سن کر آپؐ اپنے اچھے اخلاق کی بنا پر خاموش رہتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھو کہ آپؐ کو حقیقت حال کی سمجھ نہیں صرف تمہارے کہنے پر یقین نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ سب کی پوری پوری حقیقت سے باخبر ہیں تمہاری غلط باتیں سن کر وہ تمہاری سچائی کے قائل نہیں ہو جاتے البتہ اپنی شرافت کی بنا پر تمہارے منہ پر تمہاری تردید نہیں کرتے۔

منافقوں کی اس چالبازی کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالی نے ان کے حق میں یہ بات بیان کردی کہ جو لوگ اللہ کے رسول ؐ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان لوگوں کیلئے دردناک سزا ہوگی۔

مومنوں اور مسلمانوں کو اپنی زندگی میں بہت محتاط رہنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپؐ کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہم وہ کام کریں جس سے آپ ؐ کو قلبی اور ذہنی تکلیف پہنچ جائے اور اس وعید میں ہم بھی داخل ہو جائیں۔

اللهم احفظنا منه. اللہ ہماری اس سے حفاظت فرمادے

چھٹواں باب

وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ سے سوال کیا گیا اور آپ ﷺ نے وحی الٰہی کے مطابق جواب دیا

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں

(۱)یسئلونک ماذاینفقون قل ماانفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتمی والمسکین وابن السبیل وماتفعلوا من خیر فان اللہ به علیم. (۲۱۵ البقرۃ)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ثواب کے واسطے کیا چیز خرچ کیا کریں اور کس موقع پر صرف کیا کریں آپ فرمادیجئے کہ جو مال تم کو صرف کرنا ہو سو اس کی تعیین تو تمہاری ہمت پر ہے مگر ہاں موقع ہم بتلاتے ہیں کہ ماں باپ کا حق ہے اور قرابت داروں اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا اور جونسا نیک کام کروگے خواہ راہِ خدا میں خرچ کرنا ہو یا اور کچھ ہو سو اللہ تعالی کو اس کی خوب خبر ہے وہ اس پر ثواب دیں گے۔

(۲)یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فیه قل قتال فیه کبیر وصدعن سبیل اللہ وکفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اکبر عنداللہ والفتنة اکبر من القتل.(۲۱۷ البقرۃ)

لوگ آپ سے شہرحرام میں قتال کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس میں خاص طور پر قتال کرنا جرم عظیم ہے اور اللہ تعالی کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ تعالی کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کے ساتھ کفر کرنا اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے ان کو اس سے خارج کر دینا سو یہ حرکتیں شہرحرام میں قتال کرنے سے بھی زیادہ جرم عظیم ہیں اللہ تعالی کے نزدیک اور ایسی فتنہ پردازی کرنا قتل سے بڑھ کر ہے۔

(۳)یسئلونک عن الخمروالمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبرمن نفعهما(۲۱۹ البقرہ)

لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ ان دونوں چیزوں کے استعمال کی بڑی بڑی باتیں بھی پیدا ہوجاتی ہیں اور لوگوں کو بعضے فائدے بھی ہیں اور وہ گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں، اس لئے دونوں قابل ترک ہیں۔

(۴)یسئلونک ماذاینفقون قل العفو کذالک یبین اللہ لکم الایت لعلکم تتفکرون.(۲۱۹ البقرہ)

لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجئے جو بچے اپنے خرچ سے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے حکم تاکہ تم فکر کرو۔

(۵)ویسئلونک عن الیتمی قل اصلاح لهم خیر وان تخالطوهم فاخوانکم واللہ یعلم المفسدمن المصلح ولوشاء اللہ لاعنتکم ان اللہ عزیز حکیم.(۲۲۰ البقرہ)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں یتیموں کا حکم کہہ دیجئے کہ ان کے کام کا سنوارنا بہتر ہے اور اگر ان کا

خرچ ملا لوتو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے اور سنوارنے والے کو اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈالتا بے شک اللہ زبردست ہے تدبیر والا۔

(۶)ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولاتقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ ان اللہ یحب التواین ویحب المتطھرین.(۲۲۲ البقرہ)

اور آپ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا، کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو عورتوں سے حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہوان کے جب تک پاک نہ ہوویں پھر جب خوب پاک ہو جاویں تو جاؤ ان کے پاس جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے بیشک اللہ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنے والے اور پسند آتے ہیں گندگی سے بچنے والے۔

(۷)یسئلک اھل الکتب ان تنزل علیھم کتبا من السماء فقدسالوا موسیٰ اکبر من ذالک فقالوا ارنا اللہ جھرۃ فاخذتھم الصعقۃ بظلمھم.

(اے محمدؐ) آپ سے اہل کتاب یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپؐ ان کے پاس ایک خاص نوشتہ آسمان سے منگوادیں سوانہوں نے یعنی اس فرقہ کے جولوگ حضرت موسیٰؑ کے وقت موجود تھے انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑی بات کی درخواست کی تھی اور یوں کہا تھا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دکھلا دو جس پر ان کی گستاخی کے سبب ان پر کڑک بجلی کی آپڑی۔

(۸)یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکللۃ.ان امرؤا ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ماترک وھویر ثھا ان لم یکن لھا ولد فان کانتا اثنتیں فلھما الثلثن مماترک وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین یبین اللہ لکم ان تضلوا واللہ بکل شیی علیم. (۱۷۶ النساء)

لوگ آپ سے میراث کلالہ کے بارے میں یعنی جس کے نہ اولاد ہو نہ ماں باپ ہوں حکم دریافت کرتے ہیں آپؐ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مرجائے جس کی اولاد نہ ہو یعنی نہ مذکر نہ مونث اور نہ ماں باپ ہوں اور اس کے ایک عینی یا علاتی بہن ہو تو اس بہن کو اسکے تمام ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ شخص اس اپنی بہن کا وارث ہوگا۔

(۹)یسئلونک ماذااحل لھم قل احل لکم الطیبت. (۴/المائدہ)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جانور ان کیلئے حلال کئے گئے ہیں؟ آپ فرمادیجئے کہ تمہارے لئے کل حلال جانور حلال رکھے گئے ہیں۔(تفسیر دیکھ لیں)

(۱۰)ویسئلونک عن الروح قل الروح من امرربی وماواوتیتم من العلم الاقلیلا.(۸۵ بنی اسرائیل)

اورلوگ آپ سے روح کی حقیقت کے بارے میں پوچھتے ہیں؟ آپ جواب میں فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہےاورتم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

(۱۱)ویسئلونک عن ذی القرنین قل ساتلواعلیکم منه ذکرا(۸۳الکھف)

آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں؟ آپ فرمادیجئے کہ میں اس کا ذکرابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔

(۱۲)ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھاربی نسفا.(۱۰۵ طه)

لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا؟ آپ فرمادیجئے کہ میرارب ان کوریزہ ریزہ کرکے بالکل اڑادے گا۔

(۱۳)یسئلونک عن الساعة ایان مرسھا قل انما علمھا عندربی لایجلیھا لوقتھا الاھو. (۱۸۷: سورة الاعراف)

لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اسکاوقوع کب ہوگا؟ آپ فرمادیجئے کہ اس کا یہ علم کہ کب واقع ہوگی صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پراس کواللہ کے سوا کوئی اورظاہر نہ کرے گا۔

(۱۴)یسئلونک کانک حفی عنھا قل انما علمھا عنداللہ ولکن اکثر الناس لایعلمون .(۱۸۷ الاعراف)

وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس کاعلم خاص اللہ ہی کے پاس ہے،لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(۱۵)یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول فاتقوااللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوااللہ ورسوله ان کنتم مومنین.(۱ النفال)

یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں؟ آپ فرمادیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں توتم اللہ سے ڈرواوراپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرواوراللہ کی اوراس کے رسول کی اطاعت کرواگرتم ایمان والے ہو۔

ساتواں باب

وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی

حضور ﷺ کو مکہ کے مشرکین، مدینہ کے یہود و نصاریٰ اور منافقین کی جانب سے جب بھی ایذائیں اور تکلیفیں دی گئیں اور آپؐ کے ساتھ ان سب کا رویہ جب بھی غم والم کا ذریعہ بنتا رہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے غم والم کے موقع پر اپنے آفاقی کلام کے ذریعہ تسلی دی ہے قرآن مجید میں ایسی تقریباً تیس آیتیں ہیں جن آیتوں کے ذریعہ آپؐ کو تسلی دی گئی، ہم نے ان آیات کو یہاں جمع کیا ہے۔

پیغمبر! آپ غم نہ کیجئے

ولقداتینک سبعا من المثانی والقرآن العظیم لاتمدن عینیک الی مامتعنا به ازواجا منهم ولا تحزن علیهم واخفض جناحک للمؤمنین. (۸۸ الحجر)

اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جونماز میں مکرر پڑھی جاتی ہیں اور وہ قرآن عظیم دیا، اور آپؐ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی اس چیز کو نہ دیکھیئے جو کہ ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے کیلئے دے رکھی ہیں اوران پر کچھ غم نہ کیجئے اور مسلمانوں پر شفقت رکھیئے۔

ان دو آیتوں کے ذریعہ آپؐ کو اس حقیقت سے باخبر کیا گیا ہے کہ پیغمبر! آپ یہ مت دیکھیے کہ آپ کے دشمن آپ کے ساتھ کیا برتاو کرتے ہیں بلکہ آپؐ اپنی نگاہیں اس جانب مبذول فرمائیے کہ ہمارا معاملہ آپؐ کے ساتھ کیسا ہے؟ ہماری طرف سے آپ کے ساتھ کس قدر لطف وعنایتیں اور مہربانیاں ہیں یہ کافر لوگ چاہے آپ کی ناقدری کریں مگر ہم تو آپ کے قدردان ہیں، یہ دیکھیے نا! کہ ہم نے کس قدر بڑی اور بھاری نعمت آپکو دی کہ سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں ہم نے آپکو دی ہیں یہ وہ آیتیں ہیں کہ آپکی امت کا ہر مسلمان جب بھی نماز پڑھے گا تو ہر نماز کی ہر رکعت میں ان آیات کو پڑھے گا بار باران آیتوں کو پڑھے گا ہم نے ایسی بھاری نعمت آپ کو دی ہے کہ اس میں اسلام کے سارے اصول سما گئے ہیں، ہم نے آپ کو ام القرآن (قرآن کی ماں) دی ہے، آپ لوگوں کے سلوک اور ظالمانہ رویہ پر نگاہ مت ڈالیے ان ظالموں کی مخالفت اور سرکشی کی طرف توجہ مت کیجئے آپ ہماری طرف دیکھیئے آپ کے دل کو سکون ملے گا اور سرور واطمینان بھی آپ کو نصیب ہوگا۔

آپ کے مقابلہ میں ہم نے ان کافروں کو جو چیزیں اور زندگی کا سامان اور مال ودولت دے رکھی ہے اس کی کوئی قدر وقیمت ہمارے پاس نہیں ہے، آپ کو جو چیز ہم نے دی ہے اس کے مقابلہ میں ان کو دی ہوئی چیز کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے، آپ اپنی نگاہیں اٹھا کر بھی اُس چیز کو نہ دیکھیے جو ہم نے ان کافروں مجوسیوں، یہودیوں اور نصاریٰ کو دے رکھی ہیں۔

پیغمبر! ہم نے باقی رہنے والی چیز آپ کو دی ہے اور فنا ہونے والی چیز ان کو دے رکھی ہے اس لئے آپؐ اس طرف توجہ نہ دیجئے اور ان کافروں کے کفر وشرک اور خلاف ورزی کی فکر میں نہ پڑیئے آپ کیوں ان کا غم کرتے ہیں ان **علیک الاالبلغ** آپ کا کام تو صاف پہنچا دینا ہے آپ نے اپنا کام کر دیا اگر وہ اس کے باوجود بھی اپنے کفر پر قائم ہیں تو وہ اپنا نقصان کر رہے ہیں اس میں آپؐ کا کیا نقصان ہے، آپ مسلمانوں پر شفقت کرتے رہے۔

معلوم یہ ہوا کہ جہاں جہاں آپ ؐ کو قلبی تکلیف ہوئی اور آپ ؐ حزن وملال کی کیفیت سے دوچار ہوئے رب ذوالجلال نے آپ کو تسلی دی کس قدر خوش نصیب ہیں وہ پیغمبر جن کو بالراست رب کائنات نے تسلی دی ہے۔

پیغمبر! آپ صبر کیجئے

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصبرين واصبروما صبرک الابالله ولاتحزن عليهم ولاتک فی ضيق مما يمکرون ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون .

پس اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاو کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے اور آپ ؐ صبر کیجئے اور آپ ؐ کا صبر کرنا خدا ہی کی توفیق خاص سے ہے پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہوں اللہ تعالی ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور نیک کردار ہوتے ہیں۔

جنگ احد کے موقع پر ایک طرف ستر صحابہؓ کرام کی شہادت ہوئی دوسری طرف حضرت حمزہؓ کو قتل کر کے بڑی بے دردی کے ساتھ مثلہ کیا گیا آپؓ کے کان، ناک وغیرہ کاٹ دیئے گئے پیٹ چاک کیا گیا، اور تیسرا یہ کہ خود آپ ؐ زخمی ہوئے آپ ؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے، ان حالات میں آپ ؐ کو کس قدر تکلیف ہوئی ہوگی اس کا اندازہ ہر سلیم الطبع شخص کرسکتا ہے، ان تمام میں سب سے بڑا غم آپ ؐ کو آپ ؐ کے چچا حضرت حمزہ کی شہادت کا تھا، آپ ؐ نے اس منظر کو دیکھ کر سخت صدمہ کی حالت میں فرمایا تھا کہ میں حمزہؓ کے بدلہ میں مشرکین کے ستر آدمیوں کو اسی طرح مثلہ کروں گا جیسا انہوں نے حمزہؓ کے ساتھ کیا۔ اس وقت یہ مذکورہ آیتیں نازل ہوئیں اس پر آپ ؐ کو متنبہ فرمایا گیا کہ پیغمبر! آپ کو بدلہ لینے کا حق تو ہے مگر اسی مقدار اور پیمانہ پر حق ہے جس مقدار کا ظلم کیا گیا ہے ایک آدمی یا چند آدمیوں کے قتل کا بدلہ ستر آدمیوں سے لینا درست نہیں۔ آپ کو بدلہ لینے کی اجازت تو ہے لیکن آپ مجرموں کو معاف ہی کردیں اور ان پر احسان کردیں تو زیادہ بہتر ہے، ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ ؐ نے فرمایا کہ اب ہم صبر ہی کریں گے کسی ایک سے بھی بدلہ نہیں لیں گے، آپ ؐ کو حکم دیا گیا کہ آپ صبر کیجئے اور یہ بھی یاد رکھیئے کہ آپ اگر صبر بھی کرینگے تو یہ صبر اللہ کی مدد سے ہوگا اور جو کچھ کہ ہوا آپ اس پر غم نہ کیجئے اور یہ یاد رکھیئے کہ اگر کافروں کے ساتھ زیادہ سپاہی ہیں، ان کی جمعیت زیادہ ہے ان کی مادی طاقت زیادہ ہے ان کے پاس جنگی ساز وسامان زیادہ ہے تو آپ یہ بات ذہن میں رکھیئے کہ

ہم آپ کے ساتھ ہیں ہمارا قانون یہ ہے کہ ہم نیکو کاروں اور متقیوں کے ساتھ ہوتے ہیں، جب ہم آپ کے ساتھ ہیں تو پھر فکر کس بات کی؟

پیغمبر! منافقوں اور یہودیوں کی ایذا رسانی کی وجہ سے غم نہ کیجیے

یایھاالرسول لایحزنک الذین یسارعون فی الکفرمن الذین قالوا امنا بافواھھم ولم تومن قلوبھم ومن الذین ھادوا سمعون للکذب سمعون لقوم اخرین لم یاتوک. (۴۱/المائدہ)

اے رسول! آپ غم نہ کیجئے ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کیلئے وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے جو آپ تک نہیں آئی۔

جب نبی کریمؐ مدینہ منورہ تشریف لائے اور شریعت اسلام کا عجیب وغریب نظام یہودیوں کے سامنے آیا جس میں سہولت اور آسانی کی بڑی رعایتیں بھی تھیں اور جرائم کی روک تھام کیلئے سزاوں کا ایک معقول انتظام بھی تھا اس وقت ان لوگوں کو جو تورات کی سخت سزاوں کو بدل کر آسان کر لیا کرتے تھے یہ موقع بھی ہاتھ آیا کہ ایسے معاملات میں رسول کریمؐ کو حکم بنادیں تا کہ آپ کی شریعت کے آسان اور نرم احکام سے فائدہ بھی اٹھالیں اور تورات کی تحریف کے مجرم بھی نہ بنیں مگر اس میں بھی ان یہودیوں کی یہ شرارت رہتی تھی کہ آپ کو باقاعدہ حکم بنانے سے پہلے کسی ذریعہ سے اپنے معاملہ کا حکم بطور فتوی کے معلوم کرلیں پھر آپؐ کا یہ حکم اگر اپنی خواہشات کے موافق ہوتو حکم بنا کر فیصلہ کرالیں ورنہ چھوڑ دیں ظاہر ہے یہودیوں کی مفاد پرستی کی اس صورت میں نبی کریمؐ کی گستاخی تھی اور آپؐ کو اس سے ایذا پہنچتی تھی اسلئے ان آیات کے ذریعہ آپؐ کو ان منافقین اور یہود کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر غمگین نہ ہونے کا حکم دیا گیا اور ایک طرح آپؐ کو تسلی دی گئی۔

پیغمبر! ہمیں آپ کا غم معلوم ہے

ولایحزنک الذین یسارعون فی الکفر انھم لن یضروا اللہ شیئا یرید اللہ ان لایجعل لھم حظافی الآخرۃ ولھم عذاب عظیم(۱۷۶/آل عمران)

اور آپ کیلئے وہ لوگ موجب غم نہ ہونے چاہئیں جو جلدی سے کفر کی باتوں میں جا پڑتے ہیں جیسے منافقین کہ ذرا مسلمانوں کا پلہ ہلکا نظر آیا تو کھلم کھلا کفر کی باتیں کرنے لگتے ہیں یقیناً وہ لوگ اللہ

تعالیٰ کے دین کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اس لئے آپ گو یہ غم تو ہونا نہیں چاہیے کہ ان کی حرکتوں سے اللہ کے دین کو ضرر پہنچ جائے گا اور اگر آپ کو خود ان کا غم ہو کہ یہ بدنصیب کیوں جہنم کی طرف جا رہے ہیں تو بھی آپ غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ آخرت میں ان کو کوئی حصہ نہ دے اور ان لوگوں کو سزائے عظیم بھی ہو گی۔

اس آیت میں بھی حضور کو اس بات کی تسلی دی گئی ہے کہ آپ کافروں کے کفر اور ان کی شرارتوں سے غمگین نہ ہوں، اگر یہ کفار کفر کر رہے ہیں تو اپنا نقصان آپ کر رہے ہیں اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں اور ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا بھی کچھ بگڑنے والا نہیں ہے، اگر یہ کافر کفر میں مبتلا ہیں تو اس کی سزا ان کو دنیا میں بھی ملے گی اور آخرت میں بھی۔ آپ کا کام بس کافروں تک دین حق پہنچا دینا ہے پھر آپ کی ذمہ داری ختم ہے۔

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳۳ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کی تسلی آپ کو دی ہے **قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لایکذبوک ولکن الظلمین بایت اللہ یجحدون.** ہم خوب جانتے ہیں کہ آپؐ کو ان کفار کے اقوال مغموم کرتے ہیں سو آپ غم میں نہ پڑیئے بلکہ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیجئے کیونکہ یہ لوگ براہ راست آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں آپؐ کو یہاں اس طرح بھی تسلی دی گئی کہ پیغمبر! اس دنیا میں صرف آپ ہی کو جھٹلایا نہیں گیا بلکہ آپ سے پہلے کے تمام پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا جس پر انہوں نے صبر کیا، اس لئے آپ بھی صبر کیجئے جس طرح پچھلے انبیاء نے صبر کیا تو ہم نے اپنی مدد بھیجی اگر آپ بھی صبر کریں گے تو ہماری مدد آپ پر بھی بھیجی جائے گی۔

اس آیت کے ذریعہ آپ کو پر اثر تسلی دی گئی ہے۔

آپ ﷺ مجنون نہیں بلکہ نذیر ہیں

اولم یتفکروامابصاحبھم من جنة ان ھوالانذیرمبین. (۱۸۴ الاعراف)

کیا ان لوگوں نے اس بات میں غور نہ کیا کہ ان کا جس سے سابقہ ہے ان کو ذرا بھی جنون نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔

وہ پیغمبر جو اس دنیا میں معلم وداعی الی اللہ بن کر آئے، مبلغ اور ناصح بن کر آئے وہ پیغمبر جو علم وحکمت کا خزانہ لے آئے، وہ پیغمبر جن کی حکمت ودانائی کے سامنے دنیا کے سارے عقلاء وحکماء حیران وششدر رہیں ایسی مقدس ذات گرامی کے بارے میں جنون کا گمان کرنا خود جنون ہے۔

حضورؐ کی یہ امتیازی شان رہی کہ آپؐ کو مکہ کے کفار ایذائیں دیتے تھے اور رب ذوالجلال کی طرف سے ان ایذاوں کا دفاع ہوتا تھا حضورؐ پر مجنون، شاعر، جادوگر اور کاہل ہونے کا الزام مکہ کے کافر لگاتے تھے اور جواب رب ذوالجلال کی طرف سے دیا جاتا تھا اعتراض زمین والوں نے آپؐ پر کیا اور جواب آسمان وزمین کے مالک نے دیا۔

اس آیت میں ان لوگوں کے اس قول کی تردید کی گئی ہے جنہوں نے آپؐ کو مجنون کہا آپ کو مجنون کہنے والے مجنونوں کو رب ذوالجلال نے دعوت فکر دی اور کہا کہ یہ کیوں سوچتے نہیں کہ جس مقدس ہستی کے بارے میں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ مجنون ہیں وہ غور کیوں نہیں کرتے؟ کیوں سوچ بچار کرتے ہوئے کسی اچھے نتیجہ پر نہیں پہنچتے؟ ان کے پاس اس الزام کی کیا دلیل ہے کہ آپؐ مجنون ہیں جبکہ آپ روز وشب ہوش وحواس کے ساتھ وہ کام کر رہے ہیں جس کام کو بڑے سے بڑا عقلمند اور دانا سمجھا جانے والا بھی نہ کر سکا۔

ام یقولون به جنة بل جاء هم بالحق واکثرهم للحق کرهون.

یہ لوگ آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں بلکہ یہ رسول ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں اور ان میں اکثر لوگ حق بات سے نفرت کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو اپنی زبان سے حق بات کہتا ہے وہ مجنون کیسے ہوسکتا ہے مجنون تو وہ ہیں جو حق کو حق نہیں سمجھتے اور انکار کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کی حفاظت کیلئے اللہ کافی ہے

واذیمکر بک الذین کفروا لیثبتوک اویقتلوک اویخرجوک و یمکرون ویمکر الله والله خیر الماکرین. (۳۰ الانفال)

اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت بری بری تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپکو قید کرلیں یا آپکو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر ان تدبیروں کو دفع کرنے کیلئے کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔

جب مدینہ طیبہ سے آنے والے انصار کا مسلمان ہوجانا مکہ میں مشہور ہوا تو قریش مکہ کو یہ فکر دامنگیر ہوگئی کہ اب تک تو ان کا معاملہ صرف مکہ میں دائر تھا جہاں ہر طرح کی قوت ہمارے ہاتھ میں ہے اور اب جب کہ مدینہ میں اسلام پھیلنے لگا اور بہت سے صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچ گئے

تو اب ان کا ایک مرکز مدینہ طیبہ قائم ہو گیا جہاں یہ ہر طرح کی قوت ہمارے خلاف جمع کر سکتے ہیں اور پھر ہم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں، اور ان کو یہ بھی احساس ہو گیا کہ اب تک تو کچھ صحابہ کرام ہی ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے ہیں اب یہ بھی قوی امکان ہے کہ محمد ﷺ بھی وہاں چلے جائیں گے اس لئے رؤساء مکہ نے مشورہ کیلئے دارالندوہ میں ایک خاص مجلس طلب کی۔ دارالندوہ مسجد حرام کے متصل قصی بن کلاب کا مکان تھا جس کو ان لوگوں نے قومی مسائل میں مشورہ اور مجلس کرنے کیلئے مخصوص کر رکھا تھا اور زمانہ اسلام میں اس کو مسجد حرام میں داخل کر لیا گیا ہے۔

حسب عادت اس اہم مشورہ کیلئے قریشی سرداروں کا اجتماع دارالندوہ میں ہوا جس میں ابوجہل۔ نضر بن حارث، عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف۔ ابوسفیان وغیرہ قریش کے تمام نمایاں اشخاص شامل ہوئے اور رسول کریمؐ اور اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کے مقابلہ کی تدبیریں زیرِ غور آئیں۔

ابھی مشورہ کی مجلس شروع ہی ہوئی تھی کہ ابلیس لعین ایک سن رسیدہ عربی شیخ کی صورت میں دارالندوہ کے دروازہ پر آ کھڑا ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم کون ہو کیوں آئے ہو۔ بتلایا کہ میں نجد کا باشندہ ہوں مجھے معلوم ہوا کہ آپ لوگ ایک اہم مشورہ کر رہے ہیں تو قومی ہمدردی کے پیش نظر میں بھی حاضر ہو گیا کہ ممکن ہے میں کوئی مفید مشورہ دے سکوں۔

یہ سن کر اس کو اندر بلا لیا گیا اور مشورہ شروع ہوا تو بیہقی کی روایت کے مطابق ابوالبختری ابن ہشام نے یہ مشورہ پیش کیا کہ ان کو یعنی آنحضرت ﷺ کو آہنی زنجیروں میں قید کر کے مکان کا دروازہ بند کر دیا جائے اور چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ معاذ اللہ وہ آپ اپنی موت مر جائیں، یہ سن کر شیخ نجدی ابلیس لعین نے کہا کہ یہ رائے صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو معاملہ چھپے گا نہیں بلکہ اس کی شہرت دور دور پہنچ جائے گی اور ان کے صحابہ اور رفقاء کے فدائیانہ کارنامے تمہارے سامنے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ لوگ جمع ہو کر تم پر حملہ کر دیں اور اپنے قیدی کو تم سے چھڑا لیں گے۔ سب طرف سے آوازیں اٹھیں کہ شیخ نجدی کی بات صحیح ہے اس کے بعد ابوالاسود نے یہ رائے پیش کی کہ ان کو مکہ سے نکال دیا جائے یہ باہر جا کر جو چاہیں کرتے رہیں ہمارا شہر ان کے فساد سے مامون ہو جائے گا، اور ہمیں کچھ جنگ وجدال بھی کرنا نہ پڑے گا۔

شیخ نجدی یہ سن کر پھر بولا کہ یہ رائے بھی صحیح نہیں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کیسے شیریں کلام آدمی ہیں لوگ ان کا کلام سن کر مفتون اور مسحور ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا گیا تو بہت

جلد اپنی طاقتور جماعت بنالیں گے اورتم پر حملہ کر کے شکست دے دیں گے۔اب ابوجہل بولا کہ جو کرنے کا کام ہےتم میں سے کسی نے نہیں سمجھا۔میری سمجھ میں ایک بات آئی ہے وہ یہ کہ ہم عرب کے سب قبیلوں میں سے ہر قبیلہ کا ایک نوجوان لے لیں اور ہر ایک کو عمدہ کام کرنے والی تلوار دے دیں۔ یہ سب لوگ یکبارگی ان پر حملہ کر کے قتل کر دیں۔ہم ان کے فساد سے تو اس طرح نجات حاصل کرلیں۔اب رہا ان کے قبیلہ بنوعبدمناف کا مطالبہ جوان کے قتل کے سبب ہم پر عائد ہوگا سو ایسی صورت میں جب کہ قتل کسی ایک نے نہیں بلکہ ہر قبیلہ کے ایک ایک شخص نے کیا ہے تو قصاص یعنی جان کے بدلے لینے کا مطالبہ تو باقی نہیں رہ سکتا۔صرف خونبہا یا دیت کے مال کا مطالبہ رہ جائے گا وہ ہم سب قبیلوں سے جمع کر کے ان کو دے دیں گے اور بے فکر ہو جائیں گے۔

شیخ نجدی ابلیس لعین نے یہ سن کر کہا کہ بس رائے یہی ہے اوراس کے سوا کوئی چیز کارگر نہیں۔ پوری مجلس نے اسی کے حق میں رائے دے دی اور آج ہی رات میں اپنا یہ ناپاک عزم پورا کرنے کا تہیہ کرلیا گیا۔

مگر انبیاء علیہم السلام کی غیبی طاقت کو یہ جاہل کیا سمجھ سکتے تھے۔ جبرئیل امین نے ان کے دارالمشورہ کی ساری کیفیت سے رسول اللہ ﷺ کو باخبر کر کے یہ تدبیر بتلائی کہ آج رات آپ اپنے بستر پر آرام نہ کریں اور بتلایا کہ اب اللہ تعالی نے آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

ادھر مشورہ کے مطابق شام ہی سے قریشی نوجوانوں نے سرور دوعالم ﷺ کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔رسول کریم ﷺ نے یہ دیکھا تو حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ،کو حکم دیا کہ آج کی رات وہ آنحضرت ﷺ کے بستر پر آرام کریں اور یہ خوشخبری سنادی کہ اگرچہ بظاہر اس میں آپ کی جان کا خطرہ ہے مگر دشمن آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے اس کام کیلئے اپنے آپ کو پیش کردیا اور آپ کے بستر پر لیٹ گئے مگر اب مشکل یہ درپیش تھی کہ آنحضرت ﷺ اس محاصرہ سے کیسے نکلیں؟اس مشکل کو اللہ تعالی نے ایک معجزہ کے ذریعہ حل کیا وہ یہ کہ بامر الہٰی رسول اللہ ﷺ ایک مٹھی میں مٹی بھر کر باہر تشریف لائے اور محاصرہ کرنے والے جو کچھ آپ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اس کا جواب دیا مگر اللہ تعالی نے ان کی نظروں اور فکروں کو آپ کی طرف سے پھیر دیا کہ کسی نے آپ کو نہ دیکھا حالانکہ آپ ان میں سے ہر ایک کے سر پر خاک ڈالتے ہوئے چلے گئے۔آپ کے تشریف لے جانے کے بعد کسی آنے والے نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کیوں کھڑے ہو تو انہوں نے بتلایا کہ محمد ﷺ کے انتظار میں۔اس نے کہا کہ تم کس خام خیالی میں ہو وہ تو یہاں سے نکل کر جا بھی چکے ہیں اور تم میں سے ہر ایک کے

سر پر خاک ڈالتے ہوئے گئے ہیں۔ان لوگوں نے اپنے اپنے سروں پر ہاتھ رکھا تو اس کی تصدیق ہوئی کہ ہر ایک کے سر پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کے بستر پر لیٹے ہوئے تھے مگر محاصرہ کرنے والوں نے ان کے کروٹیں بدلنے سے پہچان لیا کہ یہ محمد ﷺ نہیں اس لئے قتل پر اقدام نہیں کیا۔صبح تک محاصرہ کرنے کے بعد یہ لوگ خائب وخاسر ہوکر واپس ہو گئے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے نبی کریمؐ کی ایسی غیبی مدد فرمائی کہ جس غیبی مدد سے کافروں کی ساری تدبیریں ناکام ہوگئیں، کافروں اور یہودیوں نے الگ الگ موقعوں پر آپؐ کو قتل کرنے کی تدبیریں کیں مگر دونوں کی تدبیروں کو اللہ تعالی نے ناکام بنا دیا۔

سورۂ انفال کی آیت نمبر ۶۲ میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو اس طرح تسلی دی کہ **وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین.**

وہ لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہیں تو اللہ تعالی آپ کی مدد اور حفاظت کرنے کیلئے کافی ہیں وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی غیبی امداد یعنی ملائکہ سے اور ظاہری امداد یعنی مسلمانوں سے قوت دی۔

اللہ تعالی نے اسی سورۂ انفال کی آیت نمبر ۶۴ میں آپؐ سے خطاب کرتے ہوئے یوں تسلی دی کہ **یایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین**، اے نبی! آپ کیلئے اللہ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا وہ کافی ہیں۔

جس نبی کی حفاظت کیلئے رب کائنات ذمہ دار ہو جائے اس کو دنیا کی کونسی طاقت مٹا سکتی ہے۔

جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

منافقوں کے نامناسب رویہ پر آپ ﷺ کو تسلی

ان تصبک حسنة تسؤھم وان تصبک مصیبة یقولوا قد اخذنا امرنا من قبل ویتولوا وھم فرحون.قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولنا وعلی اللہ فلیتوکل المومنون. (۱۵ التوبة)

اگر آپ کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو وہ ان کیلئے موجب غم ہوتی ہے اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آپڑتا ہے تو خوش ہو کر کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے سے اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر لیا تھا کہ ان کے ساتھ لڑائی وغیرہ میں نہیں گئے اور یہ کہہ کر وہ خوش ہوتے چلے جاتے ہیں آپ فرما دیجئے ایک تو یہ کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑسکتا مگر وہی جو اللہ تعالی نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے وہ ہمارا مالک ہے اور سب

مسلمانوں کو اپنے کام اللہ کے سپرد رکھنے چاہئیں۔

منافقوں کی حالت یہ تھی کہ وہ دل سے مومن نہ ہونے کی وجہ سے حضورؐ کی حقیقی محبت اور عظمت سے محروم تھے اس لئے ان کے دل میں حضورؐ سے زیادہ ان کی جانوں کی فکر تھی ،حضورؐ سے اندرونی دشمنی کی حالت یہ تھی کہ جب آپؐ کو کوئی بھلائی پہنچتی تو بجائے خوش ہونے کے غمزدہ ہوتے تھے اور جب کوئی آپؐ کو تکلیف پہنچتی تو بجائے غم زدہ ہونے کے خوش ہوتے تھے اور اپنے آپ کے اس مصیبت اور تکلیف سے بچنے پر اطمینان کا اظہار کرتے تھے گویا اپنے آپ کو شاباشی دے رہے ہوں، ظاہر ہے کہ منافقوں کا یہ طریقہ آپؐ کیلئے تکلیف وایذا کا باعث تھا منافقین کا یہ طرز آپؐ کی دل شکنی کا ذریعہ تھا اللہ تعالی نے نبی کریمؐ کو ایسے ماحول میں یوں تسلی دی کہ پیغمبر! آپ ان منافقین سے یہ کہہ دیجئے کہ جو کچھ مصیبت ہمیں پہنچتی ہے وہ اللہ کے فیصلہ کی وجہ سے ہی پہنچتی ہے جس نے ہمارے مقدر میں تکلیف اور مصیبت لکھی ہے وہی ہمارا مولی اور آقا ہے وہ اگر تکلیف دینے پر قادر ہے تو تکلیف کو دور کرنے کی بھی طاقت رکھتا ہے، تم منافق ہو تمہاری نظریں اور تمہارا یقین اس ذات پر نہیں ہوتا جس ذات پر ہمیں یقین اور بھروسہ ہوتا ہے ہمارا ایمان ہمیں اللہ تعالی پر توکل کرنے کا درس دیتا ہے۔

سورۂ توبہ کی ان آیتوں کے ذریعہ نبی کریمؐ کو بھرپور تسلی دی گئی ہے۔

آپ ﷺ اور ایمان والوں پر سکینہ کا نزول

ثم انزل الله سكينته على رسوله وعلى المومنين وانزل جنودالم تروها وعذب الذين كفروا وذالک جزاء الكفرين.(۲۶ التوبه)

اس کے بعد اللہ تعالی نے اپنے رسول کے قلب پر اور دوسرے مومنین کے قلوب پر اپنی طرف سے تسلی نازل فرمائی اور مدد کیلئے ایسے لشکر آسمان سے نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالی نے کافروں کو سزا دی۔

حنین، مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے، جو مکہ مکرمہ سے دس میل سے کچھ زیادہ فاصلہ پر واقع ہے، رمضان ۸ ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، اور قریش مکہ نے رسول کریمؐ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تو عرب کا ایک بہت بڑا مشہور بہادر جنگجو اور مالدار قبیلہ ہوازن جس کی ایک شاخ طائف کے رہنے والے بنو ثقیف بھی تھے، ان میں ہلچل مچ گئی، انھوں نے جمع ہو کر یہ کہنا شروع کیا، کہ مکہ فتح ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو کافی قوت حاصل ہو گئی ہے، اس سے فارغ ہونے کے بعد

لازمی ہے کہ ان کا رخ ہماری طرف ہوگا، اس لئے دانشمندی کی بات یہ ہے کہ ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہم خود ان پر حملہ کردیں، اس کام کے لئے قبیلہ ہوازن نے اپنی سب شاخوں کو جو مکہ سے طائف تک پھیلی ہوئی تھیں جمع کرلیا، اس قبیلہ کے سب بڑے چھوٹے بجز معدودے چند افراد کے جن کی تعداد سو (۱۰۰) سے بھی کم تھی، سب ہی جمع ہو گئے۔

اس تحریک کے لیڈر مالک بن عوف تھے، جو بعد میں مسلمان ہو گئے، اور اسلام کے بڑے علمبردار ثابت ہوئے، اس وقت مسلمانوں کے خلاف حملہ کا سب سے زیادہ جوش انہی میں تھا، قبیلہ کی عظیم اکثریت نے ان کی رائے سے اتفاق کرکے جنگ کی تیاریاں شروع کردیں، اس قبیلہ کی چھوٹی چھوٹی دو شاخیں بنوکعب اور بنوکلاب اس رائے سے متفق نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ بصیرت دیدی تھی، انھوں نے کہا کہ اگر مشرق سے مغرب تک ساری دنیا بھی محمدؐ کے خلاف جمع ہو جائے گی تو وہ ان سب پر بھی غالب آئیں گے، ہم خدائی طاقت کے ساتھ جنگ نہیں کرسکتے، باقی سب کے سب نے معاہدے کئے اور مالک ابن عوف نے ان سب کو پوری قوت سے جنگ پر قائم رہنے کی ایک تدبیر یہ کی کہ ہر شخص کے تمام اہل وعیال بھی ساتھ چلیں، اور اپنا اپنا پورا مال بھی ساتھ لے کر نکلیں، جسکا مقصد یہ تھا کہ وہ میدان سے بھاگنے لگیں تو بیوی بچوں اور مال کی محبت انکے پاؤں کی زنجیر بن جائے، میدان سے گریز کا ان کیلئے کوئی موقع نہ رہے ان کی تعداد کے بارے میں اہل تاریخ کے مختلف اقوال ہیں، حافظ حدیث علامہ ابن حجر وغیرہ نے راجح اس کو قرار دیا ہے کہ چوبیس یا اٹھائیس ہزار کا مجمع تھا اور بعض حضرات نے چار ہزار کی تعداد بیان کی ہے، یہ ممکن ہے کہ سب اہل وعیال عورتوں بچوں سمیت تعداد چوبیس یا اٹھائیس ہزار ہو اور لڑنے والے جوان ان میں چار ہزار ہوں۔

بہر حال رسول کریم ﷺ کو مکہ مکرمہ میں ان کے خطرناک عزائم کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ان کے مقابلہ پر جانے کا عزم فرمالیا، مکہ مکرمہ پر حضرت عتابؓ بن اسید کو امیر بنایا، اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان کے ساتھ لوگوں کو اسلامی تعلیمات سکھانے کیلئے چھوڑا، اور قریش مکہ سے اسلحہ اور سامان جنگ عاریت کے طور پر مانگا، صفوان بن امیہ جو قریش کا سردار تھا بول اٹھا کہ کیا آپ یہ سامان جنگ ہم سے غصب کر کے لینا چاہتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ عاریت کے طور پر لیتے ہیں جس کی واپسی ہمارے ذمہ ہوگی، یہ سن کر اس نے سو (۱۰۰) زرہیں مستعار دیں اور نوفل بن حارث نے تین ہزار (۳۰۰۰) نیزے اسی طرح پیش کردیئے امام زہریؒ کی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ چودہ ہزار صحابہ کا لشکر لے کر اس جہاد کی طرف متوجہ ہوئے، جن میں بارہ ہزار انصار مدینہ تھے، جو فتح

مکہ کیلئے آپ کے ساتھ آئے تھے، اور دو ہزار وہ مسلمان تھے جو مکہ اور اطراف مکہ کے لوگوں میں سے بوقت فتح مسلمان ہو گئے تھے، جن کو طلقاء کہا جاتا ہے، شوال کی چھٹی تاریخ ہفتہ کے دن آپؐ اس غزوہ کیلئے نکلے اور فرمایا کہ کل انشاءاللہ ہمارا قیام خیف بنی کنانہ کے اس مقام پر ہوگا، جہاں جمع ہو کر قریش مکہ نے مسلمانوں کے خلاف مقاطعہ کیلئے عہد نامہ لکھا تھا۔

یہ چودہ ہزار مجاہدین کا لشکر تو جہاد کے لئے نکلا، ان کے ساتھ مکہ کے بیشمار لوگ مرد و عورت تماشائی بن کر نکلے، جن کے دلوں میں عموماً یہ تھا کہ اگر اس موقع پر مسلمانوں کو شکست ہو تو ہمیں بھی اپنا انتقام لینے کا موقع ملے گا اور یہ کامیاب ہوں تو بھی ہمارا کوئی نقصان نہیں۔

اسی قسم کے لوگوں میں ایک شیبہ بن عثمان بھی تھے، جنہوں نے بعد میں مسلمان ہو کر خود اپنا واقعہ بیان کیا کہ غزوۂ بدر میں میرا باپ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے اور چچا حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے ہاتھ سے مارا گیا تھا جس کا جوش انتقام اور انتہائی غیظ میرے دل میں تھا، میں اس موقع کو غنیمت جان کر مسلمانوں کے ساتھ ہولیا کہ جب کہیں موقع پاؤں رسول کریم ﷺ پر حملہ کردوں، میں ان کے ساتھ ہو کر ہر وقت موقع کی تلاش میں رہا، یہاں تک کہ اس جہاد کے ابتدائی وقت میں جب کچھ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے اور وہ بھاگنے لگے تو میں موقع پا کر حضورؐ کے قریب پہونچا، مگر دیکھا کہ داہنی طرف حضرت عباسؓ آپؐ کی حفاظت کررہے ہیں، اور بائیں طرف ابوسفیان ابن حارث، اس لئے میں پیچھے کی طرف پہونچ کر ارادہ ہی کر رہا تھا کہ یکبارگی تلوار سے آپ پر حملہ کردوں کہ یکایک آپؐ کی نظر مجھ پر پڑی اور آپؐ نے مجھے آواز دی کہ شیبہ یہاں آؤ، اپنے قریب بلا کر دست مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا اور دعاء کی کہ یا اللہ اس سے شیطان کو دور کردے، اب جو میں نظر اٹھاتا ہوں تو آنحضرت ﷺ میرے دل میں اپنے آنکھ، کان اور جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ کفار کا مقابلہ کرو، اب تو میرا یہ حال تھا کہ میں اپنی جان آپ پر قربان کر رہا تھا اور بڑی بے جگری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا جب آنحضرتؐ اس جہاد سے واپس آئے تو میں خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے میرے دل کے تمام خیالات کی نشاندہی کردی کہ تم مکہ سے اس نیت سے چلے تھے، اور میرے گرد میرے قتل کیلئے گھوم رہے تھے، مگر اللہ تعالی کا ارادہ تم سے نیک کام لینے کا تھا جو ہو کر رہا۔

اسی طرح کا واقعہ نضر بن حارث کو پیش آیا کہ وہ بھی اسی نیت سے حنین گئے تھے، وہاں پہونچ کر اللہ تعالی نے ان کے دل میں رسول کریم ﷺ کی معصومیت اور محبت ڈال دی اور ایک مرد مجاہد بن کر دشمنوں کی صفوں سے ٹکرا گئے۔

اسی سفر میں ابو بردہ بن تیارؓ کو یہ واقعہ پیش آیا کہ وہ بھی اسی نیت سے حنین گئے تھے، وہاں پہونچ کر اللہ تعالی نے ان کے دل میں رسول کریم ﷺ کی معصومیت اور محبت ڈال دی، اور ایک مرد مجاہد بن کر دشمنوں کی صفوں سے ٹکرا گئے۔

اسی سفر میں ابو بردہ بن تیارؓ کو یہ واقعہ پیش آیا کہ مقام اوطاس پر پہنچ کر دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے تشریف رکھتے ہیں، اور ایک اور شخص آپ کے پاس بیٹھا ہے آپؐ نے ذکر فرمایا کہ میں سو گیا تھا، یہ شخص آیا اور میری تلوار اپنے قبضہ میں لے کر میرے سر پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ! اب بتلاؤ تمہیں کون میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ بچا سکتا ہے، یہ سن کر تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی، ابو بردہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اجازت دیجئے کہ میں اس دشمن خدا کی گردن ماردوں، یہ دشمن قوم کا جاسوس معلوم ہوتا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابو بردہ خاموش رہو اللہ تعالی میری حفاظت کرنے والا ہے، جب تک کہ میرا دین سارے دینوں پر غالب نہ آجائے، اور آپؐ نے اس شخص کو کوئی ملامت بھی نہ فرمائی، اور آزاد چھوڑ دیا۔

مقام حنین پر پہونچ کر مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت سہیل بن حنظلہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ خبر لے کر حاضر ہوئے کہ گھوڑ سوار آدمی ابھی دشمن کی طرف سے آیا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ قبیلہ ہوازن پورا کا پورا مع اپنے سب سامان کے مقابلہ پر آ گیا ہے، آنحضرت ﷺ نے یہ سنکر تبسم فرمایا اور کہا کہ پرواہ نہ کرو یہ سارا سامان مسلمانوں کیلئے مال غنیمت بن کر ہاتھ آئیگا۔

اس جگہ ٹھہر کر آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن حداد کو جاسوس بنا کر بھیجا کہ دشمن کے حالات کا پتہ چلائیں، وہ ان کی قوم میں جا کر دو دن رہے، سب حالات دیکھتے سنتے رہے، ان کے لیڈر اور کمانڈر مالک بن عوف کو دیکھا کہ وہ اپنے لوگوں سے کہہ رہا ہے کہ محمد ﷺ کو اب تک کسی بہادر تجربہ کار قوم سے سابقہ نہیں پڑا، مکہ کے بھولے بھالے قریشیوں کا مقابلہ کر کے انھیں اپنی طاقت کا زعم ہو گیا، اب ان کو پتہ لگے گا، تم سب لوگ صبح ہوتے ہی اس طرح صف بندی کرو کہ ہر ایک کے پیچھے اس کے بیوی بچے اور مال ہو اور اپنی تلواروں کی میانوں کو توڑ ڈالو، اور سب مل کر یکبارگی حلہ بولو، یہ لوگ جنگ کے بڑے تجربہ کار تھے، اپنی فوج کے چند دستوں کو مختلف گھاٹیوں میں چھپا دیا تھا۔

اس طرف کفار کے لشکر کی یہ تیاریاں تھیں، دوسری طرف مسلمانوں کا یہ پہلا جہاد تھا، جس میں چودہ ہزار سپاہی مقابلہ کیلئے نکلے تھے اور سامان جنگ بھی ہمیشہ سے زیادہ تھا اور یہ لوگ بدر و احد کے میدانوں میں یہ دیکھ چکے تھے کہ صرف تین سو تیرہ بے سامان لوگوں نے ایک ہزار کے لشکر جرار پر فتح

پائی تو آج اپنی کثرت اور تیاری پر نظر کر کے حاکم اور بزار کی روایت کے مطابق ان میں سے بعض کی زبان سے ایسے کلمات نکل گئے کہ آج تو یہ ممکن نہیں کہ ہم کسی سے مغلوب ہو جائیں آج تو مقابلہ کی دیر ہے کہ دشمن فوراً بھاگے گا۔

مالک الملک والملکوت کو یہی چیز ناپسند تھی کہ اپنی طاقت پر کوئی بھروسہ کیا جائے، چنانچہ مسلمانوں کو اس کا سبق اس طرح ملا کہ جب قبیلہ ہوازن نے قرارداد کے مطابق یکبارگی ہلہ بولا اور گھاٹیوں میں چھپے ہوئے دستوں نے چارطرف سے گھیرا ڈال دیا، گرد وغبار نے دن کو رات بنا دیا تو صحابۂ کرام کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگنے لگے، صرف رسول کریم ﷺ اپنی سواری پر سوار پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھ رہے تھے، اور بہت تھوڑے سے صحابۂ کرام جن کی تعداد تین سو اور بعض نے ایک سو یا اس سے بھی کم بتلائی ہے آنحضرت ﷺ کے ساتھ جمے رہے، وہ بھی یہ چاہتے تھے کہ آپ ؐ آگے نہ بڑھیں۔

یہ حالت دیکھ کر آپ ؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ بلند آواز سے صحابہ کو پکارو کہ وہ لوگ کہاں ہیں جنھوں نے شجرہ کے نیچے جہاد کے بیعت کی تھی اور سورۂ بقرہ والے حضرات کہاں ہیں اور وہ انصار کہاں ہیں جنھوں نے جان کی بازی لگانے کا عہد کیا تھا، سب کو چاہیے کہ واپس آئیں، اور رسول اللہ ﷺ یہاں ہیں۔

حضرت عباسؓ کی ایک آواز بجلی کی طرح دوڑ گئی اور یکا یک سب بھاگنے والوں کو پشیمانی ہوئی اور بڑی دلیری کے ساتھ لوٹ کر دشمن کا پورا مقابلہ کیا، اسی حالت میں اللہ نے فرشتوں کی مدد بھیج دی، ان کا کمانڈر مالک بن عوف اپنے اہل وعیال اور سب مال کو چھوڑ کر بھاگا اور طائف کے قلعہ میں جا چھپا، اور پھر باقی پوری قوم بھاگ کھڑی ہوئی، ان کے ستر (۷۰) سردار مارے گئے، بعض مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ بچے زخمی ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا، ان کا سب مال مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، چھ ہزار جنگی قیدی چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی ہاتھ آئی۔

پہلی اور دوسری آیت میں اسی مضمون کا بیان ہے، ارشاد فرمایا کہ جب تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد نہ ہوئی اور زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی نازل فرمائی اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور ایسے لشکر فرشتوں کے نازل کر دیئے، جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو تمہارے ہاتھ سے سزا دلوا دی۔

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین ''یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ؐ پر اور سب مسلمانوں پر اپنی تسلی نازل فرما دی''۔

معنی اس کے یہ ہیں کہ غزوہ حنین کے ابتدائی ہلہ میں جن صحابۂ کرام کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اللہ

تعالی نے ان کے قلوب پر اپنی تسلی نازل فرمادی، جس سے ان کے اکھڑے ہوئے قدم جم گئے اور بھاگنے والے پھر لوٹ آئے اور رسول کریم ﷺ پر اوران صحابہ پر جو مضبوطی کے ساتھ محاذ پر جمے رہے تسلی نازل فرمانے کا مطلب یہ ہیکہ ان کو اپنی فتح قریب نظر آنے لگی اور چونکہ تسلی کی یہ دو قسمیں تھیں ایک بھاگنے والوں کیلیئے دوسری رسول کریمؐ کے ساتھ جمے رہنے والوں کیلیئے اسی طرف اشارہ کرنے کیلیئے علی رسوله وعلى المومنين کو علیحدہ علیحدہ تکرار علی کے ساتھ بیان فرمایا گیا۔

اس کے بعد فرمایا و انزل جنودالم تروها ،یعنی ایسے لشکر نازل فرمادیئے جن کو تم نے نہیں دیکھا،اس سے مراد عام طور پر لوگوں کا نہ دیکھنا ہے،احاد وافراد سے جو بعض روایتوں میں اس لشکر کا دیکھنا منقول ہے وہ اس کے منافی نہیں۔

غارِ ثور میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۴۰ میں بھی ہجرت کا واقعہ اور غار ثور میں قیام کا منظر پیش کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی غیبی مدد کو یوں بیان کیا گیا کہ

الاتنصروه فقدنصره الله اذااخرجه الذين كفروا ثانى اثنين اذهما فى الغاراذيقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا فانزل الله سكينته عليه وايده بجنود لم تروها وجعل كلمة الذين كفروا السفلى وكلمة الله هى العليا والله عزيز حكيم.

اگر تم لوگ رسول کی مدد نہ کرو گے تو اللہ آپ کی مدد کرے گا جیسا کہ اللہ تعالی آپ کی اس وقت کر چکا ہے جب کہ اس سے زیادہ مصیبت و پریشانی کا وقت تھا جب کہ آپ کو کافروں نے تنگ کر کے مکہ سے جلاوطن کر دیا تھا جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپؐ تھے اور دوسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے ہمراہ تھے جس وقت کہ دونوں غار ثور میں موجود تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ کچھ غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالی کی مدد ہمارے ہمراہ ہے سو اللہ تعالی نے آپ پر تسلی نازل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالی نے کافروں کی بات نیچی کر دی اور اللہ ہی کا بول بالا رہا اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

پیغمبر! آپ تکلیف نہ اٹھائیں

طٰهٰ.ما انزلنا عليك القرآن لتشقى الاتذكرة لمن يخشىٰ.(طه ١)

طہ۔ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت

کیلئے اتارا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

جب قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تو رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کرام تمام رات عبادت کیلئے کھڑے رہتے اور تہجد کی نماز میں قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ آپ ؐ کے قدم مبارک پر ورم آجاتا آپ ؐ رات بھر عبادت میں مصروف رہتے اور دن میں بھی آرام نہیں فرماتے تھے بلکہ اس فکر میں رہتے کہ کسی طرح کافروں کو ہدایت ہو جائے وہ اس قرآن مجید کی دعوت کو قبول کرلیں جس کو انسانوں کی ہدایت کیلئے نازل کیا گیا اللہ تعالی نے آپ ؐ کو سورۂ طٰہٰ کی ان ابتدائی آیتوں کے ذریعہ شب وروز کی ان مشقتوں سے بچایا اور اللہ تعالی نے آپ ؐ سے خطاب کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت اور تکلیف میں پڑ جائیں تمام رات جاگنے اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہنے کی ضرورت نہیں چنانچہ آپ ؐ نے ان آیات کے نازل ہونے کے بعد یہ معمول رکھا کہ رات کے ابتدائی حصہ میں آرام فرماتے تھے اور رات کے آخری حصہ میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز ادا فرماتے تھے، پھر اللہ تعالی نے دن کے وقت کی ان فکروں کے بوجھ کو اس طرح ہلکا کر دیا کہ اے پیغمبر آپ کا کام صرف ہمارے پیغام کا پہنچا دینا ہے جب آپ نے یہ کام کر لیا تو پھر اس کی فکر آپ کے ذمہ نہیں کہ کون ایمان لایا اور کس نے دعوت کو قبول نہیں کیا؟ معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے موقع بموقع اپنے پیارے حبیب کو تسلی دی ہے اور آپ ؐ کو مشقت اور تکلیف سے نکالا ہے۔

پیغمبر! آپ ہی کو جھٹلایا نہیں گیا بلکہ!

وان یکذبوک فقد کذبت قبلھم قوم نوح وعاد وثمود وقوم ابراھیم وقوم لوط واصحب مدین وکذب موسیٰ فاملیت للکفرین ثم اخذتھم فکیف کان نکیر.

اور یہ جھگڑنے والے لوگ اگر آپ کی تکذیب کرتے ہوں تو آپ مغموم نہ ہوں کیونکہ ان لوگوں سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابرہیم اور قوم لوط اور اہل مدین بھی تکذیب کر چکے ہیں اور موسیٰ کو بھی کاذب قرار دیا گیا میں نے ان کافروں کو چند روز مہلت دی جیسے آج کے منکروں کو مہلت دے رکھی ہے پھر میں نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا تو دیکھو میرا عذاب کیسا ہوا۔

جب نبی کریم ؐ اپنی امت کی ہدایت کے خاطر پوری فکر کے ساتھ انکو اللہ کی طرف بلاتے اور لوگ آپکی بات نہ مانتے اور آپ کو جھٹلاتے تو آپ ؐ کا دل کڑھتا اور آپ بے چین اور مغموم ہو جاتے اور آپکا غم ان آیات کے نازل ہونے کا ذریعہ بن جاتا جن میں آپ ؐ کو طرح طرح سے تسلی دی جاتی۔

چنانچہ آپؐ کو ایک خاص انداز میں ان آیات میں تسلی دی گئی کہ پیغمبر! آپ کیوں اس قدر غمگین ہو جاتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ کسی نبی کو جھٹلایا گیا ہو ہم نے نوحؑ کو بھیجا تھا یہی پیغام دے کر ان کی قوم نے بھی ان کو جھٹلایا، حضرت ہود کو قوم عاد نے جھٹلایا، حضرت صالحؑ کو قوم ثمود نے جھٹلایا ،حضرت ابراہیم کو ان کی قوم نے جھٹلایا، حضرت شعیبؑ کو اصحاب مدین نے جھٹلایا پھر حضرت موسیٰ کو بھی نہیں چھوڑا گیا ان کو بھی جھٹلایا گیا اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی ہے تو اس میں غم کرنے کی کوئی بات نہیں ہے، ہمارا دستور یہ ہے کہ ہم ان جھٹلانے والے کافروں کو چند دن کی مہلت دیتے ہیں پھر جب پکڑتے ہیں تو ایسا پکڑتے ہیں کہ ہمارے جیسا پکڑنے والا کوئی دوسرا نہیں، آپؐ کو اس انداز سے بار بار تسلی دی گئی ہے اس قسم کی آیتیں متعدد ہیں جن کو یہاں بیان کرنے سے طوالت کا خوف ہے۔

وقالوا مال هذاالرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولاانزل الیه ملک فیکون معه نذیرا. اویلقی الیه کنزاوتکون له جنة یاکل منها وقال الظلمون ان تتبعون الارجلا مسحورا انظر کیف ضربوالک الامثال فلایستطیعون سبیلا.(۹ الفرقان)

اور یہ کافر لوگ رسول اللہؐ کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ ہماری طرح کھانا بھی کھاتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس رسول کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا کہ اس کے پاس کوئی خزانہ آپڑتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ کھایا پیا کرتا اور یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ جب ان کے پاس نہ کوئی فرشتہ ہے نہ خزانہ نہ باغ اور پھر بھی یہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عقل میں فتور ہے اس لئے تم لوگ ایک مسلوب العقل آدمی کی راہ پر چل رہے ہو، اے محمدؐ! دیکھیئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کر رہے ہیں سو گمراہ ہو گئے پھر وہ راہ نہیں پا سکتے۔

حضورؐ اکرم کی شان یہ تھی کہ مکہ کے کفار آپؐ پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے مگر ان اعتراضات کا جواب آپؐ نہیں دیتے تھے بلکہ جواب اللہ تعالی کی طرف سے دیا جاتا تھا، آپؐ کفار کے اعتراضات پر خاموش رہتے یہاں تک کہ خود اللہ تعالی بذریعہ وحی ان کے اعتراضات کا جواب دیتے چنانچہ قرآنِ مجید میں متعدد آیتیں ایسی ہیں جن میں ان کے اعتراضات کا جواب دیا گیا۔

مذکورہ آیتیں بھی کفار مکہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات سے متعلق ہیں۔

کفار مکہ کا اعتراض یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہوتے تو عام انسانوں کی طرح کیوں کھاتے ہیں، بازاروں میں کیوں چلتے پھرتے ہیں؟ اللہ تعالی نے اس قسم کے اعتراضات کرنے والوں کو پہلے تو ظالم قرار دیا

اور آپؐ پر اس قسم کے اعتراضات کو گمراہی قرار دیا اس طرح حضورؐ کا دفاع رب ذوالجلال نے کیا اور آپؐ کو ان آیات سے تسلی دی گئی کہ آپ حق پر ہیں اور آپ پر اعتراض کرنے والے گمراہ ہیں۔

پیغمبر! کیا آپ اپنی جان دیں دینگے؟

لعلک باخع نفسک الایکونوا مومنین ان نشاننزل علیھم من السماء ایة فظلت اعنا قھم لھا خاضعین. (۴ الشعراء)

شاید آپ انکے ایمان نہ لانے پر افسوس کرتے کرتے اپنی جان تک دیدینگے اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کردیں پھر ان کی گردنیں اس نشانی کے آنے سے پست ہو جائیں۔

اللہ تعالی نے آپؐ کو ان آیات میں اس طرح تسلی دی ہے کہ اے پیغمبر! آپ کی قوم اگر کفر کرتی ہے اور اسلام سے نفرت کرتی ہے اور آپ کی مخالفت کرتی ہے تو آپ ان کے اس کفر اور انحراف کی وجہ سے اتنا رنج نہ کیجئے کہ جان گھلنے لگ جائے۔

اس آیت سے تبلیغ دین سے متعلق ایک اصول یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ کرنے میں جو تکلیف اور مشقت اٹھائی جائے گی اس میں اعتدال ضروری ہے اور ہمارے کہنے کے باوجود جو شخص ہدایت نہ پائے اس پر زیادہ رنجیدہ اور غمگین نہیں ہونا چاہیے، یہ عین ممکن ہے کہ اس کے مقدر میں ایمان ہی نہ ہو، اس لئے ایسے معاملات میں اعتدال ضروری ہے۔

تبلیغ دین کے سلسلہ میں یہ بھی مناسب نہیں کہ یہ کہہ کر کسی کافر کو دعوت ہی نہ دی جائے کہ یہ تو کافر ہے اسکی تقدیر میں کفر ہی ہے بلکہ جہاں تک ہوسکے اپنی طرف سے کوشش کی جائے گی اور وہ کفر ہی پر قائم رہا اور دین اسلام کی طرف آنے کیلئے راضی ہی نہ ہوا تو اس سلسلہ میں اتنا غمگین ہونے کی ضرورت نہیں کہ اپنی جان کا بھی لحاظ نہ رہے، ان آیات میں حضورؐ کو ایک طرح کی تسلی دی گئی ہیکہ آپ ان کافروں کے ایمان نہ لانے پر اتنے غمزدہ نہ ہوجائیں کہ آپ کی جان گھٹنے لگے۔

سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۸ میں بھی اللہ تعالی نے نبی کریمؐ کو یوں فرمایا کہ **فلاتذھب نفسک علیھم حسرات**، ان (کافروں) پر افسوس کر کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے، اس آیت کے ذریعہ بھی آپؐ کو کافروں کے کفر پر افسوس کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ کو تکلیف دینا مومن کا کام نہیں ہے

وما کان لکم ان تؤذوارسول اللہ ولاان تنکحواازواجہ من بعدہ ابدا ان ذالکم کان عنداللہ عظیما. (۵۳ الاحزاب)

تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپؐ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے۔

سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۳ ایک طویل آیت ہے جسکا ایک حصہ ہم نے اوپر نقل کیا ہے اس طویل آیت میں ایمان والوں کو نبیؐ کے گھر میں جانے کا طریقہ سکھایا گیا ہے اور آپؐ کے مہمان بننے کے آداب سکھائے گئے ہیں تا کہ مہمانوں کی بد سلیقگی اور آداب کی خلاف ورزی سے نبیؐ کو جسمانی یا ذہنی تکلیف نہ ہو، بیان کیا گیا کہ نبی کے گھر میں نبیؐ کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں، نبیؐ جب کھانے کی دعوت دیں تو وقت سے پہلے ہی چلے نہ جائیں، جب آپؐ کے ہاں کھانا کھالیں تو باتیں کرتے نہ بیٹھ جائیں بلکہ واپس ہو جائیں جب آپؐ کی ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگیں تو پردے کے باہر سے مانگیں اور مجموعی طور پر یہ بات بھی بتلا دی گئی کہ ایمان والوں کیلئے یہ مناسب نہیں کہ نبی رحمتؐ کو تکلیف پہنچائیں اور آپؐ کو چونکہ اس سے بھی قلبی تکلیف ہوسکتی ہے کہ آپ کے ازواج مطہرات سے آپ کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد نکاح کیا جائے اس لئے یہ قانون بھی بتلا دیا کہ کسی کیلئے بھی جائز نہیں (نہ آپ کی حیات میں جب آپ طلاق دیں یا آپ کے پردہ فرمانے کے بعد) کہ آپ کے ازواج مطہرات سے نکاح کرے اور دوسری آیت میں اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی کہ **وازواجه امهتم** آپ کی ازواج مطہرات امت کے ہر فرد کی مائیں ہیں اور ظاہر ہے کہ جب ان کی حیثیت ماں کی ہوگئی تو پھر ان سے نکاح کا تصور بھی ممکن نہیں۔

اس مکمل آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو پہنچنے والی ایذا سے مسلمانوں کو روکا اور ان آداب کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

یہاں یہ بات بھی بتادی گئی کہ جب نبی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو نبی اس تکلیف کو حیا و شرم کی وجہ سے بیان نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ حق بات کو بیان کرنے سے شرم نہیں کرتا، قابل غور مقام ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کا لحاظ رکھا اور اس قسم کے احکامات دیئے گویا یہ آیت بھی پیارے نبیؐ کے حق میں تسلی ہی ہے۔

فاصبر ان وعدالله حق فاما نرنينک بعض الذی نعدهم او نتوفينک فالينا يرجعون. (۷۷ المومن)

آپ صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں کچھ تھوڑا سا عذاب اگر ہم آپ کو دکھلا دیں یعنی آپ کی میں ان پر اس کا نزول ہو جاوے یا اس کی

نزول کے قبل ہی ہم آپ کو وفات دیدیں سو ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہوگا۔

اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ؐ خوشی کے ساتھ اس بات کے منتظر تھے کہ کافروں کو ان کے کفر اور تکذیب کی سزا اور عذاب ملے اس لئے آپ ؐ کو اس آیت کے ذریعہ تسلی دی جارہی ہے کہ پیغمبر! آپ ذرا صبر کریں اللہ نے جو وعدہ ان کیلئے عذاب کا کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا یا تو آپ کی حیات مبارکہ ہی میں ہوگا یا آپ کی وفات کے بعد، بہر صورت عذاب تو ان پر نازل ہی ہوگا اور آخر کار ان کافروں کو ہمارے ہی پاس تو لوٹ کر آنا ہے یہاں ہوسکتا ہیکہ کوئی یہ کہے کہ آپ ؐ تو رحمۃ للعالمین ہیں پھر آپ نے اسکو کیسے پسند کیا کہ کافروں کو عذاب ہو؟ اس کا جواب واضح یہ کہ جن کافروں نے معصوم مسلمانوں پر ظلم کیا تھا ان ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا تو ملنی ہی چاہیے آپ ؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ظالم کو ظلم کی سزا نہ ملے، مجرم کو اسکے جرم کی سزا دینا بھی عین انصاف ہے اسلئے کہ مجرم اسی وقت جرم کرنا چھوڑتا ہے جب کہ مجرم کو اس کے جرم کی سزا دی جائے اگر جرم پر شاباشی دی جائے تو پھر جرائم اور بڑھتے ہیں، سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۴۲ میں بھی آپ ؐ کو ان کافروں کے سلسلہ میں تقریبا یہی بات کہی گئی ہے جو مذکورہ آیت میں ہے۔

فامانذھبن بک فانا منھم منتقمون او نرینک الذی وعدنھم فانا علیھم مقتدرون. (۴۲ الزخرف)

پھر ان کافروں کی یہ سرکشی خالی جانے والی نہیں بلکہ اس پر انہیں ضرور سزا دی جائے گی چاہے آپ کی حیات مبارکہ ہی میں ہو چاہے آپ کی وفات کے بعد پس اگر ہم دنیا سے آپ کو اٹھالیں تو بھی ہم ان کافروں سے بدلہ لینے والے ہیں یا اگر ان سے جو ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کی حیات میں ان پر نازل کرکے آپکو بھی دکھلا دیں تب بھی کچھ بعید نہیں کیونکہ ہم کو ان پر ہر طرح کی طاقت وقدرت ہے جب ان پر عذاب کا ہونا یقینی ہے تو آپ تسلی رکھئیے اور اطمینان سے اس قرآن پر قائم رہئیے جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے۔ بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں۔

پیغمبر! آپ کے خلاف جو کچھ کہا جاتا ہے ہم خوب جانتے ہیں

نحن اعلم بمایقولون ومانت علیھم بجبار فذکر بالقرآن من یخاف وعید. (۴۵ ق)

جو کچھ یہ لوگ قیامت وغیرہ کے بارے میں کہہ رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے تو آپ قرآن کے ذریعہ سے ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہیے جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

اس آیت کے ذریعہ آپ ؐ کو ایک طرح کی تسلی دی گئی ہے کہ پیغمبر! آپ کی اس دعوت دین کے جواب میں قیامت وغیرہ کے سلسلہ میں یہ کافر لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہم اس سے پوری طرح واقف ہیں جب ہم واقف ہیں تو ہم ہی ان کو نمٹ لیں گے ان کو ان کی اس حرکت پر کیا سزا دینا ہے ہم دیدیں گے آپ کی حیثیت تو مبلغ اور داعی کی ہے آپ تو ڈرانے والے اور حقائق سے آگاہ کرنے والے ہیں آپ ان پر زبردستی کرنے والے تو نہیں ہیں بس جس کام کیلئے ہم نے آپ کو بھیجا ہے وہ کام کیجئے اور قرآن مجید کے ذریعہ ان لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے جو ہماری وعید سے ڈرتے ہیں۔ آپ تبلیغ اور وعظ و نصیحت تو سب کو کریں گے مگر آپ کی نصیحت کا اثر وہی قبول کرے گا جو اللہ کے عذاب اور وعید سے ڈرتا ہو۔

آپ ﷺ نبی برحق ہیں

والنجم اذاھوی ماضل صاحبکم وماغوی وماینطق عن الھوی ان ھوالاوحی یوحی.

قسم ہے ستارے کی جب وہ جھکے کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے اور نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہیں اور نہ اپنی نفسانی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

مکہ کے کافر خود گمراہ اور بے دین ہونے کے باوجود آپ ؐ کو بے راہ اور بددین (نعوذ باللہ) سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ روایتوں میں ایسی باتیں متعدد مرتبہ سننے کو ملتی ہیں کہ کوئی صاحب نصیب صحابی اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتے تو ان کے کافر دوست یا آقا ان سے یہی کہتے کہ تو بددین ہوگیا، وہ اپنی کج فہمی کی وجہ سے آپ ؐ کو گمراہ سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو سورۂ نجم کی ان ابتدائی آیات کے ذریعہ تسلی دی اور پوری انسانیت کو یہ بتلا دیا کہ آپ ؐ کی حقیقت کیا ہے؟ چنانچہ اللہ تعالی نے ستارہ کی قسم کھا کر یہ بات پوری تاکید کے ساتھ فرمادی کہ یہ تمہارے ساتھ نہ راہ حق سے بھٹکے ہیں اور نہ غلط راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں آپ ؐ نبی برحق ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ وہی بات اپنی زبان سے کہتے ہیں جو وحی کے ذریعہ سے نازل کی جاتی ہے، جس نبی کی زبان سے اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں نکلتی اس نبی کے بارے میں تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ راہ بھٹک گئے؟ (نعوذ باللہ)

یہاں اللہ تعالی نے نبی کریم ؐ کا نہ نام لیا اور نہ آپ کیلئے رسول اور نبی کا لفظ استعمال کیا بلکہ یہاں موقع کی مناسبت سے لفظ ''صاحب'' استعمال کیا گیا جس کی معنی ساتھی کے ہیں، گویا مکہ کے مشرکین وکفار کو یہ بات بتائی جارہی ہے کہ جس ذات کے بارے میں تم یہ کہہ رہے ہو کہ وہ گمراہ ہے وہ نبی تو تمہارے ساتھی ہیں، کوئی اجنبی شخص تو نہیں ہیں جن کے بارے میں تمہیں شبہ ہو کہ وہ سچے ہیں یا

جھوٹے ؟ یہ تو وہ ہیں جو اسی سرزمین میں پیدا بھی ہوئے یہیں پروان چڑھے یہیں ان کی جوانی گزری، ان کی زندگی کا کوئی گوشہ تم سے پوشیدہ نہیں، تم نے بارہا ان کی سچائی کا امتحان لیا ہے ان کی زبان سے تم نے جھوٹ نکلتا ہوا نہ دیکھا اور نہ سنا، انہوں نے کبھی وعدہ خلافی نہ کی، تم نے ہی انکو امین اور صادق کا خطاب دیا اب تم ہی بتاو کہ ایسا رسول کیسے جھوٹا، گمراہ اور بے راہ ہوسکتا ہے؟ جس شخص نے انسانوں کے معاملہ میں کبھی جھوٹ نہیں کہا غضب ہے کہ تم اس پر الزام لگاتے ہو کہ اس نے خدا تعالی کے معاملہ میں جھوٹ کہا ہے۔

آپ ؐ کو ان آیات کے ذریعہ دراصل تسلی دی گئی ہے کہ پیغمبر! آپ تو نیکیوں کا مجسم اور رشد و ہدایت کا پیکر ہیں، آپ تو باطل کے دشمن اور حق کے تابع ہیں آپ سے یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ بے علمی کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں یا باوجود علم ہونے کے تیڑھا راستہ اختیار کرلیں؟ آپ ان نصاری کی طرح نہیں ہیں جو گمراہ ہو گئے اور ان یہودیوں کی طرح نہیں جو جان بوجھ کر حق کے خلاف کرنے لگے، آپ کا علم کامل، آپ کا عمل علم کے مطابق، آپ کا راستہ سیدھا آپ کا کوئی فرمان اپنے نفس کی خواہش اور ذاتی غرض سے نہیں ہوتا۔

پیغمبر! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا ہے

والضحیٰ. واللیل اذا سجیٰ ما ودعک ربک وما قلی.

قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے بیزار ہوا۔

یہ آیتیں اس وقت نازل ہوئیں جیسا کہ بخاری و مسلم نے حضرت جندب بن عبداللہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ؐ کی ایک انگلی زخمی ہوگئی اس سے خون جاری ہوا تو آپ ؐ نے فرمایا تو ایک انگلی ہی تو ہے جو خود آلودہ ہوگئی اور جو کچھ تکلیف تجھے پہنچی وہ اللہ کی راہ میں ہے اس لئے غم کی کیا بات ہے، حضرت جندب ؓ نے یہ واقعہ نقل کر کے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد کچھ روز جبرائیل امین ؑ کوئی وحی لے کر نہ آئے تو مشرکین مکہ نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد کو ان کے خدا نے چھوڑ دیا اور ناراض ہوگیا، یہ عورت جس نے یہ طعنہ دیا ابولہب کی بیوی ام جمیل تھی، ظاہر ہے کہ اس قسم کے طعنے آپ ؐ کیلئے باعث غم ہوئے اللہ تعالی نے آپ ؐ کو ان آیات سے تسلی دی اور دن کی روشنی اور رات کے قرار کی قسم کھا کر اللہ تعالی نے نبی رحمت ؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ پیغمبر! آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ ہی آپ کا رب آپ سے ناراض ہے۔

آپ ﷺ نہ شاعر ہیں نہ مجنون نہ کاہن

فذکر فماانت بنعمة ربک بکاھن ولامجنون ام یقولون شاعر نتربص به ریب المنون قل تربصوا فانی معکم من المتربصین.

تو آپ سمجھاتے رہیے کیونکہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ نہ تو کاہل ہیں اور نہ مجنون ہیں ہاں! کیا یہ لوگ آپ کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں ہم ان کے بارے میں حادثۂ موت کا انتظار کر رہے ہیں آپ فرما دیجئے کہ تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

نٓ والقلم وما یسطرون ماانت بنعمة ربک بمجنون وان لک لاجراغیرممنون.وانک لعلی خلق عظیم فستبصر ویبصرون بایکم المفتون.(۴ القلم)

ن قسم ہے قلم کی اور قسم ہے ان (فرشتوں) کے لکھنے کی کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں اور بے شک آپ کیلئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں اور بے شک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں، عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو جنون تھا۔

وماصاحبکم بمجنون.(۲۲ التکویر) یہ تمہارے ساتھ رہنے والے مجنون نہیں ہیں۔

ہم نے یہاں تین آیتیں نقل کی ہیں جن تینوں آیتوں میں مشترکہ طور پر اس بات کی نفی کی گئی ہے کہ حضورؐ مجنون نہیں ہیں جیسا کہ مکہ کے کافروں نے آپؐ پر الزام عائد کیا اور مذکورہ پہلی آیت میں اس کے علاوہ اور دو الزامات کا بھی جواب دیا گیا ہے کفار آپؐ کو کبھی کاہن کہتے ہیں کبھی شاعر اور کبھی ساحر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان تمام الزامات کی نفی فرمائی ہے مذکورہ پہلی آیت میں آپؐ کا کاہن ، مجنون اور شاعر نہ ہونا بتلایا گیا دوسری آیات میں آپؐ کے ساحر جادوگر ہونے کی بھی نفی کی گئی ہے۔ اس طرح رسولِ رحمت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔

آپ ﷺ سے بیجا سوالات مت کرو

ام تریدون ان تسئلوارسولکم کماسئل موسی من قبل ومن یتبدل الکفربالایمان فقدضل سواء السبیل.(۱۰۸ البقرہ)

ہاں! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے بیجا درخواستیں کرو جیسا کہ اس کے قبل موسیٰ سے بھی درخواستیں کی جا چکی ہیں۔

بنی اسرائیل نے حضورؐ سے ایسے سوالات کئے جو بیجا تھے مثلاً یہ کہا کہ ہم آپ کے رب کو دیکھنا چاہتے ہیں آپ اپنے رب کو دکھایئے، یہ اور اس قسم کے سوالات بنی اسرائیل کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ

نے ایمان والوں کو بنی اسرائیل کے اس عمل سے روکا اور یوں سوال کیا کہ کیا تم بھی اپنے رسول سے ایسی ہی بیجا درخواستیں کرو گے جیسا کہ موسیٰ سے درخواستیں کی گئیں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ بیجا سوالات اور بے معنی درخواستیں نامناسب ہیں اسی لئے اللہ تعالی نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: یـایها الذین امـنـوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤ کم. (۱۰۱ المائدہ) اے ایمان والو! ایسی فضول باتیں مت پوچھو جن میں یہ احتمال ہو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جائیں تو تمہاری نا گواری کا سبب ہو۔

ظاہر ہے کہ فضول باتیں پوچھنے سے ایک تو نبی کریم کو تکلیف اور نا گواری ہوتی ہے اس لئے کہ نبی کو فضول باتوں سے نفرت ہوتی ہے اور قابل نفرت چیز کا تذکرہ باعث تکلیف ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو اس چیز کے بارے میں سوال کرے جو حرام نہ تھی پھر اس کے سوال کی وجہ سے حرام ہو گئی۔

ایک مرتبہ حضورؐ سے سوال ہوا کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو پائے تو کیا کرے؟ اگر لوگوں کو خبر کرے تو یہ بڑی بے شرمی کی بات ہے اور اگر چپ ہو جائے تو بڑی بے غیرتی کی بات ہے حضورؐ کو یہ سوال بہت برا معلوم ہوا آخر اسی شخص پر یہ واقعہ پیش آیا، ایک اور حدیث میں ہے کہ فضول بکواس سے اور مال کو ضائع کرنے سے اور زیادہ پوچھ گچھ سے آپؐ منع فرماتے تھے۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں کوئی سوال حضورؐ سے کرنا چاہتا تھا تو سال سال بھر گزر جاتا تھا کہ مارے ہیبت کے پوچھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی ہم تو خواہش رکھتے تھے کہ کوئی اعرابی (دیہاتی) آئے اور حضورؐ سے سوال کرے پھر ہم بھی سن لیں۔

مومنو! دربارِ رسالت میں ''راعنا'' مت کہو

یـایهـا الـذیـن امـنـو ا لا تـقـولـوا راعنا وقولوا انظرنا والسمعوا وللکفرین عذاب الیم. (۱۰۴ البقرہ)

اے ایمان والو! تم لفظ راعنا مت کہا کرو اور اس کی جگہ لفظ انظرنا کہہ دیا کرو اور سن رکھو کہ کافروں کو سزائے دردناک ہو گی۔

یہود بے بہبود ہمیشہ آپؐ کی ایذا رسانی اور قلبی طور پر تکلیفیں دینے کی سازشیں کیا کرتے تھے اور اپنی شرارتوں سے پیارے پیغمبرؐ کی دل شکنی کیا کرتے تھے ان کی شرارتوں میں ایک شرارت یہ بھی تھی کہ وہ حضورؐ کی خدمت میں آ کر لفظ ''راعنا'' سے آپ کو خطاب کرتے تھے جس کے معنی یہودیوں کی عبرانی زبان میں ایک بددعا کے ہیں اور وہ اسی نیت سے آپ کے سامنے یہ لفظ ادا کرتے تھے مگر اسی لفظ

''راعنا'' کے عربی زبان میں معنی یہ ہیں کہ آپ ہماری مصلحت کی رعایت کیجئے ظاہر ہے کہ ایک ہی لفظ ایک زبان میں برے معنی اور دوسری زبان میں اچھے معنی رکھتا ہے، یہودی اس لفظ سے شرارت کرلیا کرتے تھے ان یہودیوں کے اس لفظ کے استعمال کرنے کی وجہ سے لاعلمی میں بعض صحابۂ کرام بھی آپؐ کی خدمت میں یہ لفظ ''راعنا'' استعمال کرتے تھے انہیں اس کے غلط معنی ومطلب کا علم نہیں تھا، وہ یہودی مسلمانوں کی زبان سے اس لفظ کے نکلنے پر خوش ہوتے اور آپس میں ہنسی و مذاق کرتے۔

اللہ تعالی نے ایمان والوں کو اس لفظ کے استعمال سے منع کر دیا کہ نبی کریمؐ کو قلبی اذیت نہ ہو، اور اس لفظ کی جگہ اللہ تعالی نے خود ایک دوسرا لفظ عنایت فرمایا کہ تم دربار رسالت میں انظرنا کا لفظ استعمال کرو راعنا کا لفظ مت کہو۔

اس آیت کے ذریعہ نبی کریمؐ کی گستاخی سے ایمان والوں کو روک دیا گیا جو لاعلمی میں کہہ دیا کرتے تھے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہودیوں کی ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ وہ باتوں کو اصلیت سے ہٹا دیتے ہیں اور الفاظ میں کھیل کر لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔

اے پیغمبر! ہم آپ کیلئے کافی ہیں

الیس اللہ بکاف عبدہ و یخو فو نک بالذ ین من دو نہ و من یضلل اللہ فما لہ من ھاد .(۳۶ الزمر)

کیا اللہ تعالی اپنے بندہ (خاص محمد ﷺ کی حفاظت) کیلئے کافی نہیں اور یہ لوگ ایسے احمق ہیں کہ آپؐ کو ان جھوٹے معبودوں سے ڈراتے ہیں جو خدا کے سوا تجویز کر رکھے ہیں اور جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔

کفار مکہ نے رسول کریمؐ اور صحابہء کرامؓ کو اس بات سے ڈرایا تھا کہ اگر آپ نے ہمارے بتوں کی بے ادبی کی تو ان بتوں کا اثر بہت سخت ہے اس سے آپ بچ نہ سکیں گے ان کے جواب میں کہا گیا کہ کیا اللہ تعالی اپنے بندہ کیلئے کافی نہیں ہے اسلئے بعض مفسرین نے یہاں بندے سے مخصوص بندے حضرت محمد مصطفیؐ کو مراد لیا ہے اگر چہ کہ بعض دوسرے مفسرین نے بندہ سے مراد عام بندہ مراد لیا ہے ایسی صورت میں اس میں ہمارے لئے بھی تسلی ہے۔

بہر حال اس آیت کے ذریعہ بھی پیارے پیغمبرؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالی آپ کیلئے کافی ہے کوئی بت آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

آپ ﷺ کیلئے ہم کافی ہیں

فاصدع بماتوء مرو اعرض عن المشر کین انا کفینک المستھزئیں. (9 5 الحجر)

آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اس کو تو صاف صاف سنا دیجئے اور ان مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے یہ لوگ جو آپ پر ہنستے ہیں ان کے شر سے محفوظ رکھنے کیلئے ہم آپ کیلئے کافی ہیں اس آیت میں آپ ﷺ کو ایک خاص انداز میں تسلی دی گئی ہے اور آپ ﷺ کو جس مقصد کے تحت بھیجا گیا تھا اس مقصد میں لگے رہنے کی تلقین کی گئی ہے کہ جو آپ کو حکم دیا گیا وہ آپ کیجئے اس کے جواب میں آپ کو ایذا دی جائے گی آپ کا مذاق اڑایا جائے گا اس سلسلہ میں آپ بےفکر رہیئے اس لئے کہ ہم ان ٹھٹھا اڑانے والوں سے نمٹ لیں گے ان کی ایذا سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری ہم لیتے ہیں ہم آپ کیلئے کافی ہیں آپ پوری بےفکری کے ساتھ دین اسلام کو علی الاعلان ظاہر فرما دیجئے ، چنانچہ استہزاء کرنے والے پانچ لیڈر قسم کے آدمی عاص بن وائل ، اسود بن عبدالمطلب ، اسود بن عبد یغوث ، ولید بن مغیرہ ، حارث بن طلالہ کو ایک ہی وقت میں حضرت جبرئیلؑ کے اشارے سے ہلاک کر دیا گیا۔

آپ ﷺ کے مخالفین بے خبر ہیں

واذا بدلنا آیت مکا ن ایة والله اعلم بما ینزل قا لو ا نما انت مفتر بل اکثر ھم لا یعلمو ن (ا ۰ ا النحل)

اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں (یعنی ایک آیت کو لفظا یا معنی منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم بھیجد یتے ہیں) اور حالانکہ اللہ تعالے جو حکم (پہلی مرتبہ یا دوسری مرتبہ) بھیجتا ہے (اس کی مصلحت وحکمت کو) وہی خوب جانتا ہے کہ جن کو یہ حکم دیا گیا ہے ان کے حالات کے اعتبار سے ایک وقت میں مصلحت کچھ تھی ، پھر حالت بدل جانے سے مصلحت اور حکمت دوسری ہوگئی) تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) آپ (خدا پر) افتراء کرنے والے ہیں (کہ اپنے کلا م کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ، ورنہ اللہ کا حکم ہوتا تو اس کے بدلنے کی کیا ضرورت تھی ، کیا اللہ تعالی کو پہلے علم نہ تھا ، اور یہ لوگ اس پر غور نہیں کرتے کہ بعض اوقات سب حالات کا حکم ہونے کے باوجود پہلی حالت پیش آنے پر حکم دیا جاتا ہو اور دوسری حالت پیش آنے کا اگرچہ اس وقت بھی علم ہے مگر بتقاضائے مصلحت اس دوسری حالت کا حکم اس وقت بیان نہیں کیا جاتا ، بلکہ جب وہ حالت پیش آجاتی ہے تو اس وقت بیان کیا جاتا ہے ، جیسے طبیب ڈاکٹر ایک دوا تجویز کرتا ہے ، اور وہ جانتا ہے کہ

اس کے استعمال سے حالت بدلے گی اور پھر دوا دوسری دی جائے گی، مگر مریض کو ابتداء میں سب تفصیل نہیں بتلاتا، یہی حقیقت نسخ احکام کی ہے جو قرآن وسنت میں ہوتا ہے، جو حقیقت سے واقف نہیں وہ باغواء شیطانی نسخ کا انکار کرنے لگتے ہیں، اسی لئے اس کے جواب میں حق تعالی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ مفتری نہیں) بلکہ انہی میں اکثر لوگ جاہل ہیں (کہ احکام میں نسخ کو بلکہ کسی کے کلام الہی ہونے کے خلاف سمجھتے ہیں) آپ (ان کے جواب میں) فرما دیجئے (کہ یہ کلام میرا بنایا ہوا نہیں بلکہ اس کو) روح القدس (یعنی جبرئیل علیہ السلام) آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں (اس لئے یہ اللہ کا کلام ہے اور اس میں احکام کی تبدیلی بتقضائے حکمت ومصلحت ہو اور یہ کلام اس لئے بھیجا گیا ہے) تا کہ ایمان والوں کو (ایمان پر) ثابت قدم رکھے اور ان مسلمانوں کے لئے ہدایت اور خوش خبری (کا ذریعہ) ہو جائے۔

جن لوگوں نے آپ ﷺ کے بارے میں یہ کہا کہ آپ اس کتاب کو اپنے طور پر گھڑ لیتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے سورہ نحل کی آیت میں فرمایا **انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون با یت اللہ واو لئک ھم الکذبون.** (سورۃ النحل) جھوٹ افتراء (گھڑنے) کرنے والے تو یہی لوگ ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ پورے جھوٹے ہیں۔

جن لوگوں نے وقتی طور پر آپ ﷺ کو جھوٹا اور افتراء کرنے والا قرار دیا اللہ تعالی نے اس پیغمبر کی تسلی فرمائی اور قیامت تک کیلئے ان لوگوں کے جھوٹے اور مفتری ہونے کا ثبوت اس کلام الہی میں رکھدیا۔

آٹھواں باب

وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ کو کسی کام کا حکم دیا گیا

آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کیجئے

قدنری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلة ترضھافول وجھک شطرالمسجد الحرام. (۱۴۴ البقرہ)

آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں اس لئے آپ کو اسی قبلہ کی طرف ہم متوجہ کر دیں گے جو آپ کو پسند ہے لو پھر ہم حکم ہی دیئے دیتے ہیں کہ اب سے اپنا چہرہ نماز میں مسجد حرام کی طرف کیا کیجئے۔

چونکہ حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیلؑ کا قبلہ بیت اللہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی شریعت کو ملت ابراہیمی کے مطابق قرار دیا اس لئے آپؐ کی دلی خواہش تھی کہ آپ کا اور مسلمانوں کا قبلہ بھی وہی کعبہ قرار دیا جائے جب کہ ابتداء اسلام میں آپؐ بیت القدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے تھے اور کعبہ کے قبلہ مقرر ہو جانے سے کفار مکہ کے اسلام کی طرف مائل ہو جانے کی توقع بھی تھی ان تمام وجوہات کی بنا پر آپؐ کا جی چاہتا تھا کہ قبلہ کعبۃ اللہ قرار دیا جائے چنانچہ آپؐ کی مرضی کے مطابق تحویل قبلہ کا حکم دیا گیا حضورؐ کو قرآن مجید میں جن کاموں کا حکم دیا گیا ان میں ایک یہ بھی ہے کہ آپؐ کو بیت القدس کے بجائے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا چنانچہ حکم کے ساتھ ہی آپؐ اور آپؐ کے ساتھ نماز باجماعت پڑھنے والے صحابۂ کرام نے اپنا رخ نماز کی حالت ہی میں کعبۃ اللہ کی طرف کرلیا۔ آج بھی وہ مسجد، مسجد قبلتین کے نام سے مشہور ہے جس میں ایک ہی نماز دو قبلوں پر پڑھی گئی تھی۔

پیغمبر! انہیں معاف کر دیجئے

فاعف عنھم ...(۱۵۹ آل عمران)

جنگ احد کے موقع پر نبی کریمؐ نے پچاس آدمیوں کی ایک جماعت کو ایک امیر کی نگرانی میں ایک جگہ پر اس تاکید کے ساتھ ٹھہرایا کہ اگر دشمن پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں اور فتح بھی ہو جائے تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا لیکن جب جنگ ہوئی اور ابتدائی مرحلہ میں دشمن پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے اور

صحابہؓ کرام مالِ غنیمت حاصل کرنے لگے تو یہ حضرات جن کو متعینہ جگہ ٹھہرایا گیا تھا وہ بھی اپنی جگہ سے ہٹ گئے ان کا ہٹ جانا ہی جنگ کی حالت کے بدلنے کا ذریعہ بنا اور اسی جگہ سے دشمن نے حملہ کیا جس سے وقتی طور پر بڑی پریشانی ہوئی اور جنگ کا نقشہ بدلنے لگا اگر چہ کہ اس جنگ میں مسلمانوں ہی کو فتح ہوئی لیکن وقتی طور پر پریشانی ہوئی جس کا اصل سبب ان پچاس حضرات کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا تھا، ظاہر ہے کہ اس صورت حال کی وجہ سے حضورؐ کو بہت تکلیف پہنچی اللہ تعالی نے نبی کریمؐ کو ان صحابہؓ کرام کو معاف کردینے کا حکم دیا۔

پیغمبر! ان کیلئے استغفار کیجئے

واستغفر لھم .(۱۵۹ آل عمران)

اللہ تعالی نے ان صحابہؓ کرام کے بارے میں نہ صرف معاف کردینے کا حکم دیا بلکہ ان کے حق میں اللہ تعالی سے بخشش کی دعاء مانگنے کا بھی حکم دیا تا کہ ان صحابہؓ کرام کو تسلی ہو جائے اور اطمینان قلب بھی نصیب ہو۔

پیغمبر! مشورہ لیتے رہا کیجئے

جنگ احد کے موقع پر ان صحابہؓ کرام سے جو لغزش ہوگئی تھی اور اس لغزش کی وجہ سے ان کے دلوں میں غم کی جو کیفیت پیدا ہوگئی تھی اس کیفیت کو دور کرنے کیلئے جہاں پہلے معاف کرنے کا حکم دیا اور ان کے حق میں بخشش کی دعاء کرنے کا حکم دیا وہیں ان صحابہؓ کرام کے غم کو ہلکا کرنے کیلئے آپؐ کو یہ بھی حکم دیا کہ ان صحابہؓ کرام سے آپ خاص خاص موقعوں پر مشورے بھی لیتے رہیں تا کہ ان کی دلداری ہو جائے۔ حضورؐ کو اہم امور میں صحابہؓ کرام سے مشورہ لینے کا حکم بھی دیا گیا۔

پیغمبر! اللہ پر بھروسہ کیجئے

(۱)فاذاعزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین(۱۵۹ آل عمران)

جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو خدا تعالی پر اعتماد کریں بے شک اللہ تعالی ایسے اعتماد کرنے

والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

(۲)وتوکل علی اللہ وکفی باللہ وکیلا.(۸۱ النساء)

اور اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہے۔

(۳)وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم.(۶۱ الانفال)

اگر وہ کفار صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اس طرف جھک جائیے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

(۴)وتوکل علیہ وماربک بغافل عماتعملون.(۱۲۳ ھود)

اور اسی پر بھروسہ رکھیئے اور آپ کا رب ان باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو۔

(۵)وتوکل علی اللہ وکفی باللہ ویلا.(۳ الاحزاب) ترجمہ گزر چکا۔

(۶)وتوکل علی العزیز الرحیم.(۲۱۷ الشعراء)

اور آپ خدائے قادر رحیم پر توکل رکھیئے۔

دنیا میں ایک عام انسان کی نگاہ ہو سکتا ہے کہ مادی چیزوں پر ہو اور انہی مادی چیزوں پر اس کا بھروسہ ہو مگر ایک خدا پر ایمان رکھنے والا، ایک خدا کو ماننے والا اور ایک خدا کی قدرت پر یقین رکھنے والا، کبھی اپنی نگاہ ان مادی چیزوں پر نہیں رکھ سکتا وہ اپنے ایمان کے تقاضے کے مطابق زندگی کے ہر موڑ میں ایک اللہ پر اپنی نگاہ رکھتا ہے، اس کا یقین یہ ہوتا ہے کہ وہی اللہ اس کی حفاظت کرے گا، دشمنوں سے وہی اس کو محفوظ رکھے گا جب ایک ایمان والے کے اندر یہ جوہر مطلوب ہے تو پھر اس ایمان کی دعوت دینے والے پیغمبر کی نگاہ کیسی ہوگی یہی وجہ ہے کہ آپ ؐ کو موقع بموقع یہ حکم دیا گیا کہ آپ اپنا بھروسہ اور اعتماد اسی پروردگار پر رکھیں جو حقیقت میں غالب اور زبردست قوت وطاقت والا ہے، ہم نے یہاں صرف چھ آیات تحریر کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو توکل کا حکم دیا ہے، ویسے اور بھی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس طرف متوجہ کیا ہے چنانچہ آپ ؐ نے بارہا اپنی زبان مبارک سے یہ فرمایا علیہ توکلت، **وھو رب العرش العظیم** میں نے اسی پر بھروسہ کرلیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے۔

پیغمبر! اعراض کیجئے اور منتظر رہیے

(۱) اولئک الذین یعلم اللہ مافی قلوبھم فاعرض عنھم وعظھم.

(۶۳ النساء)

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالی جانتا ہے جو ان کے دل میں ہے سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے۔

(۲) واذارایت الذین یخوضنون فی ایتنا فاعرض عنھم حتی یخو ضوافی حدیث غیرہ. (۶۸ الانعام)

اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات اور احکام میں عیب جوئی کرر ہے ہیں تو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے سے کنارہ کش ہو جا یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔

(۳) فاعرض عنھم والنشطر انھم منتظرون. (۳۰ الم السجدہ)

آپ ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے اور آپ منتظر رہیے یہ بھی منتظر ہیں۔

(۴) فاعرض عن من تولی عن ذکرناولم یردالاالحیٰوۃ الدنیا (۲۹ النجم)

سو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے، جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی مقصود نہ ہو۔

ہم نے یہاں چار آیات کا انتخاب کیا ہے جن چاروں آیتوں میں حضور اکرمؐ کو ان لوگوں سے اعراض کرنے کا حکم دیا ہے جو صرف دنیوی زندگی کو اپنا مقصد زندگی بناتے ہیں جن کو آخرت کے معاملات سے کوئی دلچسپی اور رغبت نہیں آپؐ کو ایسے لوگوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا جو اللہ تعالی کے احکامات میں عیب جوئی کرتے ہیں، بہرحال حضورؐ کو جہاں توکل اور عفوودرگزر کا حکم دیا گیا وہیں کفار ومشرکین سے اعراض کا بھی حکم دیا گیا۔

جس طرح حضورؐ کے زمانے میں کافروں کی حالت تھی آج بعض ضغیف الایمان مسلمانوں کی حالت بھی یہی ہو چکی ہے جو اپنی مجلسوں میں ایسی گفتگو میں مصروف رہتے ہیں جن کی

گفتگو سے یہ حالت واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ یہ اللہ تعالی کے احکامات کا مذاق اڑا رہے ہیں آج بعض مسلمان انگریزوں کی تعلیم اوران کی تہذیب سے اس قدر مرعوب ہو چکے ہیں کہ ان کے نزدیک دین اور دین سے متعلق چیزوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

آج بعض مسلمانوں کا مقصداوران کی منزل اسی قدر محدود نظر آتی ہے جس قدر اس زمانہ کے کافروں میں تھی کہ دنیوی علوم وفنون اور دنیوی ترقی ہی میں اس قدر مست اور مطمئن ہیں کہ ایسے محسوس ہوتاہیکہ یہی ان کی زندگی کا مقصد ہے، اورانکی زبانیں اوران کے دل اللہ، آخرت اورموت کے تذکروں سے خالی ہیں ایسے لوگوں سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے ان کا اثر قبول کرنے کے بجائے ان پر اپنے اثرات چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

پیغمبر! آپ نصیحت فرمائیے

وعظهم وقل لهم فی انفسهم قولا بليغا.(٦٣ النساء)

اوران کونصیحت کیجئے، اوران سے خاص انکی ذات کی اصلاح کے متعلق کافی مضمون کہہ دیجئے۔

اللہ تعالی نے آپ کو ناصح اور واعظ بنا کر بھیجا ہےاور آپ کونصیحت کا مجموعہ دے کر بھیجا ہے چنانچہ آپؐ بحیثیت ناصح دنیا میں تشریف لائے ہیں اور قرآن مجید جیسی نصیحت والی کتاب آپؐ کے قلب اطہر پر اتاری گئی ہےاسی لئے اللہ تعالی نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا،

يايها الناس قدجاء تكم موعظة من ربكم.(٥٧ يونس)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے، سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۲۵ میں آپ کواس بات کا حکم دیا گیا کہ

ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اوراچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے۔

سورۂ ق کی آیت نمبر ۴۵ میں اللہ تعالی نے فرمایا **فذكر بالقرآن من يخاف وعيد**، پس آپ قرآن مجید کے ذریعہ سے ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہئیے جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

سورۂ طور کی آیت نمبر ۲۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فذکر فماانت بنعمة ربک بکاهن ولامجنون**، تو آپ سمجھاتے رہیے کیونکہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں، سورۂ غاشیہ کی آیت نمبر ۲۱ میں فرمایا گیا **فذکر انماانت مذکر** نصیحت کر دیا کیجئے کیونکہ آپ تو بس صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔

پیغمبر! اللہ کی راہ میں قتال و جہاد کیجئے

(۱) فقاتل فی سبیل الله لاتکلف الانفسک. (۸۴ النسا)

جب جہاد کی ضرورت معلوم ہوئی تو پس آپ اے محمدؐ اللہ کی راہ میں کفار سے قتال کیجئے آپ کو بجز آپ کے ذاتی فعل کے دوسرے شخص کے فعل کا حکم نہیں۔

(۲) یایها النبی جاهدالکفار والمنفقین واغلظ علیهم. (۷۳ التوبة)

اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

(۳) یایها النبی جاهدالکفاروالمنفقین واغلظ علیهم وماواهم جهنم وبئس المصیر. (۹ التحریم)

اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

ہم نے یہاں تین آیات کا انتخاب کیا ہے جن تینوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قتال اور جہاد کا حضور ﷺ کو حکم دیا ہے معلوم ہوا کہ جن کاموں کے کرنے کا حکم آپ کو دیا گیا ان میں قتال اور جہاد بھی ہے۔

پیغمبر! قرآن کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے

وانزلنا الیک الکتب بالحق مصدقا لمابین یدیه من الکتب و مهیمنا علیه فاحکم بینهم بماانزل الله. (۴۸ المائده)

ہم نے یہ کتاب (قرآن مجید) آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں آچکی ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کی محافظ ہے تو ان اہل کتاب کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمادیا کیجئے۔

یہودیوں کے چند علماء نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اورعرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے علماء اور پیشوا ہیں اگر ہم مسلمان ہوگئے تو وہ بھی سب مسلمان ہوجائیں گے لیکن ہماری ایک شرط یہ ہے کہ ہمارا ایک مقدمہ آپؐ کی قوم کے لوگوں کے ساتھ ہے ہم یہ مقدمہ آپ کے پاس لائیں گے آپؐ اس میں فیصلہ ہمارے موافق فرمادیں تو ہم مسلمان ہوجائیں گے اللہ تعالیٰ نے اس پر آپؐ کو متنبہ فرمایا کہ آپ ان لوگوں کے مسلمان ہوجانے کے پیش نظر اللہ تعالی کے نازل کردہ قانون کے خلاف ہرگز فیصلہ نہ دیں چاہے یہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں۔

اس آیت میں آپؐ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ یہ کہ آپؐ جو بھی فیصلہ کریں گے اس کی بنیاد اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ہوگی۔

آج بھی ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اگر اس کو کوئی فرد یا قوم کسی بھی معاملہ میں حکم (فیصلہ کرنے والا) بناتی ہے تو اس کا یہ فریضہ ہے کہ وہ فیصلہ کرنے سے پہلے قرآن مجید اور احادیث شریفہ پر نظر ڈالے اور انہی ہدایات کے موافق فیصلہ کرے، اگر اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا تو وہ اللہ تعالی کی نگاہ میں کافر ہے، **ومن لم یحکم بماانزل الله فاولئک هم الکفرون** (۴۴ **المائدہ**) جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو واجب نہیں سمجھتے اور ان پر فیصلہ نہیں دیتے بلکہ ان کے خلاف فیصلہ کرتے ہیں وہ کافر ومنکر ہیں جن کی سزا دائمی عذاب جہنم ہے، اور اللہ تعالی نے آگے یہ بھی فرمایا **ومن لم یحکم بماانزل الله فاولئک هم الظلمون**. (۴۵ **المائدہ**) اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ احکام پہ فیصلہ نہ کریں وہ ظالم ہیں، اور آگے یہ بھی فرمایا کہ **ومن لم یحکم بماانزل الله فاولئک هم الفسقون** (۴۷ **المائدہ**) جو کوئی اللہ کے نازل کردہ احکام کے موافق فیصلہ نہ کرے وہ فاسق ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے احکام کے خلاف فیصلہ کرنے والے کافر بھی ہیں، ظالم بھی ہیں فاسق بھی ہیں۔

پیغمبر! نازل شدہ پیغام پہنچا دیجئے

یایها الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته.

(۶۷ المائدہ)

اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اگر (بفرض محال) آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالی کا پیغام ہی نہیں پہنچایا۔

اس آیت میں آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اسکو آپ لوگوں تک پہنچا دیں اگر آپ نے نازل شدہ ساری باتوں کو پہنچا دیا تو آپ نے رسالت کا حق ادا کر دیا اور اگر بفرض محال آپ نے لوگوں تک نازل شدہ باتوں کو نہیں پہنچایا تو آپ نے رسالت کا حق بھی ادا نہیں کیا۔

آپؐ نے اپنی ساری زندگی اسی میں لگا دی اور لوگوں تک وہ ساری باتیں پہنچا دیں جن باتوں کے پہنچانے کی ذمہ داری آپؐ پر ڈالی گئی تھی چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زائد صحابۂ کرام کے سامنے آپؐ نے پوچھا۔

الاھل بلغت الرسالۃ ،صحابہ! تم بتاؤ کہ کیا میں نے رسالت کے اس پیغام کو پہنچا دیا؟ تو سارے صحابۂ کرام نے ایک آواز ہو کر کہا کہ جی ہاں! آپ نے پورا پورا پیغام پہنچا دیا۔

پیغمبر! وحی کا اتباع کیجئے

(۱)اتبع ماوحی الیک من ربک لاالہ الاھوواعرض عن المشرکین

(۱۰۶ الانعام)

آپ خود اس طریق پر چلتے رہیے جس پر چلنے کی وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے۔

(۲)واتبع مایوحی الیک (۱۰۹ یونس)

اور آپ اس کا اتباع کرتے رہیے جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے۔

(۳)واتبع مایوحی الیک من ربک. (۲ ا الاحزاب)

اور آپ کے پروردگار کی طرف سے جو حکم آپ پر وحی کیا جاتا ہے اس پر چلئے۔

ہم نے یہاں تین آیات کا انتخاب کیا ہے جن میں آپؐ کو وحی کا اتباع کرنے کا حکم دیا گیا

ہے، چنانچہ آپؐ نے اپنی زندگی میں وہی کیا جو وحی کے ذریعہ کہا گیا جیسا کہ خود آپؐ نے فرمایا:

ان اتبع الامایوحی الی.(۵۰ الانعام)

میں تو صرف اسی کا اتباع کرلیتا ہوں جو میرے پاس وحی آتی ہے۔

آپؐ نے کیا بھی تو وحی کے مطابق اور کہا بھی وحی کے مطابق ہی، جیسا کہ اللہ تعالی نے آپؐ کے بارے میں فرمایا کہ

ومایـنـطـق عن الھوی ان ھوالاوحی یوحی کہ آپؐ اپنی خواہشِ نفسانی سے نہیں کہتے جو بھی کہتے ہیں وہی کہتے ہیں جو وحی کی جاتی ہے۔

پیغمبر! درگزر سے کام لیجئے

خذالعفووامربالعرف واعرض عن الجھلین.(۱۹۹ الاعراف)

سرسری برتاوکوقبول کرلیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کردیا کیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کیجئے۔

اس آیت کے نازل ہونے پر حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالی نے لوگوں کے اعمال واخلاق میں سرسری اطاعت قبول کرنے کا حکم دیا ہے میں نے عزم کرلیا ہے کہ جب تک میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں ایسا ہی عمل کروں گا۔(ابن کثیر)

اس آیت میں لفظ عفو کے ایک معنی تو سرسری برتاوکوقبول کرلینے کے ہیں یعنی ظاہری نظر میں سرسری طور پر جو کام کسی سے اچھا ہواس کو بھلا کام سمجھئے اور باطن کی حالت کواللہ تعالی کے سپرد کیجئے اور جو کام ظاہر میں بھی برا نظر آئے اس میں آپ یہ برتاو رکھیئے کہ انکو نیک کاموں کے کرنے کی تعلیم دیا کیجئے ،اورعفو کے دوسرے معنی وہ ہیں جوعموماً لئے جاتے ہیں معافی اور درگزر کرنا،مفسرین کی ایک جماعت ''عفو'' سے یہی معنی مرادلیتی ہیکہ آپ خطا کاروں کے قصوروں کو معاف کردیجئے۔

ابن جریر طبریؒ نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے جبرئیل امین سے اس

آیت کا مطلب پوچھا جبرئیل امین نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کے بعد یہ مطلب بتایا کہ اس آیت میں آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کردیں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس پر بخشش کریں اور جو آپ سے تعلق توڑ لے اس سے بھی آپ ملا کریں۔

بہرحال اس آیت میں آپ گو درگزر کرنے، معاف کرنے اور سرسری برتاو کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پیغمبر! صلح کر لیجئے

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله انه هو السميع العليم

(۶۱ الانفال)

اور اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو آپ کو بھی اجازت ہے کہ اگر اس میں مصلحت دیکھیں تو اس طرف جھک جائیے اور اللہ پر بھروسہ رکھیئے بلا شبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

حضور گو اس آیت میں ایک خاص حکم دیا گیا ہے کہ اگر کفار کسی وقت صلح کی طرف جھکیں تو آپ کو بھی صلح کی طرف جھک جانا چاہیے، یہ حکم حضور گو جو دیا گیا اختیاری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ کو بھی اختیار ہے اگر مسلمانوں کی مصلحت صلح میں محسوس کریں تو صلح کر سکتے ہیں۔

پیغمبر! مسلمانوں کو ترغیب دیجئے

یایها النبی حرض المومنین علی القتال. (۶۵ الانفال)

اے پیغمبر آپ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیجئیے۔

حضور گو قرآن مجید میں قتال و جہاد کا بھی حکم دیا گیا جیسا کہ پچھلے مضمون میں گزرا اس آیت میں آپ گو اس بات کا حکم دیا جارہا ہیکہ آپ ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دیں، ان کے دلوں میں مختلف بشارتوں کے ذریعہ جہاد کا جذبہ پیدا کریں، یہی وجہ تھی کہ نبی کریمؐ نے جب بھی باطل کا مقابلہ کرنے کی ضرورت پڑی ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دی اور اس جہاد کیلئے اپنی

جان قربان کرنے اور اپنا مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی تا کہ کافروں کے مقابلہ کیلئے ایک فوج تیار ہوجائے اور ساتھ ہی سامان جنگ بھی جمع ہوجائے اور جب پوری تیاری ہوجائے تو پھر حسب موقع جنگ کا آغاز کیا جائے۔

پیغمبر! آپ صبر کیجیے

(۱)فاصبر ان العاقبة للمتقين.(۴۹ هود)

سوصبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کیلئے ہے۔

(۲)واصبر فان الله لايضيع اجر المحسنين.(۱۱۵ هود)

اور صبر کیجئے، اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا صبر ضائع نہیں کرتے۔

(۳)فاصبر على مايقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها.(۱۳۰ طه)

سو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے دن کے اول و آخر۔

(۴)فاصبر ان وعدالله حق ولايستخفنک الذين لايوقنون(۶۰ الروم)

سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ بدیقین لوگ آپ کو بے برداشت نہ کرنے پاویں

(۵)اصبر على مايقولون واذكر عبدنا داود ذاالايد انه اواب.(۱۷ ص)

آپ ان لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داودؑ کو یاد کیجئے جو بڑی قوت وہمت والے تھے وہ خدا کی طرف رجوع ہونے والے تھے۔

(۶)فاصبر ان وعدالله حق واستغفر لذنبک وسبح بحمد ربک بالعشی والابكار.(۵۵ المومنون)

سو آپ صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کی معافی مانگئے اور شام وصبح اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے۔

(۷)فاصبران وعدالله حق.(۷۷ المومنون)
تو آپ صبر کیجئے، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔
(۸)فاصبر کماصبرا ولواالعزم من الرسل ولاتستعجل.(۳۵ الاحقاف)
تو آپ صبر کیجئے جیسے اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا اوران لوگوں کیلئے انتقام الٰہی کی جلدی نہ کیجئے۔
(۹)واصبرلحکم ربک فانک باعیننا وسبح بحمدربک حین تقوم.
اورآپ اپنے رب کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیئے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں اوراٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کیجئے۔
(۱۰)فاصبرلحکم ربک ولاتکن کصاحب الحوت.(۴۸ القلم)
تو آپ اپنے رب کی اس تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیئے اور تنگدلی میں مچھلی کے پیٹ میں جانے والے پیغمبر یونسؑ کی طرح نہ ہوجیئے۔
(۱۱)فاصبرصبراجمیلا.(۵ المعارج)
سوآپ ان کی مخالفت پر صبر جمیل کیجئے۔
(۱۲)واصبرعلی مایقولون واھجرھم ھجراجمیلا.(۱۰ مزمل)
اور یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہوجایئے۔
(۱۳)ولربک فاصبر .(۷ المدثر)
اوراپنے رب کی خوشنودی کی خاطر صبر کیجئے۔
(۱۴)فاصبرلحکم ربک ولاتطع منھم اثما اوکفورا.(۲۴ الدھر)
سوآپ اپنے پروردگار کے حکم پر مستقل رہیےاوران میں سے کسی فاسق یا کافر کے کہنے میں نہ آیئے۔
قرآن مجید میں نبی کریم کو جہاں جہاں صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے ہم نے ان آیات کو یہاں

جمع کیا ہے یہاں کل ۱۴ آیات ہیں ان چودہ آیات پر آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر آیت میں نبی کریمؐ کو بالراست صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کبھی تو صبر کا حکم دیتے ہوئے متقیوں کی نیک انجامی بتلائی گئی، کبھی تو صبر کرنے کا حکم دیتے ہوئے نیکوکاروں کے اجر کے ضائع نہ ہونے کی بات بتلائی گئی، کبھی تو کفار مکہ کی ظالمانہ گفتگو پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا، کبھی تو صبر کرنے کا حکم دے کر اس حقیقت کا انکشاف کیا گیا کہ اللہ تعالی کا وعدہ برحق ہے، کبھی تو صبر کا حکم دے کر یہ تسلی دی گئی کہ آپؐ ہماری حفاظت میں ہیں، کبھی تو صبر کرنے کا حکم دیا گیا اور حضرت یونسؑ کی طرح نہ ہونے کا حکم دیا گیا، کبھی صبر جمیل کا حکم دیا گیا، کبھی صبر کرتے ہوئے رب ذوالجلال کی خوشنوی کو پیش نظر رکھنے کا حکم دیا گیا، کبھی صبر کرنے کا حکم دیا گیا اور کسی فاسق یا کافر کے کہنے میں آنے سے روکا گیا۔ بہرحال آپؐ کو بار بار صبر کی تلقین کی گئی۔

پیغمبر! مسلمانوں پر شفقت کیجئے

واخفض جناحک للمومنین.(۸۸ الحجر)

اور مسلمانوں پر شفقت رکھیئے۔

نبی کریمؐ کو اس آیت میں ایمان والوں سے متعلق ایک خاص حکم دیا گیا ہے کہ اے پیارے پیغمبر آپ اپنا بازو ایمان والوں کے واسطے جھکا دیجئے یعنی یہ مسلمان اس بات کے مستحق ہیں کہ ان پر شفقت کی جائے ان کی مصلحت کی فکر کی جائے کہ نبی کریمؐ نے حضرت ابوامامہ باہلیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے ابوامامہ بعض مومن وہ ہیں جن کیلئے میرا دل تڑپتا ہے، آپؐ ایمان والوں کے حق میں اس قدر نرم تھے کہ آپ کی اس نرمی اور شفقت کی وجہ سے سارے صحابۂ کرام آپ کو گھیرے ہوئے ہوتے تھے، سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۹ میں آپؐ کے اس وصف خاص کو بیان بھی کیا ہیکہ **فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك**

بعد اسکے خدا ہی کی رحمت کے سبب جو کہ آپ پر ہے آپ ان مسلمانوں کے ساتھ نرم

رہے اور اگر آپؐ خدانخواستہ تند خو سخت مزاج ہوتے تو یہ بیچارے آپؐ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے۔

اور عنایتوں کی گواہی قرآن مجید نے ایک اور جگہ بھی دی لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم . (۱۲۸ التوبة) اے لوگو! تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لاتے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی باتیں گراں گزرتی ہیں چاہتے ہیں کہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

پیغمبر! آپ جس کو چاہیں اجازت دیں

فاذااستاذنوک لبعض شانهم فاذن لمن شئت منهم.

(۶۲ النور)

تو جب یہ لوگ ایسے مواقع پر اپنے کسی کام کیلئے آپ سے جانے کی اجازت طلب کریں تو ان میں آپ جس کیلئے چاہیں اجازت دیدیا کریں۔

پہلا یہ کہ جب رسول اللہ ﷺ لوگوں کو کسی دینی جہاد وغیرہ کے لئے جمع کریں تو مقتضائے ایمان یہ ہے کہ سب جمع ہو جاویں اور پھر آپ کی مجلس سے بغیر آپ کی اجازت کے نہ جائیں ۔کوئی ضرورت پیش آئے تو حضور ﷺ سے اجازت حاصل کرلیں اور اس میں آنحضرت ﷺ کو یہ ہدایت ہے کہ کوئی خاص حرج اور ضرورت نہ ہوتو اجازت دیدیا کریں اسی ضمن میں ان منافقین کی مذمت ہے جو اس تقاضائے ایمان کے خلاف بدنامی سے بچنے کیلئے حاضر تو ہو جاتے ہیں مگر پھر کسی کی آڑ لے کر چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔

یہ آیت غزوۂ احزاب کے موقع پر نازل ہوئی ہے جب کہ مشرکین عرب اور دوسری جماعتوں کے متحدہ محاذ نے یکبارگی مدینہ پر حملہ کیا تھا رسول اللہ ﷺ نے بمشورۂ صحابہ ان کے حملے سے بچاؤ کیلئے خندق کھودی تھی اسی لئے اس جہاد کو غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے یہ غزوہ شوال ۵ھ میں ہوا ہے۔(قرطبی)

بیہقی اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ اس وقت رسول کریم ﷺ بذات خود اور تمام صحابہ خندق کھودنے میں مصروف تھے مگر منافقین اول تو آنے میں سستی کرتے اور پھر آ کر بھی معمولی سا کام دکھانے کو کر لیتے اور پھر چپکے سے غائب ہو جاتے تھے اس کے خلاف مؤمنین سب کے سب محنت کے ساتھ لگے رہتے اور کوئی مجبوری اور ضرورت پیش آتی تو آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر جاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری)

اس میں آپ کو اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار دیا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دیں، اس کا واضح مطلب یہ بھی نکلا کہ جس کو چاہیں اجازت نہ دیں۔

پیغمبر! اللہ سے ڈرتے رہیے

یایھاالنبی اتق اللہ ولاتطع الکفرین والمنفقین ان اللہ کان علیما حکیما.

(۱ الاحزاب)

اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں کا اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے بے شک اللہ تعالی بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے۔

واتق اللہ۔﴿۳۷ الاحزاب﴾

اور اللہ سے ڈریئے

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالی نے نبی کریمؐ کو تقوی اختیار کرنے کا حکم دیا یہاں یقیناً یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ آپؐ معصوم ہیں پھر آپؐ کو کیوں تقویٰ کا حکم دیا گیا؟ اس کا جواب بعض مفسرین نے یہ دیا ہے کہ اس آیت میں اگرچہ خطاب نبی کریمؐ کو ہے مگر مراد امت کو سنانا ہے آپؐ تو یقیناً معصوم تھے اللہ تعالی کے احکامات کی خلاف ورزی کا آپؐ سے کوئی احتمال اور امکان ہی نہیں تھا مگر قانون پوری امت کیلئے ہے حضورؐ کو خطاب کر کے تقوی کا حکم دیئے جانے سے حکم کی اہمیت چونکہ بڑھ جاتی ہے اس لئے یہ اسلوب اختیار کیا گیا۔

پیغمبر! اپنے رب کی عبادت کیجئے

(۱) اناانزلنا الیک الکتب بالحق فاعبدالله مخلصاله الدین (۲ الزمر)

ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہیے۔

(۲) فاعبده وتوکل علیه. (۱۲۳ هود)

تو آپ اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ رکھئیے ۔

(۳) قل انما امرت ان اعبدالله. (۳۶ الرعد)

آپ فرما دیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں۔

(۴) واعبدربک حتی یاتیک الیقین. (۹۹ الحجر)

اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ آپ کو موت آجاوئے۔

(۵) رب السموات والارض ومابینهمافاعبده واصطبر لعبادته (۶۵ مریم)

وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان سب چیزوں کا جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں پس تم اس کی عبادت کیا کرو اور اس کی عبادت پر قائم رہو۔

(۶) انما امرت ان اعبدرب هذه البلدة الذی حرمها. (۹۱ النمل)

مجھ کو تو یہی حکم ملا ہیکہ میں اس شہر مکہ کے مالک حقیقی کی عبادت کیا کروں جس نے اسکو محترم بنایا۔

حضور اکرمؐ کو قرآن مجید میں بار بار رب ذوالجلال کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے ہم نے یہاں صرف چھ آیات کا انتخاب کیا ہے جن چھ آیات سے یہ بات معلوم ہورہی ہیکہ اللہ تعالی نے ان تمام آیات میں ایک ہی کام کا حکم دیا ہے اور وہ ہے عبادت رب، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی عبادت کا حکم نبیوں اور رسولوں کو بھی دیا جاتا ہے اور عبادت کسی کو معاف نہیں ہے چاہے وہ رسول ہوں یا نبی ہوں، جب عبادت نبیوں کو تک معاف نہیں تو پھر ان پیٹ بھرو مولیوں کو کیسے اس بات

کا حق ملتا ہے جو بڑی بڑی باتیں کہہ کر اپنے اندھے عقیدت مندوں کو الو بناتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم تو یہ ریا کاری والی نماز نہیں پڑھتے ہم دل کی وہ نماز پڑھتے ہیں جو تم نہیں پڑھ سکتے۔ ہائے افسوس صد ہزار افسوس! جس ذات بابرکت کو اللہ تعالی نے ساری انسانیت میں بلند و بالا مقام عطا کیا انکو اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے تو پھر یہ جھوٹے پیر کیا حیثیت رکھتے ہیں ان کو کس طرح نماز جیسی اہم عبادت معاف ہو سکتی ہے؟ حضورؐ نے زندگی بھر عبادت فرمائی اور خدا کی قسم جس خشوع و خضوع کے ساتھ آپؐ نے نماز ادا کی ہے دنیا کے کسی ولی، نبی، اور صالح شخص نے بھی ایسی نماز ادا نہیں کی، آپؐ کامل انسان ہیں اور آپ کی نماز جیسی عبادت بھی کامل ہے اور آپ کا خشوع و خضوع بھی کامل ہے۔

پیغمبر! اللہ سے شیطان کی پناہ مانگیئے

واما ینزغنک من الشیطن نزغ فاستعذبالله انه هو السمیع العلیم .(۳٦ حم السجده)

اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ آنے لگے تو اللہ سے پناہ مانگ لیا کیجیئے بلا شبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت میں حضور اکرمؐ کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ آپ یہ محسوس کریں کہ شیطان آپ کو کچھ وسوسہ دینے کی کوشش کر رہا ہے تو آپ اللہ سے پناہ مانگ لیا کیجئے، آپؐ کو یہ حکم دے کر دراصل امت محمدیہؐ کو بالواسطہ یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ جب بھی شیطان کے تسلط کا اندیشہ مومن و مسلمان محسوس کرے تو وہ فوراً اللہ تعالی سے شیطان کی پناہ مانگ لے تا کہ وہ محفوظ رہ سکے، جب صدق دل سے مومن و مسلمان اللہ سے شیطان کی پناہ مانگے گا تو رب ذوالجلال تو سننے والے ہیں اور دلوں کے احوال سے پوری طرح باخبر بھی ہیں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ نبی کریمؐ سے جب حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا کہ کیا شیطان آپ کو بھی وسوسہ دیتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو وسوسہ دینے والا شیطان خود مسلمان ہو گیا۔

پیغمبر! نیک برتاو سے بدی کو ٹال دیا کیجئے

ولاتستوی الحسنة ولاالسیئة.ادفع بالتی ھی احسن فاذاالذی بینک وبینه عداوة کانه ولی حمیم.ومایلقھا الاالذین صبروا ومایلقھا الاذوحظ عظیم.

(۳۵ حم السجدہ)

نیکی اور بدی برابرنہیں ہوتی آپ نیک برتاو سے بدی کو ٹال دیا کیجئے پھریکا یک آپ دیکھیں گے کہ آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہوجائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے یعنی بدی کا بدلہ بدی سے دینے میں تو عداوت بڑھتی ہے اور بدی کے بدلہ میں نیکی کرنے سے عداوت گھٹتی ہے یہاں تک کہ اکثر تو بالکل ہی عداوت جاتی رہتی ہے اور اس معاملہ میں وہ دشمن دوست کے مانند ہوجاتا ہے اور یہ بات ان ہی لوگوں کونصیب ہوتی ہے جو اخلاق کے اعتبار سے بڑے مستقل مزاج ہیں اور یہ بات اسی کونصیب ہوتی ہے جوثواب کے اعتبار سے بڑا صاحب نصیب ہے۔

حضورؐ کو یہاں جوحکم دیا گیا ہے وہ اس آیت کے ترجمہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ آپؐ کو بالراست اور آپؐ کی امت کو بالواسطہ بالخصوص دین کی دعوت دینے والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کی برائی کا اچھے طریقہ سے دفاع کریں اس طرح کہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ لیں بلکہ معاف ہی کردیں، بلکہ اس سے بہتر طریقہ یہ اختیار کریں کہ برائی کرنے والے کو معاف ہی کردیں،اوراس کے ساتھ احسان کا برتاو کریں۔

بعض روایات میں ہیکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کسی شخص نے گالی دی یا برا بھلا کہا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگرتم اپنے کلام میں سچے ہو کہ میں مجرم اور خطا کار ہوں اور برا ہوں تو اللہ تعالی مجھے معاف فرمادے اور اگرتم نے جھوٹ کہا ہے تو اللہ تعالی تمہیں معاف فرمادے۔(قرطبی)۔

پیغمبر! قیام لیل کیا کیجئے

یاایھاالمزمل قم اللیل الاقلیلا.(۲ مزمل)

اے کپڑوں میں لپٹنے والے! رات کونماز میں کھڑا رہا کرومگرتھوڑی سی رات۔

یہ وہ آیتیں ہیں جواسلام کے ابتدائی ایام میں نبی رحمت ؐ پر نازل ہوئی ہیں جب کہ ابھی باقاعدہ طور پر پنجوقتہ نمازیں بھی فرض نہیں ہوئی تھیں، ایسے زمانہ میں نبی رحمت ؐ کو قیام لیل یعنی رات کے وقت خدا کے دربار میں کھڑے ہوکر عبادت کرنے کا حکم دیا جارہاہے دوسرے الفاظ میں نمازتہجد کا حکم دیا جارہاہے، جب قیام لیل کا حکم آیا تو نبی کریمؐ اور صحابۂ کرام رات کے اکثر حصے کونمازتہجد میں صرف فرماتے تھے، یہاں تک کہ ان کے قدم ورم پڑجاتے پھر **فاقروا ماتیسر منه** کے ذریعہ رات کے طویل قیام کی پابندی منسوخ کردی گئی اوراختیار دیا گیا کہ جتنی دیر جس کیلئے آسان ہوسکے اتناوقت خرچ کرنا نمازتہجد کیلئے کافی ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب پانچ نمازوں کی فرضیت شب معراج میں نازل ہوئی تو نمازتہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی البتہ نمازتہجد کوسنت کی حیثیت سے برقرار رکھا گیا، حضورؐ نے ہمیشہ نمازتہجد کی پابندی فرمائی اوراکثر صحابۂ کرام کا بھی یہی معمول مبارک رہا۔

بہرحال سورۂ مزمل کی اس آیت میں قیام لیل کا حکم دیا گیا ہے۔

پیغمبر! سختی کیجئے

یاایھاالنبی جاھدالکفار والمنفقین واغلظ علیھم وماوھم جھنم و بئس المصیر.(۷۳ التوبه)

اے نبیؐ کفار سے بالسنان اورمنافقین سے باللسان جہاد کیجئے اوران پرسختی کیجئے دنیا میں یہ کفارومنافقین اسی سختی کے مستحق ہیں اورآخرت میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اوروہ بری جگہ ہے۔

اس آیت شریفہ میں جہاں حضورؐ کو کفارومنافقین سے جہاد کا حکم دیا گیا وہیں ان کے ساتھ سختی کرنے کا حکم بھی دیا گیا اس آیت کا مقصداورمنشا یہ ہے کہ کفاراورمنافقین اپنی شرارتوں کی

وجہ سے جس طرز عمل کے مستحق ہیں اس میں کسی قسم کی رعایت اور نرمی نہ برتی جائے۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ اس جگہ غلظت کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے اس سے عملی غلظت مراد ہے یعنی ان کافروں اور منافقوں پر شرعی احکام کے نافذ اور جاری کرنے میں کوئی رعایت اور نرمی نہ کیجئے وہ سختی مراد نہیں ہے جو زبان اور گفتگو میں ہوتی ہے اس لئے کہ کلام اور زبان کی سختی تو انبیاء کی سنت کے خلاف ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام سخت کلامی اور گالی گلوچ کبھی نہیں کرتے تھے، اللہ تعالی نے تو اس سلسلہ میں وضاحت بھی فرمادی ہے کہ پیارے پیغمبر نرم دل ہیں اگر سخت دل ہوتے بفرض محال تو لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

حضورؐ کی ترسٹھ سالہ تاریخ گواہ ہے کہ آپؐ نے کافروں اور منافقوں کے ساتھ کبھی سخت کلامی اختیار نہیں فرمائی، ہاں! جب حق و باطل کا معاملہ آیا جنگ کے بادل آئے تو آپ ﷺ نے جہاد ضرور کیا اور دشمن کے ساتھ جو رویہ اختیار کرنا چاہیے وہ رویہ اختیار فرمایا۔

پیغمبر! متعلقین کو نماز کا حکم دیجئے

وامر اهلک بالصلوٰة واصطبر عليها لانسئلک رزقا نحن نرزقک و العاقبته للتقوی.(۱۳۲ طه)

اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کے پابند رہیئے ۔ ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے معاش تو ہم آپ کو دیتے ہیں، اور بہتر انجام تو پرہیز گاری ہی کا ہے۔

نبی رحمتؐ کو یہاں اس بات کا حکم دیا گیا کہ آپ اپنے متلقین کو نماز کا حکم دیتے رہیں اور اس کے ساتھ ساتھ خود بھی نماز کے پابند رہیں، بعض مرتبہ اپنی نماز کی پابندی کیلئے اس بات کی شدید ضرورت ہوتی ہے کہ گھر کے دوسرے افراد بھی پابند نماز ہوں، اگر ماحول نماز کی پابندی کا نہ ہو تو طبعی طور پر پابند انسان بھی کوتاہی کرنے لگتا ہے آپؐ کو دراصل یہ حکم دے کر امت محمدیہ کو بھی اس حکم میں شامل کیا گیا ہے۔

پیغمبر یہ دعا کیجئے

وقل رب زدنی علما (۱۱۴ طه)

اور آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دے۔

آپ کو جہاں عبادت کرنے کا حکم دیا گیا وہیں اس دعاء کے اہتمام کا بھی حکم دیا گیا کہ آپ علم کے سلسلہ میں یہ دعا کریں کہ اے اللہ میرا علم بڑھا دیجئے۔

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس آیت کو بطور دعاء اپنا وظیفہ بنا لے تا کہ وہ علم دین سے آراستہ ہو جائے۔

اس دعا کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو علم حاصل ہوا ہے وہ سینہ میں برقرار رہے گا اور جو حاصل ابھی تک نہیں ہوا ہے وہ علم بھی حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس دعاء کی برکت سے ہمارے سینوں کو علم نبوت کیلئے کھول دے اور اس علم کو ایسا نافع بنا دے کہ ہم قبروں میں سو رہے ہوں اور ہمارے علوم سے آنے والی نسلیں مستفید و مستفیض ہوتی رہیں اور جب ہماری یاد آجائے تو وہ ہماری مغفرت کیلئے عموماً اور ہماری قبروں میں روشنی اور وسعت کیلئے خصوصاً دعاء کریں۔ (امین)

پیغمبر! اپنے رب کی تسبیح کیجئے

فسبح بحمد ربک و کن من السجدین (۹۸ الحجر)

آپ اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہیے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دو کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ایک کہ آپ اپنے پروردگار کی تسبیح کریں اور دوسرے یہ کہ آپ سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں یعنی نماز پڑھنے والوں میں سے رہیں۔

یہ حکم آپ ﷺ کو ایسے وقت میں بطور خاص کیا گیا ہے جبکہ پچھلی آیتوں میں آپ کے دشمن کفا رمکہ کے ٹھٹھا اڑانے کا تذکرہ ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب انسان کو دشمنوں کی باتوں سے

رنج پہونچے اوراسکی وجہ سے دل تنگ ہونے لگ جائے تواس کا واحد روحانی علاج یہ ہے کہ اللہ تعالی کی تسبیح وعبادت میں مشغول ہوجائیں،اس تسبیح کی برکت سے وہ تکلیف ان شاءاللہ دور ہو جائے گی۔

آج ہم مصائب میں تبصرے اورشکوہ شکایت تو بہت کرتے ہیں لیکن اس رب کی طرف رجوع ہوکراسکی تسبیح اورعبادت نہیں کرتے جس کے ہاتھ میں مصائب کودورکرنے کی قوت وطاقت ہے۔

پیغمبر! بدعہدوں کوکڑی سزادیجئے

الذین عهد ت منهم ثم ينقضون عهد هم فی كل مر ة وهم لا يتقون فاما تثقفنهم فی الحر ب فشر د بهم من خلفهم لعلهم يذكر ون(۵۷ الا نفال)

آپ جن سے عہد لے چکے ہیں مگر پھربھی وہ ہر بار اپنا عہدتوڑ ڈالتے ہیں اوروہ عہد شکنی سے ڈرتے نہیں اگرآپ لڑائی میں ان لوگوں پر قابو پائیں اور یہ آپکے ہاتھ آئیں توان پر حملہ کیجئے اس کے ذریعہ سے اورلوگوں کو جو کہ ان کے علاوہ ہیں منتشر کردیجئے تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں۔

یہ آیت یہود مدینہ بنوقریظہ اور بنونضیر سے متعلق ہے،ان کا سرداراورعلمبردار کعب ابن اشرف تھا،یہ لوگ اسلام دشمن تھے،حضور ﷺ نے ان یہودیوں سے ایک معاہدہ فرمایااس معاہدہ کا اہم جز یہ تھا کہ یہود مدینہ مسلمانوں کے خلاف کسی دشمن کوظاہرایاباطناً امداد نہیں دیں گے لیکن ان لوگوں نے غزوہء بدر کے وقت عہدشکنی کی اورمشرکین مکہ کی اسلحہ وغیرہ سے امداد کی، غزوہءاحد کے بعدبھی کعب بن اشرف نے مکہ والوں کومدینہ پر حملہ کرنے پرابھارکر معاہدہ کی خلاف ورزی کی،اس آیت میں ان کی عہدشکنی کا تذکرہ کیا گیا اورآپ ﷺ کوان بدعہدوں کے بارے میں ایک ہدایت دی گئی کہ اگرآپ کسی جنگ میں ان بدعہدوں پرقابوپالیں توان کوایسی سخت اوردردناک سزادیں جودوسروں کیلئے عبرت ہوجائے اوران کے پیچھے جولوگ ان کے

سہارے پر اسلام دشمنی میں لگے ہوئے ہیں وہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ اب خیر اسی میں ہے کہ یہاں سے بھاگ کر اپنی جان بچائیں، مراد اس سے یہ ہے کہ ان کو ایسی سزا دی جائے جس کو دیکھ کر مشرکینِ مکہ اور دوسرے دشمن قبیلے بھی متاثر ہوں اور آئندہ ان کو مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت و ہمت نہ رہے۔

چونکہ ہم یہاں ان آیات کا تذکرہ کر رہے ہیں جن پر آپ ؐ کو کسی کام کا حکم دیا گیا ہو یہ آیت بھی انہی آیات میں سے ہے کہ آپ ؐ کو یہاں ان یہودیوں کو دردناک سزا دینے اور انہیں منتشر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پیغمبر! ان کا عہد ان کی طرف واپس کر دیجئے

و اماتخافن من قوم خیانة فانبذ الیھم علی سواء ان اللہ لایحب الخائنین.

(۵۸ الانفال)

اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت یعنی عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو اجازت ہے کہ آپ وہ عہد ان کو اس طرح واپس کر دیجئے یعنی اس طرح اس عہد کے باقی نہ رہنے کی اطلاع کر دیجئے کہ آپ اور وہ اس اطلاع میں برابر ہو جائیں اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

اس آیت میں آپ ؐ کو جنگ اور صلح سے متعلق ایک اہم دفعہ بتلائی گئی ہے جس میں معاہدہ کی پابندی کی خاص اہمیت کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اگر کسی وقت معاہدہ کے دوسرے فریق اور گروہ کی طرف سے خیانت یعنی عہد شکنی کا خطرہ پیدا ہو جائے تو یہ ضروری نہیں کہ ہم معاہدہ کی پابندی کو بدستور قائم رکھیں لیکن یہ بھی جائز نہیں کہ معاہدہ کو صاف طور پر ختم کر دینے سے پہلے ہم ان کے خلاف کوئی اقدام کریں بلکہ صحیح صورت یہ ہے کہ ان کو اطمینان وفرصت کی حالت میں اس سے آگاہ کر دیا جائے کہ تمہاری بدنیتی یا خلاف ورزی ہم پر ظاہر ہو چکی ہے یا یہ کہ تمہارے معاملات مشتبہ نظر آتے ہیں اس لئے ہم آئندہ اس معاہدہ کے پابند نہیں رہیں گے تم کو بھی ہر طرح اختیار ہے کہ ہمارے خلاف جو کارروائی چاہو کر لو۔

نبی رحمت پر نازل شدہ دین اسلام کس قدر عدل وانصاف کا حامل ہے کہ خیانت کرنے والے دشمنوں کے بھی حقوق کی حفاظت کا خیال رکھتا ہے۔

پیغمبر! پناہ دیدیجئے

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم قوم لایعلمون ۔ (٦ التوبہ)

اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ سے پناہ کا طالب ہو تو ایسی حالت میں اس کو اس کی امن کی جگہ میں پہنچا دیجئے اس سبب سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ پوری خبر نہیں رکھتے اس لئے قدرے مہلت دینا ضروری ہے۔

مشرکین باوجود یہ کہ اپنی شرارتوں، ایذارسانیوں اور بدعہدیوں سے مسلمانوں کو تکلیف دیا کرتے تھے مگر اس کے باوجود ان مشرکین کیلئے اصلاح اور خیر خواہی کا دروازہ کھلا رکھا گیا چنانچہ اس آیت میں آپ ؐ کو یہ ہدایت دی گئی کہ اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو آپ کو پناہ دینی چاہیے تا کہ وہ آپ کے قریب آ کر اللہ کا کلام سن سکے، اور اسلام کی حقانیت کو سمجھ سکے، اور صرف یہی نہیں کہ وقتی طور پر اس کو پناہ دے دی جائے بلکہ وہ جب اپنے اس کام سے فارغ ہو جائے تو اپنی حفاظت اور نگرانی میں اس کو اس مقام تک پہنچانا بھی مسلمانوں کے ذمہ ہے جہاں یہ اپنے آپ کو محفوظ و مطمئن سمجھتا ہے۔

پیغمبر! اپنے آپ کو دین کی طرف متوجہ رکھیئے

وان اقم وجھک للدین حنیفا ولاتکونن من المشرکین ۔ (١٠٥ یونس)

اپنے آپ کو اس دین (توحید خالص) کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ اور سب طریقوں سے علیحدہ ہو جاؤ اور کبھی مشرک مت بننا۔

وہ کامل ومکمل دین جو آپ ؐ کو عطا کیا گیا وہ ایسا دین ہے کہ یہی دینِ اسلام اللہ کے نزدیک معتبر ومستند ہے جو لوگ اس دین سے ہٹ کر کسی دین کی طرف مائل ہوں گے اور کسی اور دین کو

قبول کرلیں گے تو اللہ کے نزدیک وہ قابل قبول نہ ہوگا، یہ وہ دین ہے جس کی طرف ہر انسان کا رخ ہونا چاہیے، سارے باطل ادیان سے بے نیاز اور بیزار ہو کر صرف اور صرف اسی دین اسلام کی طرف متوجہ رہنا ایمان واسلام کی تعلیمات کا تقاضا ہے۔

اس آیت میں آپؐ کو یہی حکم دیا گیا کہ آپ اس توحید خالص کے حامل دین کی طرف اس طرح متوجہ رہیں کہ دوسرے سارے طریقوں سے علیحدہ ہو جائیں۔

پیغمبر! نماز کی پابندی کیجئے

واقم الصلواۃ طرفی النہار وزلفامن اللیل ان الحسنت یذہبن السیئات ذالک ذکری للذاکرین. (۱۱۴ ھود)

اے محمدؐ آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر یعنی اول اور آخر میں اور رات کے کچھ حصوں میں بے شک نیک کام نامۂ اعمال سے مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو یہ بات ایک جامع نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کیلئے۔

اس آیت میں نبی رحمتؐ کو مخاطب کرتے ہوئے آپؐ کو اور آپ کی پوری امت کو نماز کے قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس آیت میں نماز کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے فرض نماز مراد ہے، اور اقامتِ صلواۃ سے نماز کی پابندی مراد ہے کہ پنج وقتہ نمازیں پوری مداومت اور پابندی سے ادا کی جائیں، دن کے دونوں سروں سے مراد فجر اور مغرب کی نماز ہے، بعض نے دن کے آخری سے مغرب اور عشاء کی نماز مراد لیا ہے، اور رات کے حصوں کی نماز سے مغرب اور عشاء کی نماز مراد ہے۔

بہر حال آپؐ کو بالراست اور بالواسطہ آپؐ کی امت کو نماز کی پابندی کا حکم اس آیت کے ذریعہ دیا گیا ہے۔

پیغمبر! زور شور سے مقابلہ کیجئے

فلاتطع الکفرین وجاھدھم بہ جھادا کبیرا. (۵۲ الفرقان)

آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے اور قرآن سے ان کا زور وشور سے مقابلہ کیجئے۔

چونکہ یہ آیت مکی ہے اور کافروں سے قتال اور جنگ کے احکامات مکی دور میں نازل نہیں ہوئے اس لئے یہاں جہاد کے الفاظ کو قرآن مجید سے مقید کیا گیا اور یہ حکم آپ ؐ کو دیا گیا کہ قرآن مجید کے ذریعہ مخالفین اسلام سے زور وشور سے جہاد کرو اللہ تعالی کے احکامات کی تبلیغ اور اللہ کی مخلوق کو اللہ سے جوڑنے کی ہر ممکن کوشش کرو اور اس معاملہ میں کافروں کا کہا مت مانو وہ تو تبلیغ دین سے تم کو روکتے ہی ہیں۔

بہر حال اس آیت میں آپ ؐ کو یہ خصوصی حکم دیا گیا۔

پیغمبر! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے

وانذرعشیرتک الاقربین.(۲۱۴ الشعراء)

اور آپ اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرایئے۔

عربی زبان میں عشیرہ کنبہ اور خاندان کو کہتے ہیں اور اقربین قریبی رشتہ دار کو کہتے ہیں، آپ ؐ کو اس آیت کے ذریعہ یہ ہدایت دی گئی ہے کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں، دعوت وتبلیغ کو آسان اور موثر بنانے کا ایک خاص طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے خاندان کے لوگوں کو دعوت دی جائے ہر بھلائی کے حقدار چونکہ سب سے پہلے خاندان کے لوگ ہوتے ہیں اس لئے آپ ؐ کو اس بات کا حکم دیا گیا جب قریبی رشتہ دار اس تحریک وتبلیغ کے حامی ہوجاتے ہیں تو پھر کام آگے بڑھنے لگتا ہے اسی لئے آپ ؐ کو سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں میں تبلیغ دین کا حکم دیا گیا۔

پیغمبر! آپ کو تلاوتِ قرآن کا حکم دیا گیا

انـمـا امرت ان اعبدرب ھذہِ البلدۃ الذی حرمھا ولہ کل شیی وامرت ان اکون من المسلمین وان اتلوالقرآن.

مجھے تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر مکہ کے مالک حقیقی کی عبادت کیا کروں جس نے اسی شہر کو

محترم بنایا ہے سب چیزیں اسی کی ہیں اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبردار رہوں اور مجھ کو یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں تم کو قرآن پڑھ پڑھ کر سناؤں۔

یہاں آپؐ کو عبادت فرمانبرداری اور تلاوتِ قرآن ان تینوں باتوں کا حکم دیا گیا ہے، قرآن مجید کی دیگر متعدد آیات آپؐ کے اس وصف کی گواہی دیتی ہیں کہ آپ ایسے نبی ہیں کہ **یتلوا علیھم ایتہ** کہ لوگوں کے سامنے آیاتِ قرآنی پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں، آپؐ کی تلاوت نے لاکھوں انسانوں کے قلوب کو کفر وشرک کی گندگی سے نکالا اور ایمان وتوحید کی نورانیت میں بدل دیا۔

پیغمبر! آپ اسی کے شکر گزار رہیے

بل اللہ فاعبدو کن من الشکرین.(۶۶ الزمر)

بلکہ آپ اللہ ہی عبادت کیجئے اور اسی کے شکر گزار رہیے۔

اس مختصر آیت میں اللہ تعالی نے آپؐ کو دو کاموں کا حکم دیا ہے ایک تو آپؐ کو عبادتِ الہی کا حکم دیا گیا اور دوسرے اسی رب ذوالجلال کا شکر گزار رہنے کی تلقین کی گئی۔

پیغمبر! ثابت قدم رہیے

فلذلک فادع واستقم کماامرت ولاتتبع اھواء ھم.(۱۵ الشوری)

اسی طرف ان کو برابر بلائے جایئے اور جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے اس پر مستقیم رہیے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلیے۔

آپؐ کو دعوتِ دین کے اس اہم ترین کام کو جاری رکھنے کا حکم دیا گیا نیز اس دین پر آپؐ کو خود مستقیم (ثابت قدم) رہنے کا حکم دیا گیا جس دین کی طرف دعوت دینے کی ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر رکھی گئی۔

پیغمبر! آپ کو عدل وانصاف کا حکم دیا گیا

وامرت لاعدل بینکم.(۱۵ الشوری)

اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اپنے اور تمہارے درمیان میں عدل وانصاف رکھوں۔

میرے اور تمہارے درمیان انصاف کے قائم رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو آپؐ اپنی امت پر واجب ولازم قرار دیں اس چیز کو اپنے اوپر بھی لازم قرار دے لیں، ایسا نہیں کہ لوگوں کو تو مختلف احکامات کا مکلّف قرار دیں اور خود آزاد ہو جائیں۔

اس سے اسلام کا یہ مزاج معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی احکامات کی تعمیل میں قوموں اور نبیوں کو برابر ذمہ دار بنایا، یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے نماز کا حکم دیا تو خود بھی نماز کے پابند رہے بلکہ جس قدر دوسرے نماز میں مصروف ہوتے اس سے کئی گنا زیادہ آپؐ نماز میں مصروف رہتے ایسا ہی حال دوسرے اعمال، معاملات واخلاق میں تھا۔

پیغمبر! آپ قرآن پر قائم رہیے

فاستمسک بالذی اوحی الیک انک علی صراط مستقیم (۴۳الزخرف)

آپ اس قرآن پر قائم رہیے جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے کیونکہ آپ بے شک سیدھے رستہ پر ہیں۔

آپ ؐ کو اس آیت کے ذریعہ اس بات کا حکم دیا گیا ہے آپ اس قرآن حکیم پر قائم رہیئے جو قرآن حکیم کہ آپ پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا، ہم آپ کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ آپ یقیناً سیدھے راستے پر ہیں جب آپ سیدھے راستہ پر ہیں تو پھر آپ کو اس راستہ سے ہٹنے کی حاجت ہی نہیں راستہ سے ہٹنے کی ضرورت ان لوگوں کو ہے جو پہلے ہی سے ٹیڑھے راستہ پر چل رہے ہیں یہ کافر لوگ جو ٹیڑھے راستہ پر چل رہے ہیں وہ آپ کی مخالفت کر رہے ہیں لیکن ان کی مخالفت آپ کو اپنے کام سے باز آنے نہ دے آپ کو اپنا کام کرتے رہنا چاہیے۔

پیغمبر! آپ ان سے بے رخ رہیے

فاصفح عنهم وقل سلم فسوف يعلمون.(۸۹ الزخرف)

تو آپ ان کافروں سے بے رخ رہیے یوں کہہ دیجئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں سوان کو ابھی معلوم ہو جاوے گا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو دعوتِ دین کے اس اہم فریضہ کی ادائیگی کے موقع پر رب ذوالجلال کی طرف سے یہی تعلیم دی گئی کہ وہ مخالفین کے دلائل اور شبہات کا جواب تو دیدیں لیکن جب مخالفین جہالت وحماقت پر اتر آئیں تو ان کی اس جہالت کا جواب دینے کے بجائے خاموش ہو جائیں اور ان سے اپنا رخ پھیر لیں اور ان سے قطع تعلق کر لیں اور یہاں سلام کرنے سے مراد وہ سلام نہیں جو شریعت میں مروجہ ہے بلکہ اس سلام سے قطع تعلق کر لینے کا اشارہ ہیکہ ہم خوبصورتی کے ساتھ تم سے اپنا تعلق توڑ لیتے ہیں ہم تم کو سلام کرتے ہیں تم ہم سے جدا ہو جاو ہم تم سے جدا ہو جاتے ہیں۔

پیغمبر! ان کو اسی مشغلہ اور تفریح میں رہنے دیجئے

فذرهم يخوضوا ويلعبوا حتى يلقوا يومهم الذى يوعدون(۸۳الزخرف)

آپ ان کو اسی مشغلہ اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کو اس آیت کے ذریعہ سے ایک خاص انداز میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آپ ان کافروں کی مخالفت کی طرف توجہ نہ دیجئے اور ان کے ایمان نہ لانے سے غمگین نہ ہو جایئے۔

پیغمبر! اللہ کی طرف متوجہ رہیے

واذكر اسم ربک وتبتل اليه تبتيلا.(۸ المزمل)

اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے تعلق قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو۔

اس ایک آیت میں دو کاموں کا حکم دیا گیا ایک یہ کہ آپ اپنے پروردگار کا ذکر کرتے رہیے، دوسرا یہ کہ مخلوق ہو کر خالق کی عبادت میں لگ جایئے ،یعنی اللہ کی رضا جوئی اور اس کی عبادت میں لگ جایئے ،اور اس عبادت میں غیر اللہ کو شریک نہ کیجئے بلکہ خاص اللہ کیلئے عبادت کیجئے اور یہ بھی کہ اپنے تمام اعمال وافعال اور حرکات وسکنات میں نظر اور بھروسہ صرف اللہ تعالی پر رہے کسی مخلوق کو نفع یا نقصان کا مالک یا حاجت روا اور مشکل کشا نہ سمجھیں، حضرت ابن زید نے فرمایا کہ ''تبتل'' کے معنی یہ ہیں کہ تمام دنیا کو چھوڑ دیں اور صرف اس چیز کی طرف متوجہ رہیں جو اللہ کے پاس ہے،اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ دنیا کو چھوڑ کر رہبانیت اختیار کر لی جائے،اس لئے کہ رہبانیت کا اسلام میں تصور ہی نہیں ہے، یہاں ترک تعلق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کے تعلق پر کسی دوسری مخلوق کا تعلق غالب نہ آئے۔ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر تعلق دنیا کے پیدا کرنے والے سے ہو جائے۔ آپؐ کو اس آیت کے ذریعہ یہی حکم دیا گیا ہے۔

پیغمبر! اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے اور بتوں سے الگ رہئیے

یایھالمدثر قم فانذرو ربک فکبرو ثیابک فطھرو الرجز فاھجر و لاتمنن تستکثر ولربک. (۷ مدثر)

اے کپڑے میں لپٹنے والے پیغمبر اٹھو! پھر ڈراو اور اپنے رب کی بڑائیاں کرو اپنے کپڑے کو پاک رکھو، بتوں سے الگ رہو،اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ چاہو،اور پھر اپنے رب کے واسطے صبر کیجئے۔

سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات میں آپؐ کو چند ہدایات دی گئی ہیں،سب سے پہلے آپؐ کو مخلوق کی خدمت کیلئے کھڑے ہو جانے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کا حکم دیا گیا پھر ایک ایسے ماحول میں جہاں رب کے سوا سب کی بڑائیاں ہو رہی تھیں اور ہر ایک کی خدائی کے چرچے تھے وہاں آپؐ کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ اپنے رب کی بڑائی سے واقف ہیں ان کو

زمین وآسمان کے خالق و مالک اور معبودِ حقیقی کی بڑائی بتلا دیں تا کہ ان کا رخ اس معبودِ حقیقی کی طرف ہو جائے۔

پھر آپ ؐ کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ آپ اپنے کپڑوں اور جسم کو ظاہری ناپاکیوں سے پاک رکھیں اور قلب و نفس کو باطل عقائد اور برے خیالات سے اور برے اخلاق سے پاک رکھیں۔

پھر آپ ؐ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ بتوں کو، گناہ معصیت کو چھوڑ دیں یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ؐ یہ ساری چیزیں پہلے ہی سے چھوڑے ہوئے تھے تو آپ کو ان کے چھوڑنے کا حکم کیوں دیا گیا اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اب تک جس طرح آپ ان چیزوں کو چھوڑے رہے آئندہ بھی چھوڑے رہئیے اور دوسرا جواب یہ کہ دراصل آپ ؐ کو بالراست حکم دے کر امت کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ امت ان چیزوں سے دور رہے۔

پھر آپ ؐ کو یہ ہدایت دی گئی کہ کسی شخص پر احسان اس نیت سے نہ کیجئے کہ جو کچھ اس کو دیا ہے اس سے زیادہ وصول ہو جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو ہدیہ تحفہ اس نیت سے دینا کہ وہ اس کے معاوضہ میں اس سے زیادہ دے گا مکروہ و مذموم ہے، یہ بات شریفانہ اخلاق کے بھی خلاف ہے پھر آپ ؐ کو یہ ہدایت دی گئی کہ آپ اپنے رب کے واسطے صبر کریں۔

نواں باب

وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ کو کسی کام سے روکا گیا

اے پیغمبر! اب آپ کیلئے دوسری عورتوں سے نکاح حلال نہیں

لایحل لک النساء من بعد ولاان تبدل بھن من ازواج ولواعجبک حسنھن الاماملکت یمینک وکان اللہ علی کل شیئی رقیبا(۵۲الاحزاب)

(موجودہ بیویوں کے علاوہ) اور عورتیں آپ کیلئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان موجودہ بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کرلیں اس طرح سے کہ ان میں کسی کو طلاق دیدیں اور دوسری عورتوں سے نکاح کرلیں اگرچہ آپ کو ان دوسریوں کا حسن اچھا معلوم ہو مگر جو آپ کی مملوکہ ہو اور اللہ تعالی ہر چیز کا پورا نگران ہے۔

یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ قرآن مجید میں ایمان والوں کو نکاح سے متعلق یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چار بیویوں کو بیک وقت رکھ سکتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالی نے یوں ارشاد فرمایا **فانکحوا ماطالب لکم من النساء مثنی وثلث وربع** ،نکاح کرو عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہو دو دو عورتوں سے تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے ،اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کو بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے اور چار سے زائد بہ یک وقت بیویوں کے رکھنے کا اختیار نہیں اور یہ بھی اس وقت جب کہ ان کے درمیان عدل وانصاف کرنے کا عزم ہو۔

نکاح سے متعلق احکامات میں حضورؐ کیلئے زیادہ گنجائش رکھی گئی اور اس میں بیسیوں مصلحتیں تھیں آپؐ کو بطورخاص اس بات کی اجازت دی گئی کہ آپ چار سے زائد تک بیویاں بھی ایک ساتھ اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہیں، چنانچہ آپؐ کی بہ اختلاف روایت نو یا گیارہ بیویاں بیک وقت تھیں۔

آپؐ نے چوپن (۵۴) سال تک ایک بیوی (حضرت خدیجہؓ) کے ساتھ گزارا کیا اور چار پانچ سال حضرت سودہؓ کے ساتھ گزارا اور ۵۸ سال کی عمر میں چار بیویاں جمع ہوئیں اور باقی بیویاں دو تین سال کے اندر آپ کے حرم میں داخل ہوئیں۔

پھر اس مذکورہ آیت کے ذریعہ آپؐ کو دوسری عورتوں سے نکاح کرنے سے منع کیا

گیا اور یہ حکم نافذ کیا گیا کہ اب اس کے بعد آپ کیلئے دوسری عورتوں سے نکاح حلال نہیں اور یہ بھی حلال نہیں کہ موجودہ ازواج میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ دوسری بدل لیں۔

پیغمبر! خائن کی طرفداری نہ کیجئے

انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس بمارک اللہ و لاتکن للخائنین خصیما.(۱۰۵ النسا)

بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ کتاب بھیجی واقع کے موافق تا کہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالی نے آپ کو بتلا دیا ہے آپ ان خائنوں کی طرفداری کی بات نہ کیجئے۔

آپ ؐ کو اس آیت میں جس چیز سے منع کیا گیا ہے وہ یہ کہ آپ خائنوں کی طرفداری نہ کریں، اسکا ہرگز یہ مطلب نہ لیا جائے کہ آپؐ نے کسی وقت کسی خائن (خیانت کرنے والے) کی طرفداری کی بلکہ آپ ؐ کو ایک اصول بتایا جارہا ہے تا کہ ہمیشہ کیلئے امت محمدیہ کو اس حقیقت سے واقفیت حاصل رہے کہ انہیں ایک امین اور سچے کی طرفداری کرنی ہے ایک جھوٹے خائن کی طرفداری نہیں کرنی ہے، حضور ؐ کو خائن کی طرفداری سے منع کیا جارہا ہے اور بالواسطہ امت محمدیہ کو اس سے روکا جارہا ہے کہ وہ کسی بھی خائن کی طرفداری نہ کریں۔

آج لوگ جھوٹے مقدمات اور جھوٹے دعووں کی پیروی یا وکالت کرتے ہیں اور جھوٹوں اور فریبوں اور حق مار کر کھا جانے والے ظالموں کی تائید وحمایت کرتے ہیں جو خود سراسر جرم ہے، مجرم کی حمایت بھی جرم ہی ہے۔

پیغمبر! منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھیئے

ولاتصل علی احدمنهم مات ابدا ولاتقم علی قبره انهم کفروا بالله ورسوله وماتواوهم فسقون.(۸۴ التوبة)

اور ان (منافقین) میں کوئی مرجائے تو اس کے جنازے پر کبھی نماز نہ پڑھیئے اور نہ دفن

وغیرہ کے واسطے اس کی قبر پر کھڑے ہوجیئے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے یہ تفصیل بیان کی گئی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو اس کے صاحبزادے عبداللہ جو مخلص مسلمان اور صحابی تھے وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپؐ اپنا قمیص مبارک عطا فرمائیں تا کہ میں اپنے باپ کو اس کا کفن پہناؤں، رسول اللہ ﷺ نے اپنا قمیص عطا فرما دیا، پھر حضرت عبداللہ نے یہ بھی درخواست کی کہ آپؐ اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھائیں، آپؐ نے قبول فرمالیا اور نماز جنازہ کیلئے کھڑے ہوگئے تو حضرت عمر بن خطابؓ نے آپ کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا کہ آپؐ اس منافق کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں، حالانکہ اللہ نے آپ کو ان کی نماز جنازہ سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ میں دعاء مغفرت کروں یا نہ کروں اور آیت میں جو ستر مرتبہ استغفار پر بھی مغفرت نہ ہونے کا ذکر ہے تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرسکتا ہوں، آیت سے مراد سورۂ توبہ کی یہی آیت ہے یعنی **استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفرلھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم** ، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے جنارہ کی نماز پڑھی، نماز کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوئی، **لاتصل علی احدمنھم** (چنانچہ اس کے بعد آپؐ نے کبھی کسی منافق کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کو منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکا گیا اور ان کی تجہیز وتکفین میں شریک ہونے سے بھی منع کیا گیا۔

پیغمبر! مشرکین کیلئے استغفار نہ کیجئے

ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولوکانوا اولی قربی من بعد ماتبین لھم انھم اصحاب الجحیم.

پیغمبرؐ کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دعاء مانگیں اگر چہ وہ

رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ کے چچا ابو طالب اگر چہ مسلمان نہ ہوئے تھے مگر عمر بھر رسول اللہ ﷺ کی حمایت وحفاظت کرتے رہے اور اس معاملہ میں برادری کے کسی فرد کا کہنا نہیں مانا، رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کا بڑا اہتمام تھا کہ کسی طرح یہ کلمہ اسلام پڑھ لیں اور ایمان لے آئیں تو شفاعت کا موقع مل جائے گا اور یہ جہنم کے عذاب سے بچ جائیں گے، مرض وفات میں جب ان کا آخری وقت ہوا تو آنحضرت ﷺ کو بڑی فکر تھی کہ اس وقت بھی کلمہ شریف پڑھ لیں تو کام ہوجائے ، چنانچہ اس حالت میں آپؐ ان کے پاس پہونچے، مگر ابو جہل ،عبداللہ بن امیہ پہلے سے وہاں موجود تھے،آپؐ نے فرمایا کہ میرے چچا! کلمہ لاالٰہ الا اللہ پڑھ لیں تو میں آپ کی بخشش کیلئے کوشش کروں گا، مگر ابو جہل بول اٹھا کہ کیا آپ عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ دیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے کئی مرتبہ پھر اپنا کلام دہرایا، مگر ہر مرتبہ ابو جہل یہی کہتا رہا' یہاں تک کہ آخری کلام میں ابو طالب نے یہی کہا میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں، اسی حالت میں وفات ہوگئی اور رسول اللہ ﷺ نے قسم کھائی کہ میں آپ کیلئے برابر استغفار کرتا رہوں گا، جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے ، اس پر یہ آیت ممانعت کی نازل ہوئی، جس میں رسول اللہ ﷺ اور سب مسلمانوں کو کفار و مشرکین کیلئے دعاء مغفرت کرنے سے منع فرما دیا، اگر چہ وہ قریبی رشتہ داری ہی ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپؐ کو مشرکین کے حق میں بخشش کی دعاء کرنے سے منع کیا گیا۔

پیغمبر! قرآن پڑھنے میں عجلت نہ کیا کیجئے

فتعالی اللہ الملک الحق ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ وقل رب زدنی علما. (۱۱۴ طٰہٰ)

سو اللہ تعالی جو بادشاہ حقیقی ہے عالی شان ہے اور قرآن پڑھنے میں قبل اس کے کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے عجلت نہ کیا کیجئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ابتداء وحی میں جب جبرئیل امین کوئی آیت قرآن لے کر آتے اور رسول اللہ کو سناتے تو آپؐ ان کے ساتھ ساتھ آیت کو پڑھنے کی بھی کوشش فرماتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یاد سے نکل جائے اس میں آپ پر دوہری مشقت ہوتی تھی اول قرآن کو جبرئیل سے سننے اور سمجھنے کی اس کے ساتھ اس کو یاد رکھنے کیلئے اپنی زبان سے ادا کرنے کی، اللہ تعالی نے سورۂ قیامہ کی اس آیت میں (**لاتحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرآنه**) یہ اطمینان دلا دیا کہ قرآن مجید کا یاد رکھنا آپ کی ذمہ داری نہیں وہ ہمارے ذمہ ہے، ہم خود آپ کو یاد کرا دیں گے اس لئے آپ کو جبرئیل امین کے ساتھ پڑھنے اور زبان کو حرکت دینے کی ضرورت نہیں آپؐ صرف اس وقت سنیں۔

اللہ تعالی نے اس آیت میں آپؐ کو قرآن کے پڑھنے میں جلدی کرنے سے منع فرمایا اور یہ ہدایت دی کہ آپ یہ دعا پڑھیں، **رب زدنی علما.**

پیغمبر! نہ بالکل پکار کر پڑھیئے اور نہ بالکل آہستہ

ولاتجهر بصلاتک ولاتخافت بها وابتغ بین ذالک سبیلا.

(۱۱۰ بنی اسرائیل)

اور اپنی جہری نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل ہی آہستہ پڑھیے بلکہ دونوں کے درمیان ایک متوسط طریقہ اختیار کر لیجئے۔

جب مکۂ مکرمہ میں رسول اللہؐ نماز میں بلند آواز سے تلاوتِ قرآن فرماتے تو مشرکین تمسخر و استہزاء کرتے اور قرآن اور جبرئیل امین اور خود حق تعالی کی شان میں گستاخانہ باتیں کہتے تھے اس کے جواب میں اسی آیت کا آخری حصہ نازل ہوا جس میں آپ ﷺ کو جہر و اخفاء میں میانہ روی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی کہ ضرورت تو اس درمیانی آواز سے پوری ہو جاتی ہے اور زیادہ بلند آواز سے مشرکین کو موقع ایذا رسانی کا ملتا تھا اس سے نجات ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہؐ نماز تہجد کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ کے پاس

سے گزرے تو صدیق اکبر تلاوت آہستہ فرما رہے تھے اور فاروق اعظم خوب بلند آواز سے تلاوت فرما رہے تھے رسول اللہؐ نے حضرت صدیق اکبر سے فرمایا کہ آپ ایسا آہستہ کیوں پڑھتے ہیں؟ صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ مجھے جس کو سنانا تھا اس کو سنا دیا کیونکہ اللہ تعالی تو ہر خفی سے خفی آواز کو بھی سنتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ کسی قدر آواز سے پڑھا کرو پھر عمر بن خطابؓ سے فرمایا کہ آپ اتنی بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ میں نیند اور شیطان کو دفع کرنے کیلئے بلند آواز سے پڑھتا ہوں آپؐ نے ان کو بھی حکم دیا کہ کچھ پست آواز سے پڑھا کرو۔

پیغمبر! آپ کو شرک سے روکا گیا

قل انی نهيت ان اعبدالذين تدعون من دون الله قل لااتبع اهواء كم قدضللت اذاوماانا من المهتدين.(٥٦ الانعام)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ ان کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے خیالات کا اتباع نہ کروں گا کیونکہ اس حالت میں بے راہ ہو جاوں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا۔

یہ آیت تشریح کی محتاج ہی نہیں یہ تو اسلام کا ابتدائی درس ہے کہ توحید کو اختیار کیا جائے اور شرک سے بیزاری دل میں پیدا کی جائے، آپؐ کو اس آیت میں منع کیا گیا اور آپؐ کی زبانی ہی اس اعلان کا حکم دیا گیا کہ آپ کہہ دیجئیے کہ مجھے اس بات سے روکا گیا ہے کہ میں ان چیزوں کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔

یہاں بھی یہ بات ذہن میں رہے کہ آپؐ کو اس قسم کا حکم دے کر دراصل امت محمدیہ کو درس دیا جا رہا ہے کہ وہ بھی نبی کریمؐ کی طرح شرک سے پاک ہو کر زندگی گزارے، صرف اور صرف ایک رب ذوالجلال کی عبادت کرتی رہے۔

پیغمبر! آپ کے دل میں تنگی نہیں ہونی چاہیے

المص. کتب انزل الیک فلایکن فی صدرک حرج منه لتنذربه وذکری للمؤمنین(۲ الاعراف)

المص ۔ یہ قرآن ایک کتاب ہے آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ ڈرائیں سو آپ کے دل میں بالکل تنگی نہ ہونی چاہیے اور یہ نصیحت ہے ایمان والوں کیلئے۔

حضورؐ کو اس آیت کے ذریعہ ایک طرح تسلی بھی دی جارہی ہے اور یہ بات بھی بتائی جارہی ہے کہ جب ہم نے آپ کو قرآن مجید عطا کیا ہے تو اس کتاب برحق کے احکام کی تبلیغ میں آپ کو کسی کا خوف رکاوٹ نہیں بننا چاہیے یہ سوچ کر کہ اس کو لوگ جھٹلائیں گے اور آپ کو لوگ ایذا دیں گے بلکہ آپ کو بلاخوف وخطر اپنا کام کرنا چاہیے اور دل میں بالکل کسی قسم کی تنگی نہیں پیدا کرلینا چاہیے، ہم نے آپ کو نبی بنایا ہے ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے تو ہم ہی آپ کی حفاظت اور مدد ونصرت کے ذمہ دار بھی ہیں۔

بہرحال اس آیت میں آپؐ کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ پیغامِ الٰہی کے پہنچانے میں اپنے دل کو تنگ نہیں کرنا چاہیے۔

دسواں باب

وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ کو یا ایھا النبی یا یا ایھا الرسول کے ذریعہ خطاب کیا گیا

اے نبی! ہم نے حلال کر دیا آپ کیلئے

یاایھاالنبی انا احللنالک ازواجک التی اتیت اجورھن وماملکت یمینک مماافاء الله علیک.(۵۰ الاحزاب)

اے نبی! ہم نے آپ کیلئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری مملوکہ ہیں جو اللہ تعالی نے آپ کو غنیمت میں دلوادی ہیں۔

اس آیت میں آپ ﷺ کو **یاایھا النبی** اے نبی کہہ کر خطاب کیا گیا ہے اور یہ فرمایا گیا ہے کہ ہم نے حلال کر دیا آپ کیلئے آپ کی سب موجودہ ازواج کو جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہیں یہ حکم بظاہر سبھی مسلمانوں کیلئے عام ہے مگر اس میں وجہ خصوصیت یہ ہے کہ نزول آیت کے وقت آپ کے نکاح میں چار سے زیادہ عورتیں موجود ہیں اور عام مسلمانوں کیلئے چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حلال نہیں تو یہ آپ کی خصوصیت تھی کہ چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا آپ کیلئے حلال کر دیا گیا۔

ہم نے اس آیت کو یہاں صرف یہ بتلانے کیلئے نقل کیا ہے کہ آپ کو یہاں یاایھا النبی سے خطاب کیا گیا ہے۔

اے نبی! ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے

یاایھاالنبی اناارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا.(۴۶ الاحزاب)

اے نبی! ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے آپ بشارت دینے والے ہیں اور کفار کو ڈرانے والے اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں ایک روشن چراغ ہیں۔

اللہ تعالی نے اس آیت میں آپ کو یاایھا النبی کہہ کر خطاب کیا ہے اور یہ بتا دیا ہے کہ ہم نے آپ کو بھیجا ہے جس کے ذریعہ ساری انسانیت کو یہ باور کیا جا رہا ہے کہ نبی خود بن کر اس دنیا میں نہیں آتا بلکہ اللہ تعالی نبی بنا کر دنیا میں بھیجتے ہیں، نبی بننا آدمی کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا، دنیا کی کوئی

طاقت انسان کو نبی نہیں بناسکتی،اس آیت میں یہ بات بھی بتادی گئی ہے کہ آپؐ کو بحیثیت گواہ،مبشر،نذیر،داعی اور سراج منیر بھیجا گیا ہے جس کی تفصیل پچھلے مضامین میں گزر چکی ہے۔

اے نبی! آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں سے

یایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا.(۲۸ الاحزاب)

اے نبی! آپ اپنی بیبیوں کو فرمادیجئے تم اگر دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال ومتاع دیدوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں۔

حضرت جابرؓ کی روایت میں مذکور ہے کہ ازواج مطہراتؓ نے جمع ہوکر رسول اللہ ﷺ سے اس کا مطالبہ کیا کہ ان کا نان نفقہ بڑھایا جائے،تفسیر بحر محیط میں اس کی تشریح یہ بیان کی گئی ہے کہ غزوۂ احزاب کے بعد بنونضیر پھر بنوقریظہ کی فتوحات اور اموال غنیمت کی تقسیم نے عام مسلمانوں میں ایک گونہ خوش حالی پیدا کردی تھی،ازواج مطہراتؓ کو اس وقت یہ خیال ہوا کہ ان اموال غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ نے بھی اپنا حصہ رکھا ہوگا،اس لئے انھوں نے جمع ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہؐ یہ کسریٰ وقیصر کی بیبیاں طرح طرح کے زیورات اور قیمتی لباسوں میں ملبوس ہیں اور ان کی خدمت کیلئے کنیزیں ہیں اور ہمارا حال فقروفاقہ کا آپ دیکھتے ہیں،اس لئے اب کچھ توسع سے کام لیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے یہ مطالبہ سنا کہ ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو بادشاہوں اور دنیاداروں میں ہوتا ہے تو آپ کو اس سے بہت رنج ہوا کہ انھوں نے بیت نبوت کی قدر نہ پہچانی،ازواج مطہراتؓ کو خیال نہ تھا کہ اس سے آپکو ایذاء پہونچے گی،عام مسلمانوں میں مالی وسعت دیکھ کر اپنے لئے بھی وسعت کا خیال دل میں آگیا تھا۔

اس آیت نے سب ازواج مطہرات کو اختیار دیدیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی موجودہ حالت یعنی معاشی عسرت وتنگی کے ساتھ آپؐ کی زوجیت میں رہنا قبول کریں یا پھر آپؐ سے طلاق کے ساتھ آزاد ہوجائیں،پہلی صورت میں ان کو عام عورتوں کی نسبت سے بہت زیادہ اجر عظیم اور آخرت کے خاص درجات عالیہ عطا ہوں گے اور دوسری صورت یعنی طلاق لینے میں بھی ان کو دنیا کے لوگوں کی طرح کسی تلخی وتکلیف کی نوبت نہیں آئے گی،بلکہ سنت کے مطابق کپڑوں کا جوڑا وغیرہ دے کر عزت

کے ساتھ رخصت کیا جائے گا۔ ترمذی نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت تخییر نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے اظہار واعلان کی ابتداء مجھ سے فرمائی اور آیت سنا نے سے پہلے فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں، مگر تم اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا، بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا، صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ یہ مجھ پر خاص عنایت تھی کہ مجھے والدین سے مشورہ کے بغیر اظہار رائے سے آپ نے منع فرمایا کیونکہ آپؐ کو یقین تھا کہ میرے والدین مجھے کبھی یہ رائے نہ دیں گے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے مفارقت اختیار کرلوں، میں نے جب یہ آیت سنی تو فوراً عرض کیا کہ کیا میں اس معاملے میں والدین سے مشورہ لینے جاؤں؟ میں تو اللہ کو اور اس کے رسولؐ کو اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں، پھر میرے بعد سب ازواج مطہرات کو قرآن کا یہ حکم سنایا گیا سب نے وہی کہا جو میں نے اول کہا تھا (کسی نے دنیا کی فراخی کو رسول اللہؐ کی زوجیت کے مقابلے میں قبول نہ کیا) (قال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح)

اس آیت میں آپؐ کو یایھا النبی سے خطاب کیا گیا ہے۔

اے نبی! آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے کہہ دیجئے

یـایهـاالنبی قل لازواجک وبنتک ونساء المومنین یدنین علهین من جلابیبهن ذالک ادنی ان یعرفن فلایوذین وکان الله غفورا رحیما.(۵۹ الاحزاب)

اے پیغمبر! اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادی سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ سر سے نیچی کرلیا کریں اپنے چہرے اور تھوڑی سے اپنی چادریں اس سے جلدی پہنچان ہوجایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی۔

منافقین کی طرف سے دو طرح کی ایذائیں سب مسلمانوں کو اور رسول اللہ ﷺ کو پہونچتی تھیں، آیات مذکورہ میں ان ایذاؤں کے انسداد کا انتظام ہے اور اس کے ضمن میں عورتوں کے پردے کے کچھ مزید احکام کا بیان ایک مناسبت سے آیا ہے، ان دونوں ایذاؤں میں ایک یہ تھی کہ منافقین کے عوام اور آوارہ قسم کے لوگ مسلمانوں کی باندیوں کنیزوں کو جب وہ کام کاج کیلئے باہر نکلتیں چھیڑا کرتے تھے، اور کبھی کنیزوں کے شبہ میں حرائر کو ستاتے تھے، جس کی وجہ سے عام مسلمانوں کو اور رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہونچتی تھی۔

دوسری ایذاء یہ تھی کہ یہ لوگ ہمیشہ ایسی جھوٹی خبریں اڑاتے تھے کہ اب فلاں غنیم مدینہ پر چڑھائی کرنے والا ہے وہ سب ختم کر دے گا، آیات مذکورہ میں پہلی ایذاء سے حرائر (آزاد بیبیوں) کو بچانے کا فوری اور سہل انتظام یہ ہوسکتا تھا کہ ان کو یہ لوگ ان کے خاندان کی وجاہت اور حمایت کی وجہ سے بالقصد چھیڑنے کی جرأت نہ کرتے تھے، کبھی کنیزوں کے شبہ میں یہ بھی ان کی چھیڑ چھاڑ کی زد میں آجاتی تھیں، اگر ان کی پہچان ہوجاتی تو یہ نوبت نہ آتی، اس لئے ضرورت پیش آئی کہ حرائر کا کوئی خاص امتیاز ہوجائے، تا کہ آسانی کے ساتھ خود بخود ہی کم از کم حرائر تو ان شریروں کے فساد سے فوری طور پر محفوظ ہوجائیں اور کنیزوں کا دوسرا انتظام کیا جائے۔

دوسری طرف شریعت اسلام نے حرائر اور کنیزوں کے پردۂ شرعی میں بضرورت ایک فرق بھی رکھا ہے کہ کنیزوں کا شرعی پردہ وہ ہے جو حرائر کا اپنے محرموں کے سامنے ہوتا ہے کہ مثلاً چہرہ کھولنا جو حرائر کیلئے اپنے محرموں کے سامنے جائز ہے، کنیزوں کیلئے باہر بھی اس کی اجازت اس لئے دی گئی کہ ان کا کام ہی اپنے آقا اور اس کے گھر کی خدمت ہے جس میں اس کو باہر بھی بار بار نکلنا پڑتا ہے اور چہرہ اور ہاتھ مستور رکھنا مشکل ہوتا ہے، بخلاف حرائر کے کہ ان کو کسی ضرورت سے باہر نکلنا بھی پڑے تو کبھی کبھی ہوگا جس میں پورے پردے کی رعایت مشکل نہیں، اس لئے حرائر کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ لمبی چادر جس میں مستور ہوکر نکلتی ہیں اس کو اپنے سر پر سے چہرے کے سامنے لٹکا لیا کریں تا کہ چہرے اجنبی مردوں کے سامنے نہ آئیں اس سے ان کا پردہ بھی مکمل ہوگیا اور باندیوں کنیزوں سے امتیاز خاص بھی ہوگیا، جس کے سبب وہ شریر لوگوں کی چھیڑ چھاڑ سے خود بخود مامون ہوگئیں، اور کنیزوں کی حفاظت کا انتظام ان منافقین کو سزا کی وعید سنا کر کیا گیا کہ اس سے باز نہ آئے تو اللہ تعالی ان کو دنیا میں بھی اپنے نبی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سزا دلوئیں گے۔

آیت مذکورہ میں حرہ (آزاد) عورتوں کے پردہ کیلئے یہ حکم ہوا ہے کہ **یدنین علیھن من جلابیبھن**، اس میں یدنین ادناء سے مشتق ہے، جس کے لفظی معنی قریب کرنے کے ہیں اور لفظ **علیھن** کے معنی اپنے اوپر اور **جلابیب** جمع جلباب کی ہے جو ایک خاص لمبی چادر کو کہا جاتا ہے، اس چادر کی ہیئت کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ وہ چادر ہے جو دوپٹہ

کے اوپر اوڑھی جاتی ہے (ابن کثیر) اور حضرت ابن عباسؓ نے اس کی ہیئت یہ بیان فرمائی ہے، اللہ تعالی نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے سروں کے اوپر سے یہ چادر لٹکا کر چہروں کو چھپالیں اور صرف ایک آنکھ (راستہ دیکھنے کیلئے) کھلی رکھیں۔

اور امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہ سلمانیؒ سے اس آیت کا مطلب اور جلباب کی کیفیت دریافت کی تو انھوں نے سر کے اوپر سے چادر لٹکا کر چہرہ چھپالیا اور صرف بائیں آنکھ کھلی رکھ کرادنا، وجلباب کی تفسیر عملاً بیان فرمائی۔

اس آیت میں بھی آپ کو یایھا النبی سے خطاب کیا گیا ہے۔

اے نبی سختی کیجئے

یایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم وماوھم جھنم وبئس المصیر. (۷۳ التوبہ)

اے نبی کفار سے اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

ہم نے یہاں اس آیت کو اسلئے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے آپ کو یایھا النبی سے خطاب کیا ہے ورنہ یہ آیت اور اسکا مطلب اس سے پہلے ''سختی کیجئے'' کے عنوان کے تحت آچکا ہے۔

اسی قسم کی آیت سورۂ تحریم کی آیت ۹ بھی ہے، اس آیت کے الفاظ بھی مذکورہ آیت ہی کی طرح ہیں اس آیت میں بھی یایھا النبی سے آپ کو خطاب کیا گیا ہے۔

اے نبی! شوق دلایئے

یایھا النبی حرض المومنین علی القتال. ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا من الذین کفروا بانھم قوم لایفقھون. (۶۵ الانفال)

اے نبی آپ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے

والے ہوں گے تو دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں کے سو آدمی ہوں گے تو ہزار کفار پر غالب آجائیں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔

اس آیت میں نبی کریم کو اے نبی! کے ذریعہ خطاب کیا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ آپ ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دیں اور یہ حقیقت بھی بتلادی گئی اللہ تعالی کی غیبی مدد مسلمانوں کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے مسلمانوں کا معاملہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں جداگانہ ہوتا ہے یہ ایمان والے تھوڑے ہی ہوتے ہیں مگر ہزاروں پر غالب آسکتے ہیں کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله، بہت سی کم تعداد والی جماعتیں اللہ کے حکم سے کثرت والے مقابل پر غالب آجاتی ہیں۔

چنانچہ غزوۂ بدر میں دس مسلمانوں کو سو آدمیوں کے برابر قرار دے کر یہ حکم دیا گیا کہ اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو دشمنوں پر غالب آجائیں گے اور اگر تم سو ہوں گے تو ایک ہزار دشمنوں پر غالب آجاو گے بہرحال ہم نے یہاں اس آیت کو اس لئے شامل کیا ہے کہ اس آیت میں یایھا النبی کے ذریعہ آپ ؐ کو مخاطب کیا گیا۔

اے نبی! اللہ آپ کیلئے کافی ہے

یایھاالنبی حسبک الله ومن اتبعک من المومنین(۶۴ الانفال)

اے نبی! آپ کیلئے اللہ تعالی حقیقت میں کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا ہے وہ ظاہراً کافی ہیں۔

اس آیت میں آپ ؐ کو اس بات کی تسلی دی گئی ہے کہ آپ کیلئے حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالی کافی ہیں اور ظاہر کے اعتبار سے مومنین کی جماعت کافی ہے آپ کسی بڑے سے بڑے دشمن کی تعداد سے خوف زدہ نہ ہوں، حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر کے میدان میں جنگ شروع ہونے سے پہلے نازل ہوئی تھی تا کہ قلیل التعداد بے سروسامان مسلمان اپنے مقابل کی بھاری تعداد اور بھاری سامان سے مرعوب نہ ہوجائیں، اور وہ ایسے موقع پر اپنے رب پر بھروسہ رکھیں اور اس کے بارے میں یہ یقین کرلیں کہ وہ کافی ہے۔

اس آیت کو ہم نے یہاں یہ بتانے کیلئے پیش کیا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے آپ ؐ کو یایھا النبی سے خطاب کیا ہے۔

اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو!!

یاایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ و اتقوا اللہ ربکم لاتخرجوھن من بیوتھن ولایخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینہ وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقدظلم نفسہ لاتدری لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا. (۱ الطلاق)

اے پیغمبر! جب تم ایسی عورتوں کو طلاق دینے لگو جن کے ساتھ خلوت ہو چکی ہے کیونکہ عدت کا حکم ایسی عورتوں سے متعلق ہے تو ان کو زمانۂ عدت یعنی حیض سے پہلے یعنی طہر میں طلاق دو اور تم عدت کو یاد رکھو یعنی مرد و عورت سب یاد رکھیں، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے اور ان عورتوں کے رہنے کے گھروں سے انہیں مت نکالو اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں مگر ہاں کوئی کھلی بے حیائی کریں تو اور بات ہے اور سب خدا کے مقرر کئے ہوئے احکام ہیں اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

اس آیت میں حضورؐ کو یاایھا النبی سے خطاب کیا گیا ہے اس لئے ہم نے اس آیت کو یہاں نقل کیا ہے اس آیت میں اللہ تعالی نے آپؐ کو طلاق سے متعلق چند بنیادی احکامات دیئے ہیں تاکہ یہ احکامات آپؐ اور آپ کی امت کیلئے بنیادی دستور بن جائیں جن پر عمل کرنے سے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی ہوگی اور کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔ طوالت کے خوف سے ہم نے طلاق سے متعلقہ مسائل کو بالتفصیل بیان نہیں کیا ہے، ضرورت ہو تو اس آیت کی روشنی میں متعلقہ مسائل کا مطالعہ تفسیر اور فقہ کی کتابوں میں دیکھ لیں۔

اے نبی! آپ کیوں حرام فرماتے ہیں؟

یاایھا النبی لا تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم. (۱ التحریم)

اے نبی! جس چیز کو اللہ تعالی نے آپ کیلئے حلال کیا ہے آپ اس کو کیوں حرام فرماتے ہیں اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے۔

آیات تحریم کا واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہؓ وغیرہ سے منقول ہیکہ رسول اللہؐ کا معمول شریف تھا کہ عصر کے بعد کھڑے کھڑے سب بیبیوں کے پاس (خبر گیری کیلئے) تشریف لاتے

تھے، ایک روز حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ ٹھیرے اور شہد پیا تو مجھ کو رشک آیا اور میں نے حفصہؓ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لاویں وہ یوں کہے کہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے۔ مغافیر ایک خاص قسم کا گوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیا ہے۔ ان بی بی نے کہا کہ شاید کوئی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھی ہو اور اس کا رس چوسا ہو (اسی وجہ سے سے شہد میں بھی بدبو آنے لگی) رسول اللہؐ بدبو کی چیزوں سے بہت پرہیز فرماتے تھے اسلئے آپ نے قسم کھالی کہ پھر میں شہد نہ پیوں گا اور اس خیال سے کہ حضرت زینب کا جی بُرا نہ ہو اس کے اخفاء کی تاکید فرمائی مگر ان بی بی نے دوسری سے کہہ دیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت حفصہ شہد پلانے والی ہیں اور حضرت عائشہ وسودہ وصفیہ صلاح مشورہ کرنے والی اور بعض روایات میں یہ قصہ دوسری طرح بھی آیا ہے۔ ممکن ہے کہ کئی واقعے ہوں اور ان سب کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئی ہوں (از بیان القرآن)

خلاصہ ان آیات کا یہ ہے کہ اس واقعہ میں جو رسول اللہؐ نے ایک حلال چیز یعنی شہد کو بذریعہ قسم اپنے اوپر حرام کرلیا تھا یہ فعل جب کہ کسی ضرورت و مصلحت سے ہو تو جائز ہے گناہ نہیں۔ مگر اس واقعہ میں ضرورت ایسی نہ تھی کہ اسکی وجہ سے آپ خود کوئی تکلیف اٹھائیں اور ایک حلال چیز کو چھوڑ دیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے یہ کام ازواج مطہرات کو راضی کرنے کیلئے کیا تھا اور ایسے معاملے میں انکا راضی کرنا آپ کے ذمہ لازم نہ تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے ازروئے شفقت وعنایت فرمایا

یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم. اس آیت میں بھی قرآن کریم کے عام اسلوب کے مطابق رسول اللہؐ کو آپ کا نام لے کر خطاب نہیں کیا بلکہ یایھا النبی کے لقب سے خطاب فرمایا جس میں آپ کا خصوصی اعزاز واکرام ہے اور پھر فرمایا کہ اپنی ازواج کی رضا جوئی کیلئے آپ اپنے اوپر ایک حلال چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں۔ یہ کلام اگرچہ ازروئے شفقت ہوا مگر صورت جواب طلبی کی تھی جس سے یہ خیال ہوسکتا تھا کہ شاید آپ سے کوئی بڑی غلطی ہوگئی اس لئے ساتھ ہی فرمایا **واللہ غفور رحیم** یعنی اگر گناہ ہوتا بھی تو اللہ تعالیٰ مغفرت اور معاف کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں بھی آپؐ کو یایھا النبی سے خطاب کیا گیا ہے۔

اے نبی! آپ کہہ دیجئے

یاایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری ان یعلم الله فی قلوبکم خیرا یوتکم خیرا مما اخذ منکم ویغفر لکم والله غفور رحیم.(۷۰ الانفال)

اے پیغمبر! آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہوگا تو جو کچھ تم سے فدیہ میں لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو دے دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں۔

اس آیت میں بھی نبی کریمؐ کو یاایھا النبی سے خطاب کیا گیا اور ایک خاص بات آپؐ کو بتلائی گئی جو غزوۂ بدر کے قیدیوں سے متعلق ہے، تاریخ سے واقف حضرات اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ آپؐ نے جنگ بدر میں قید ہو کر آنے والے کافروں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا تھا۔

اسلام اور مسلمانوں کے وہ دشمن جنھوں نے ان کے ستانے، مارنے، قتل کرنے میں کسی وقت بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور جب موقع مل گیا انتہائی وحشیانہ مظالم ان پر کیے مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو جانے کے بعد ان کی جان بخشی کر دینا کوئی معمولی بات نہ تھی ان کے لئے بڑی غنیمت اور انتہائی لطف وکرم تھا فدیہ میں جو رقم ان سے لی گئی وہ بھی نہایت معمولی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم دیکھئے کہ اس معمولی رقم کے دینے سے جو ایک قسم کی تکلیف ان کو پیش آئی اس کو بھی کس طرح رفع فرمایا جاتا ہے۔ آیت مذکورہ میں ارشاد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں کوئی خیر پائیں گے تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے دیں گے۔ اور اس پر مزید یہ کہ تمہارے پچھلے گناہ بخش دیں گے۔ خیر سے مراد ایمان اور اخلاص ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آزاد ہونے کے بعد ان قیدیوں میں جو لوگ ایمان واسلام کو اخلاص کے ساتھ اختیار کر لیں گے تو جو کچھ فدیہ میں دیا ہے اس سے زیادہ اور بہتر انکو مل جائے گا۔ قیدیوں کو آزاد وخود مختار کر دینے کے ساتھ اس طرح دعوت دی گئی کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے نفع نقصان پر غور کریں۔ چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ ان لوگوں میں سے جو مسلمان ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت اور جنت کے درجاتِ عالیہ کے علاوہ دنیا میں بھی ان کو اتنا مال ودولت دے دیا جو ان کے فدیہ سے بدرجہا زائد تھا۔

اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت رسول کریم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے بارہ میں نازل

ہوئی تھی کیونکہ وہ بھی بدر کے قیدیوں میں شامل تھے اوران سے بھی فدیہ لیا گیا تھا۔ان کی خصوصیت اس معاملہ میں یہ تھی کہ جنگِ بدر میں یہ مکہ سے اپنے ساتھ تقریباً سو گنی سونا لے کر چلے تھے تا کہ وہ لشکرِ کفر پر خرچ کیا جائے۔اورابھی یہ خرچ ہونے نہیں پایا تھا کہ وہ مع اس سونے کے گرفتار کر لئے گئے۔

جب فدیہ دینے کا وقت آیا تو انھوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میرے ساتھ جو سونا تھا اس کو میرے فدیہ کی رقم میں لگالیا جائے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو مال آپ کفر کی امداد کیلئے لائے تھے وہ تو مسلمانوں کا مالِ غنیمت بن گیا۔فدیہ اس کے علاوہ ہونا چاہئیے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اورنوفل بن حارث کا فدیہ بھی آپ ادا کریں۔عباسؓ نے عرض کیا کہ اگر اتنا مالی بار مجھ پر ڈالا گیا تو مجھے قریش سے بھیک مانگنا پڑے گی میں بالکل فقیر ہو جاؤں گا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کیوں کیا آپ کے پاس وہ مال موجود نہیں جو مکہ سے روانگی کے وقت آپ نے اپنی زوجہ ام الفضل کے حوالہ کیا ہے؟ حضرت عباس نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا جب کہ وہ میں نے رات کی تاریکی اور تنہائی میں اپنی بیوی کے سپرد کیا تھا اور کوئی تیسرا آدمی اس سے واقف نہیں۔آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے اس کی پوری تفصیل بتلادی۔حضرت عباس کے دل میں یہ سن کر آنحضرت ﷺ کے سچے رسول ہونے کا یقین ہوگیا۔ اس سے پہلے بھی وہ آنحضرت ﷺ کے دل سے معتقد تھے مگر کچھ شبہات تھے جو اللہ تعالیٰ نے اس وقت رفع فرما دیئے اور وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔مگر ان کا بہت سا روپیہ قریشِ مکہ کے ذمہ قرض تھا۔اگر یہ اسی وقت اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیتے تو وہ روپیہ مارا جاتا اس لئے اعلان نہیں کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی کسی سے اس کا اظہار نہیں کیا۔فتح مکہ سے پہلے انہوں نے رسول اللہؐ سے اس کی اجازت چاہی کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آجائیں مگر حضور ﷺ نے ان کو یہی مشورہ دیا کہ ابھی ہجرت نہ کریں۔

حضرت عباسؓ کی اس گفتگو پر رسول اللہؐ نے آیت مذکورہ میں آیا ہوا وعدہ بھی ان کو بتلا دیا کہ اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا اور اخلاص کے ساتھ مؤمن ہو گئے تو جو کچھ مال فدیہ میں خرچ کیا ہے اس سے بہتر اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرما دیں گے۔چنانچہ حضرت عباسؓ اظہارِ اسلام کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اس وعدہ کا ظہور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔کیونکہ مجھ سے بیس (۲۰) اوقیہ سونا فدیہ میں لیا گیا تھا،اس وقت میرے بیس غلام مختلف جگہوں میں تجارت کا کاروبار کر رہے ہیں اور کسی کا کاروبار بیس ہزار درہم سے کم کا نہیں ہے۔اوراس پر مزید یہ انعام

ہیکہ مجھے حجاج کو آب زمزم پلانے کی خدمت مل گئی ہے جو میرے نزدیک ایسا گرانقدر کام ہے کہ سارے اہلِ مکہ کے اموال بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔

ہم نے اس آیت کا یہاں اس لئے انتخاب کیا ہے کہ اس میں آپ کو یایھا النبی سے خطاب کیا گیا ہے۔

اے رسول! پہنچا دیجئے جو آپ پر اتارا گیا

یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالته و الله یعصمک من الناس. (٦٧ المائده)

اے رسولؐ جو کچھ آپؐ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ لوگوں کو سب پہنچا دیجئے اور اگر بفرضِ محال آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام بھی نہیں پہنچایا۔

قرآن مجید میں زیادہ تر آپ کو یایھا النبی کہہ کر پکارا گیا ہے اور بہت کم یایھا الرسول کہہ کر پکارا گیا، اس آیت میں آپ کو یایھا الرسول (اے رسول) کہہ کر خطاب کیا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ جو کچھ آپ پر اتارا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیں۔

اے کپڑوں میں لپٹنے والے پیغمبر!

یایھا المزمل قم اللیل الاقلیلا. (٢ مزمل)

اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات۔

یایھاالمدثر قم فانذر. (٢ مدثر)

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو پھر ڈراو۔

ان دو آیتوں میں نبی کریم کو بجائے یایھا الرسول یا یایھا النبی کے دو خاص الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے، وہ ہیں المزمل، المدثر۔

سوال یہ ہے کہ آپ کو ان دو الفاظ سے کیوں بلایا گیا؟

ان خاص الفاظ کے ساتھ آپ کو خطاب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت آپؐ خوف وفزع کی شدت کے سبب سخت سردی محسوس فرما رہے تھے اس لئے اپنے اوپر کپڑے ڈالنے کیلئے فرمایا یہ کپڑے ڈال دیئے گئے تو آپ ان میں لپٹ گئے۔

واقعہ اس کا بخاری و مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت سے یہ ہے کہ رسول اللہؐ فترتِ وحی کے زمانے کا ذکر فرما رہے تھے فترت کے لفظی معنی سخت پابند ہو جانے کے ہیں، واقعہ اس کا یہ پیش آیا تھا کہ سب سے پہلے غار حرا میں نبی کریمؐ پر جبرئیل امین نازل ہوئے اور سورۂ اقرا کی ابتدائی آیتیں آپ کو سنائیں۔ یہ فرشتے کا نزول اور وحی کی شدت پہلے پہل تھی جس کا اثر طبعی طور پر ہوا اور رسول اللہؐ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لے گئے سخت سردی محسوس کر رہے تھے اس لئے فرمایا زملونی زملونی یعنی ڈھانپو مجھے ڈھانپو۔ اس کا مفصل اور طویل واقعہ صحیح بخاری میں مذکور ہے اس کے بعد کچھ دنوں تک یہ سلسلہ وحی کا بند رہا اس زمانے کو جس میں سلسلہ وحی بند رہا زمانہ فترت الوحی کہا جاتا ہے آپ نے اس زمانہ فترت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک روز میں چل رہا تھا کہ اچانک میں نے آواز سنی تو نظر آسمان کی طرف اٹھائی دیکھتا کیا ہوں کہ وہی فرشتہ جو غارِ حراء میں میرے پاس آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک معلق کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ مجھے ان کو اس ہئیت میں دیکھ کر پھر وہی رعب و ہیبت کی کیفیت طاری ہوگئی جو پہلی ملاقات کے وقت ہو چکی تھی میں واپس اپنے گھر چلا آیا اور گھر والوں سے کہا کہ مجھے ڈھانپ دو اس پر یہ آیت نازل ہوئی **یاایھا المدثر** اس حدیث میں آیت **یاایھا المدثر** کے نزول کا ذکر ہے ہوسکتا ہیکہ اسی حالت کو بیان کرنے کیلئے **یاایھا المزمل** کا خطاب بھی آیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لفظ مزمل کے لقب کا واقعہ الگ ہو جو خلاصہ تفسیر میں بیان ہوا ہے، اس عنوان سے خطاب کرنے میں ایک خاص لطف و عنایت کی طرف اشارہ ہے جیسے محبت و شفقت میں کسی کو اس کی وقتی حالت کے عنوان سے محض بطور شفقت خطاب کیا جاتا ہے (روح المعانی) اس عنوانِ خاص سے خطاب فرما کر آپ کو نماز تہجد کا حکم اور اس کی کچھ تفصیل بتلائی ہے۔

اور یا **ایھاالمدثر** کے ذریعہ خطاب فرما کر لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا گیا۔

بہر حال آپ کو یا **ایھاالمزمل** اور **یاایھاالمدثر** ان دونوں الفاظ سے یہاں خطاب کیا گیا ہے۔

گیارہواں باب

وہ آیتیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر کیا کیا احسانات، انعامات اور عنایتیں کی گئیں؟

پیغمبر! ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں

ولقداتینک سبعامن المثانی والقرآن العظیم

اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو نماز میں مکرر پڑھی جاتی ہیں اور وہ قرآن عظیم دیا۔

وہ سورۂ فاتحہ جو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے جس کو ام القرآن کا خطاب دیا گیا یہی وہ سورت ہے جس کو فاتحۃ الکتاب کہا گیا اور اسی کو سبعِ مثانی بھی کہا گیا کہ اس میں سات آیتیں ہیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں، اور یہی سورۂ فاتحہ قرآن عظیم بھی ہے جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے، یہ ایسی سورت ہے کہ ایسی سورت نہ تورات میں ہے نہ انجیل میں اور نہ قرآن مجید میں سورۂ فاتحہ جیسی کوئی سورت ہے۔

حضورؐ نے سورۂ فاتحہ کو تمام قرآن میں بہترین سورت قرار دیا ہے مسلم اور نسائی میں یہ حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امینؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ اوپر سے ایک زوردار دھماکے کی آواز آئی، حضرت جبرئیل امینؑ نے اوپر دیکھ کر فرمایا آج آسمان کا وہ دروازہ کھلا ہے جو کبھی نہیں کھلا تھا، پھر وہاں سے ایک فرشتہ حضورؐ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے خوش ہو جایئے، دو نور آپ کو ایسے دیئے گئے ہیں کہ آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیئے گئے، سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں ایک ایک حرف پر ان میں سے نور ہے۔

بہرحال آپؐ پر جہاں اللہ تعالیٰ نے اور انعامات واحسانات فرمائے وہیں یہ بھی احسان فرمایا کہ آپ کو سورۂ فاتحہ عطا کی گئی۔

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ مقام محمود میں جگہ دے گا

ومن الیل فتھجد بہ نافلۃ لک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا.

(۷۹ بنی اسرائیل)

اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی نماز ادا کریں یعنی اس میں نماز تہجد پڑھا کریں جو کہ آپ کیلئے ایک زائد چیز ہے امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

اس آیت میں آپ کو نماز تہجد کا حکم دیا گیا اور اسی کے ساتھ یہ بات بتلائی گئی کہ امید ہے کہ آپ کو آپ کا رب مقام محمود میں جگہ دے گا۔

ویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ کیا گیا ہے تمام انبیاء کرام میں صرف آپ کو یہ مقام

عطا کیا جائے گا کہ آپ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے۔

صحیح احادیث کی روشنی میں یہ بات کہی جائے گی کہ مقام محمود سے مراد شفاعت کبریٰ کا مقام ہے کہ جس وقت میدانِ محشر قائم ہوگا اور ساری انسانیت جمع ہوگی اور سارے بنی آدم ہر نبی اور پیغمبر سے شفاعت کی درخواست کریں گے تو تمام انبیاء عذر کردیں گے صرف رسول اللہؐ کو یہ شرف عطا ہوگا کہ آپ ﷺ تمام بنی آدم کی شفاعت فرمائیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپؐ کو بطورِ خاص یہ مقام محمود عطا کیا جائے گا۔

آپ ﷺ کو یہ تین نعمتیں بھی دی گئیں

انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک الله ماتقدم من ذنبک وماتا خرویتم نعمته علیک ویهدیک صراطا مستقیما وینصرک الله نصرا عزیزا.(۳ الفتح)

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالی آپ کے سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے اور آپ پر اپنے احسانات تکمیل کردے اور آپ کو سیدھے راستہ پر لے چلے اللہ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو۔

آپؐ کی اگلی پچھلی لغزشوں اور خطاوں کو معاف کیا گیا۔

صراطِ مستقیم کی ہدایت دی گئی اور اللہ تعالی کی مدد واعانت کا ایک بڑا حصہ اور درجہ عنایت گیا گیا۔

یہ تین نعمتیں ہیں جن کے دیئے جانے کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے، یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں تو پھر ان کی معافی کا کیا مطلب؟ جواب یہ ہے کہ آپؐ اور دیگر انبیاء کرام کے حق میں جہاں کہیں ذنب اور عصیان وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے گئے وہاں ایسے کام مرادنہیں جو ناجائز یا حرام ہیں بلکہ نبوت کے بلند مقام کے اعتبار سے کسی افضل چیز کو چھوڑ کر غیر افضل کو اختیار کرنے کو قرآن مجید نے ذنب یا عصیان سے تعبیر کیا ہے۔

بہر حال آپؐ پر اللہ تعالی کی یہ عنایتیں ہیں کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید کے ذریعہ یہ سرٹیفیکٹ دیدی کہ آپؐ بخشے بخشائے ہیں، ہدایت کی راہ پر قائم ہیں' آپ کا ہر قول اور ہر عمل اور آپ کی ہر ادا سرتا پا ہدایت ہے اور اللہ تعالی نے آپ کو وہ غلبہ عطا فرمایا کہ آپ سارے انسانوں پر غالب،آپ کا دین تمام دینوں پر غالب اور آپ پر اترا ہوا قرآن تمام کتابوں پر غالب ہے۔

ہم نے آپ ﷺ کو کوثر عطا کی

انااعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر (۳ الکوثر)

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے، آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیئے بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔

ابن ابی حاتم نے سدی سے اور بیہقی نے دلائلِ نبوت میں حضرت محمد بن علی بن حسینؓ سے نقل کیا ہیکہ جس شخص کی اولاد ذکور مر جائے اس کو اہلِ عرب اَبتر کہا کرتے تھے یعنی مقطوع النسل۔ جس وقت نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے قاسم یا ابراہیم کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تو کفار مکہ آپ کو ابتر کہہ کر طعنہ دینے لگے ایسا کہنے والوں میں عاص بن وائل کا نام خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے اس کے سامنے جب رسول اللہؐ کا ذکر کیا جاتا تو کہتا تھا کہ ان کی بات چھوڑو یہ کچھ فکر کرنے کی چیز نہیں کیونکہ وہ ابتر (مقطوع النسل) ہیں جب ان کا انتقال ہو جائے گا ان کا کوئی نام لینے والا بھی نہ رہے گا، اس پر سورۂ کوثر نازل ہوئی۔ (رواہ البغوی، ابن کثیر ومظہری)

اور بعض روایات میں ہے کہ کعب بن اشرف یہودی ایک مرتبہ مکہ مکرمہ آیا تو قریشِ مکہ اس کے پاس گئے اور کہا کہ آپ اس نوجوان کو نہیں دیکھتے جو کہتا ہے کہ وہ ہم سب سے (دین کے اعتبار سے) بہتر ہے حالانکہ ہم حجاج کی خدمت کرنے والے اور بیت اللہ کی حفاظت کرنے والے اور لوگوں کو پانی پلانے والے ہیں، کعب نے یہ سن کر کہا کہ نہیں تم لوگ اس سے بہتر ہو، اس پر یہ سورۂ کوثر نازل ہوئی۔ (ذکرہ ابن کثیر عن البزار باسناوصحیح)

خلاصہ یہ ہے کہ کفار مکہ جو رسول اللہ ﷺ کے نرینہ اولاد نہ رہنے کے سبب ابتر ہونے کے طعنے دیتے تھے یا دوسری وجوہ سے آپ کی شان میں گستاخی کرتے تھے ان کے جواب میں سورۂ کوثر نازل ہوئی ہے جس میں ان کے طعنوں کا جواب بھی ہے کہ صرف اولاد نرینہ کے نہ رہنے سے آپ کو مقطوع النسل یا مقطوع الذکر کہنے والے حقائق سے بے خبر ہیں۔ آپ کی نسل نسبی بھی انشاء اللہ دنیا میں تاقیامت باقی رہے گی اگرچہ دختری اولاد سے ہو اور نسل معنوی یعنی آپ پر ایمان لانے والے مسلمان جو درحقیقت نبی کی اولاد معنوی ہوتے ہیں وہ تو اس کثرت سے ہونگے کہ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے بھی بڑھ جائیں گے۔ اور اس میں رسول اللہؐ کا اللہ کے نزدیک مقبول اور مکرم

و معظم ہونا بھی مذکور ہے جس سے کعب بن اشرف کے قول کی تردید ہو جاتی ہے۔

انا اعطینک الکوثر، امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ "کوثر وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے"۔ ابن عباسؓ کے خاص شاگرد سعید بن جبیرؒ سے کسی نے کہا کہ بعض کہتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے تو سعید بن جبیرؒ نے جواب دیا کہ (ابنِ عباسؓ کا قول اس کے منافی نہیں بلکہ) وہ نہر جنت جس کا نام کوثر ہے وہ بھی اس خیر کثیر میں داخل ہے اسی لئے امامِ تفسیر مجاہد نے کوثر کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ دنیا و آخرت دونوں کی خیر کثیر ہے اس میں جنت کی خاص نہر کوثر بھی داخل ہے۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے مسلم کے الفاظ یہ ہیں

ایک روز جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمارے درمیان تھے اچانک آپ پر ایک قسم کی نیند یا بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہوئی پھر ہنستے ہوئے آپ نے سر مبارک اٹھایا، ہم نے پوچھا یا رسول اللہؐ آپ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے؟ تو فرمایا کہ مجھ پر اسی وقت ایک سورت نازل ہوئی ہے پھر آپ نے بسم اللہ کے ساتھ سورۂ کوثر پڑھی، پھر فرمایا تم جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے عرض کیا **اللہ ورسولہ اعلم**، آپ نے فرمایا یہ ایک نہر جنت ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے جس میں خیر کثیر ہے اور وہ حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے روز پانی پینے کیلئے آئے گی اس کے پانی پینے کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہونگے اس وقت بعض لوگوں کو فرشتے حوض سے ہٹا دینگے تو میں کہونگا کہ میرے پروردگار یہ تو میری امت میں ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد کیا نیا دین اختیار کیا ہے۔

بہر حال اس سورت میں آپ ؐ کو کوثر کے دیئے جانے کی بشارت سنائی گئی اور دشمن کے بے نام ونشان ہونے کی پیش گوئی بھی کی گئی ہے۔

آپ ﷺ کے سینہ کو کھول دیا گیا

الم نشرح لک صدرک .(الاشراح)

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (علم وحلم سے) کشادہ نہیں کر دیا۔

شرحِ صدر (سینہ کھول دینا) رب ذوالجلال کی طرف سے نبی رحمتؐ پر بہت بڑا اور خصوصی

احسان وانعام ہے شرح صدر کے معنی یہاں یہ ہیں کہ آپؐ کے سینہ کو علوم ومعارف اور اخلاقِ حسنہ کیلئے وسیع وکشادہ کر دیا گیا، کسی کے سینہ کو کھول دینا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالی نے اس کو ہدایت دینے کا ارادہ کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ **فمن یردالله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام** ۔اللہ تعالی جس سے ہدایت کا ارادہ کرتے ہیں اسکے سینہ کو اسلام کیلئے کھول دیتے ہیں، اس خصوصی شرحِ صدر کا اثر یہ ہوا کہ آپؐ کا علم سارے انسانوں کے علم پر بھاری ہو گیا اور آپؐ کا دشمنوں کے مقابلہ میں حلم،تحمل، برداشت دنیا کے سارے انسانوں کے تحمل و برداشت سے بڑھ گیا،آپؐ کے سینہ کو علم وحلم کا سمندر بنا دیا گیا، یہ شرحِ صدر بطور اعزاز وانعام عطا فرمایا گیا اور بطور معجزہ شق صدر کا واقعہ پیش آیا جس میں آپؐ کے سینہ کو چاک کیا گیا جس کی تفصیلات سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔

جہاں اللہ کو یاد کیا جاتا ہے وہیں آپ ﷺ کو یاد کیا جاتا ہے

ورفعنا لک ذکرک

ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔

اللہ تعالی نے دنیا میں بھیجے گئے تمام پیغمبروں اور پیدا کئے گئے تمام انسانوں میں جس قدر آپؐ کے نام مبارک کو بلند کیا اس قدر کسی کے نام کو بلند نہیں کیا، پوری دنیا کے فلسفیوں، ڈاکٹروں، سائنسدانوں، وقت کے بادشاہوں، سرداروں، پہلوانوں، رشیوں، اور مالداروں سب کیلئے یہ ایک چیلنج ہے کہ آج سے ساڑھے چودہ سو برس پہلے جس نبی کا نام نامی بلند ہوا وہ نام بلند ہوتا ہی رہا، کوئی دن، کوئی گھنٹہ، کوئی لمحہ اور کوئی گھڑی ایسی نہیں ہے جس میں آپ کا نام نہ لیا جا رہا ہو۔

دنیا کی لاکھوں مسجدوں کے منبروں پر کھڑے ہونے والے سارے ہی خطیب جہاں **اشهدأن لااله الاالله** کہتے ہیں وہیں **اشهدان محمد ارسول الله** کہتے ہیں، دنیا کی ان ان گنت مسجدوں کے میناروں سے موذن کی وہ پکار بلند ہوتی ہے اور فضاوں میں جہاں رب ذوالجلال کا نام بلند ہوتا ہے وہیں محمد عربیؐ کا اسم گرامی بلند ہوتا ہے، اور اربوں کی تعداد میں قیام، رکوع وسجود سے فارغ ہو کر قعدہ میں بیٹھنے والے سارے مسلمان جہاں التحیات پڑھتے ہیں اسی میں **السلام علیک ایها النبی** کا جملہ دہراتے ہیں۔

سال کے تین سو پینسٹھ دن کا ہر لمحہ کسی نہ کسی ملک میں کوئی نہ کوئی موذن کوئی نہ کوئی مصلی، آپؐ کو یاد کررہا ہے، ہے کوئی اس مقام بلند کو چھولینے والا؟ ہے کوئی اس قدر رفعت وبلندی والا؟ ہے کوئی اس رتبہ عالی کو حاصل کرنے والا؟ حدیثِ قدسی کے ان الفاظ کو یاد کیجئے

رب ذوالجلال نے یوں فرمایا **اذاذ کرت ذکرت معی**

جہاں میرا ذکر ہوگا اے محمدؐ! آپ کا ذکر بھی میرے ساتھ ہوگا۔

آپ کو وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے

وانزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما. (۱۱۳ النساء)

اللہ نے اتاری آپ پر کتاب اور حکمت اور آپ کو وہ مفید اور عالی باتیں بتلائی ہیں جو آپ پہلے سے نہ جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے ان چار چیزوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو بطور نعمت عطا کی گئیں، (۱) کتاب یعنی قرآن (۲) حکمت (۳) علم (۴) فضل۔ اللہ تعالی نے کتاب کے ساتھ حکمت کو داخل فرما کر اس طرف اشارہ کردیا کہ حکمت نام ہے آپؐ کی سنت اور تعلیمات کا، گویا یہ حکمت یعنی آپؐ کی سنتیں وتعلیمات بھی آپؐ پر نازل کی گئی ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ کتاب کے الفاظ اللہ کی طرف سے ہیں اور آپؐ کی سنت اور تعلیمات کے الفاظ اللہ تعالی کی طرف سے نہیں ہیں، قرآن وحی متلو ہے جو تلاوت کی گئی اور حدیث وسنت وحی غیر متلو ہے جس کی تلاوت نہیں کی گئی۔

اور تیسری چیز یہ کہ اللہ تعالی نے **وعلمک مالم تکن تعلم** سے آپؐ کے خصوصی علم کی نشاندہی فرمادی کہ اے پیغمبر! ہم نے آپ کو وہ علم عطا کیا جو آپ نہ جانتے تھے، جب اللہ تعالی نے **وعلمک** کہہ کر یہ بات آپؐ کو بتلادی کہ ہم نے آپ کو علم دیا جو آپ نہیں جانتے تھے تو اسی سے پورے وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آپؐ کو جو خصوصی علم عطا ہوا وہ ساری مخلوقات کے علم سے یقیناً زائد ہے۔

اور یہ سب اللہ کا خصوصی فضل ہے نبی رحمتؐ پر کہ اس نے اپنے نبی پر بڑا فضل فرمایا۔

آپ ﷺ کے دل کو قوی رکھا گیا

وقال الذین کفروا لولا نزل علیه القرآن جملة واحدة کذالک لنثبت به فؤادک ورتلنه ترتیلا.(۳۲ الفرقان)

اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ اس طرح تدریجا اس لئے ہم نے نازل کیا تا کہ ہم اس کے ذریعہ آپ کے دل کو قوی رکھیں اور اسی لئے ہم نے اس کو بہت ٹھہرا ٹھہرا کر اتارا ہے۔

قرآن مجید کے نزول کی شکل وصورت یہ نہیں تھی کہ آسمان سے ایک ہی وقت میں پوری سورتیں ایک کتاب کی شکل میں اتاردی گئی ہوں بلکہ نزول قرآن کی ایک تاریخ یہ رہی ہے کہ آپ ؐ کی چالیس سال سے ۶۳ سال کی زندگی تک بالتدریج (تھوڑا تھوڑا کر کے) حسبِ موقع اور حسبِ منشا اللہ نے آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا اس طرح یہ قرآن مجید ۲۳ سال کے عرصہ میں آہستہ آہستہ پورا ہوا۔ قرآن مجید کے اس طرح نازل ہونے پر کفارِ مکہ کو اعتراض ہوا وہ کہنے لگے کہ آپ پر ایک ہی وقت میں یہ قرآن کیوں نہ نازل ہوا؟ اللہ تعالی نے اس کا جواب یوں دیا کہ ہم نے قرآن مجید کو بالتدریج جو نازل کیا اس کی حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ہم آپ ؐ کے دل کو قوی اور مضبوط رکھنا چاہتے ہیں، آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا نازل کرنے سے یادرکھنا آسان ہوتا ہے، آسانی کے ساتھ یاد ہوتے رہنے میں دل میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی، نیز آپ ؐ کو مخالفت کے ماحول میں موقع بموقع تسلی کے کلمات نازل کئے گئے تا کہ اس وقت آپ کا دل مضبوط ہوجائے، اگر پورا قرآن ایک مرتبہ نازل ہوجاتا اور کسی خاص مخالفت کے ماحول میں کوئی تسلی والی بات نازل نہ ہوتی تو آپ ؐ کی بے قراری بڑھ جاتی اور تازہ تازہ کلام کا نازل ہونا موقع کی مناسبت سے یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ساتھ ساتھ ہیں اس طرح اس سے دل کو تقویت ملتی ہے۔

آپ کی حفاظت کیلئے غیبی حجاب کا انتظام ہے

واذا قرات القرآن جعلنا بینک وبین الذین لایؤمنون بالآخرة حجابا مستورا.(۴۵ بنی اسرائیل)

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اوران لوگوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے، ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈال دیتے ہیں اس لئے کہ وہ اس قرآن کے مقصود کو سمجھیں۔

آیات مذکورہ میں سے پہلی اور دوسری آیت میں جو مضمون آیا اس کا ایک خاص شان نزول ہے جو قرطبی نے سعید بن جبیرؒ سے نقل کیا ہے کہ جب قرآن میں سورۂ تبت **یدا ابی لھب** نازل ہوئی جس میں ابولہب کی بیوی کی بھی مذمت مذکور ہے تو اس کی بیوی رسول اللہؐ کی مجلس میں گئی۔اس وقت صدیق اکبر مجلس میں موجود تھے اس کو دور سے دیکھ کر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ یہاں سے ہٹ جائیں تو بہتر ہے کیونکہ یہ عورت بڑی بدزبان ہے یہ ایسی باتیں کہے گی جس سے آپ کو تکلیف پہونچے گی۔آپ نے فرمایا نہیں اس کے اور میرے درمیان اللہ تعالی پردہ حائل کر دیں گے چنانچہ وہ مجلس میں پہنچی مگر رسول اللہؐ کو نہ دیکھ سکی تو صدیق اکبر سے مخاطب ہوکر کہنے لگی کہ آپ کے ساتھی نے ہماری ہجو کی ہے۔صدیق اکبر نے فرمایا کہ واللہ وہ تو کوئی شعر ہی نہیں کہتے جس میں عادۃ ہجو کی جاتی ہے تو وہ یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ تم بھی ان کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو اس کے چلے جانے کے بعد صدیق اکبر نے عرض کیا کہ کیا اس نے آپ کو نہیں دیکھا؟ آپ نے فرمایا کہ جب تک وہ یہاں رہی ایک فرشتہ میرے اور اس کے درمیان پردہ کرتا رہا۔

دشمنوں کی نظر سے مستور رہنے کا ایک عمل: حضرت کعب فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ جب مشرکین کی آنکھوں سے مستور ہونا چاہتے تو قرآن کی تین آیتیں پڑھ لیتے تھے اس کے اثر سے کفار آپ کو نہ دیکھ سکتے تھے وہ تین آیتیں یہ ہیں، ایک آیت سورۂ کہف میں ہے یعنی **انا جعلنا علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اذانھم وقرا.** دوسری آیت سورۂ نحل میں ہے **اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم وسمعھم وابصارھم** ۔اور تیسری آیت سورۂ جاثیہ میں ہے **افرأیت من اتخذ الھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ.**

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کا یہ معاملہ میں نے ملک شام کے ایک شخص سے بیان کیا اس کو کسی ضرورت سے رومیوں کے ملک میں جانا تھا وہاں گیا اور ایک زمانہ تک وہاں مقیم رہا

پھر رومی کفار نے اس کو ستایا تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا ان لوگوں نے اس کا تعاقب کیا اس شخص کو وہ روایت یاد آ گئی اور مذکورہ تین آیتیں پڑھیں قدرت نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ جس راستہ پر یہ چل رہے تھے اسی راستہ پر دشمن گذر رہے تھے مگر وہ ان کو نہ دیکھ سکتے تھے۔

امام ثعلبی کہتے کہ حضرت کعب سے جو روایت نقل کی گئی ہے میں نے رئے کے رہنے والے ایک شخص کو بتلائی۔ اتفاق سے کفار نے اس کو گرفتار کر لیا کچھ عرصہ ان کی قید میں رہا پھر ایک روز موقع پا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ لوگ اس کے تعاقب میں نکلے مگر اس شخص نے بھی یہ تین آیتیں پڑھ لیں اس کا یہ اثر ہوا کہ اللہ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالدیا کہ وہ اس کو نہ دیکھ سکے حالانکہ ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور ان کے کپڑے ان کے کپڑوں سے چھو جاتے تھے۔

امام قرطبی کہتے ہیں کہ ان تینوں کے ساتھ وہ آیات سورۂ یسین کی بھی ملالی جائیں جن کو آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے وقت پڑھا تھا جب کہ مشرکین مکہ نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا آپ نے یہ آیات پڑھیں اور ان کے درمیان سے نکلتے ہوئے چلے گئے بلکہ ان کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے گئے ان میں سے کسی کو خبر بھی نہ ہوئی وہ آیات سورۂ یٰسین کی یہ ہیں۔

یس والقران الحکیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم تنزیل العزیز الرحیم لتنذر قوما ماانذر اباء ھم فھم غفلون .لقد حق القول علی اکثرھم فھم لایؤمنون.انا جعلنافی اعنا قھم اغلالا فھی الی الاذقان فھم مقمحون.وجعلنا من بین ایدیھم سداومن خلفھم سدافاغشینھم فھم لایبصرون.

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ مجھے خود اپنے ملک اندلس میں قرطبہ کے قریب قلعہ منثور میں یہ واقعہ پیش آیا کہ میں دشمن کے سامنے بھاگا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا دشمن نے دو گھوڑ سوار میرے تعاقب میں بھیجے اور میں بالکل کھلے میدان میں تھا کوئی چیز پردہ کرنے والی نہ تھی مگر میں سورۂ یٰسین کی یہ آیتیں پڑھ رہا تھا یہ دونوں سوار میرے برابر سے گذرے پھر جہاں سے آئے تھے یہ کہتے ہوئے لوٹ گئے یہ شخص کوئی شیطان ہے کیونکہ وہ مجھے دیکھ نہ سکے اللہ تعالی نے ان کو مجھ سے اندھا کر دیا تھا۔(قرطبی)

ان تمام تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالی نے حضورؐ کو یہ خاص چیز عطا فرمائی تھی کہ وقتِ ضرورت آپ کے اور آپ کے دشمنوں کے درمیان میں ایک غیبی حجاب قائم کر دیا جاتا

گویا یہ بھی آپؐ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے۔

آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہے

ان الذین یبایعونک انمایبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم.(۱۰ الفتح)

جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ واقع میں اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

نبی رحمتؐ کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کو وہ مقامِ بلند عطا کیا گیا کہ جو بظاہر نبی کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے وہ حقیقت میں اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے اس لئے کہ نبی کے ہاتھ پر جو صحابہؓ کرام بیعت کر رہے تھے وہ اللہ کے احکامات کو بجالانے اور اللہ کو راضی اور خوش کرنے کیلئے ہی بیعت کر رہے تھے اس لئے کہ نبی کے ہاتھ پر جو صحابہؓ کرام بعیت کر رہے تھے وہ اللہ کے احکامات کو اس لئے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کو اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا درجہ عطا کیا گیا۔

آپ ﷺ نے نہیں ہم نے پھینکا ہے

فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی ولیبلی المومنین منہ بلاء حسنا ان اللہ سمیع علیم.(۱۷ الانفال)

تم نے ان کافروں کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔

واقعہ جو اس آیت میں بیان ہوا اس کی تفصیل ابن جریر طبریؒ اور بیہقی وغیرہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس وغیرہ سے یہ نقل کی ہے کہ معرکۂ بدر کے دن جب مکہ کے ایک ہزار جوانوں کا لشکر ٹیلہ کے پیچھے سے میدان میں آیا تو مسلمانوں کی قلت وضعف اور اپنی کثرت وقوت پر فخر کرتا ہوا متکبرانہ انداز سے سامنے آیا۔اس وقت رسول اللہؐ نے دعاء کی کہ یا اللہ یہ تیرے جھٹلانے والے قریش فخر وتکبر کرتے ہوئے آ رہے ہیں آپ نے جو فتح کا وعدہ مجھ سے فرمایا ہے اس کو جلد پورا فرما (روح البیان)۔تو جبریل امین نازل ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ایک مٹھی خاک کی لے کر دشمن کے لشکر کی طرف پھینک دیں۔آپ نے ایسا ہی کیا۔اور ابن ابی حاتم نے بروایت ابن زید نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ مٹی اور کنکروں کی مٹھی بھری ایک

لشکر کے داہنے حصہ پر دوسری بائیں حصہ پر تیسری سامنے کی جانب پھینک دی۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس ایک یا تین مٹھی بھر کنکریوں کو قدرت نے معجزانہ انداز میں اس طرح پھیلا دیا کہ مخالف لشکر کا کوئی آدمی باقی نہ رہا جس کی آنکھوں میں اور چہروں پر یہ دھول اور کنکریاں نہ پہنچی ہوں جس کا اثر یہ ہوا کہ پورے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا فرشتے الگ ان کے ساتھ شریکِ قتال تھے۔(مظہری۔روح)

بالآخر کچھ لوگ مخالف فریق قتل ہوگئے کچھ گرفتار کر لئے گئے باقی بھاگ گئے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔

بالکل مایوسی اور ناامیدی کے عالم میں یہ فتحِ عظیم مسلمانوں کو حاصل ہوئی میدانِ جنگ سے واپس آ کر آپس میں گفتگو شروع ہوئی صحابہ کرام اپنے اپنے کارنامے ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی **فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم** جس میں ان کو یہ ہدایت دی گئی کہ اپنی سعی وعمل پر ناز نہ کرو یہ جو کچھ ہوا وہ تمہاری محنت وکوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ خالص حق تعالی کی نصرت وامداد کا ثمرہ تھا۔جو دشمن تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے ان کو درحقیقت تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔

اسی طرح رسول کریمؐ کو خطاب کر کے ارشاد ہوا، **وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی** یعنی یہ مٹھی کنکریوں کی جو آپ نے پھینکی وہ درحقیقت آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالی نے پھینکی۔

اس سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالی نے آپؐ کے مٹھی بھر مٹی کے پھینکنے کو اپنے ہاتھ سے پھینکنے سے تعبیر کیا کہ آپ نے جو پھینکا درحقیقت ہم نے پھینکا یہ بھی کوئی معمولی اعزاز نہیں ہے، بلکہ یہ بھی آپؐ کی ایک خصوصیت ہے۔

آپ کی دعاء موجبِ اطمینان ہے

خذمن اموالھم صدقة تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم واللہ سمیع علیم. (۱۰۳ التوبہ)

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے لینے سے آپؐ ان کو پاک صاف کر دیں گے اور ان کیلئے دعاء کیجئے بلاشبہ آپ کی دعاء ان کیلئے موجب اطمینان قلب ہے۔اور

اللہ تعالی خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔

اس آیت میں اگرچہ کہ شانِ نزول کے اعتبار سے ایک خاص جماعت سے صدقہ وصول کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ آیت اپنے مفہوم کے اعتبار سے عام ہے۔اس آیت کا ایک ٹکڑا **وصل علیھم ان صلوائک سکن لھم** چونکہ ہمارے موضوع سے متعلق ہے اس لئے ہم صرف اسی کے بارے میں بیان کریں گے آپؐ کو اس آیت میں ان لوگوں کیلئے دعاء کرنے کا حکم دیا گیا جن سے آپ نے صدقہ وصول فرمایا چنانچہ آپؐ کو حکم دیا گیا کہ **وصل علیھم** آپ ان کے حق میں دعاء فرمائیے۔

اس حکم دعاء کے بعد جو اہم بات بیان کی گئی وہ یہ کہ آپؐ کی دعاء کو لوگوں کیلئے باعثِ طمانیت قلب قرار دیا گیا،اس سے آپؐ کی خصوصیت کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ آپؐ کی دعاء کس قدر موثر ہے کہ آپؐ جن کے حق میں دعاء کردیتے ہیں ان کی دنیا اور عقبی دونوں بن جاتے ہیں' ان کو دل کا چین وسکون نصیب ہوجاتا ہے،حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سکون سے مراد رحمت ہے،امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ جب کسی کیلئے دعاء فرماتے تھے تو وہ دعاء اس کے اور اسکے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں قبول ہوجاتی تھی۔

صحابۂ کرام جب اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرتے تھے تو ان کے دلوں میں دو چیزیں ہوتی تھیں ایک یہ کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ وہ اللہ کا تقرب (نزدیکی) حاصل کریں دوسرا یہ کہ آپؐ کی دعاء نصیب ہوجائے' چنانچہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۹۹ میں اللہ تعالی نے ان بعضے اہل دیہات کا تذکرہ کیا جو مال کے خرچ کرتے ہوئے اللہ کے تقرب کا ارادہ اور نبی کی دعاوں کی امید دل میں رکھتے تھے **ومن الاعراب من یومن باللہ والیوم الآخر و یتخذ ماینفق قربۃ عنداللہ وصلوات الرسول الاانھا قربت لھم سیدخلھم اللہ فی رحمۃ. ان اللہ غفور رحیم** اور بعضے اہل دیہات ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عنداللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول اللہؐ کی دعا لینے کا ذریعہ بناتے ہیں۔

یاد رکھو! کہ ان کا یہ خرچ کرنا بیشک ان لوگوں کیلئے موجبِ قربت ہے ضرور ان کو اللہ تعالی اپنی خاص رحمت میں داخل کرلیں گے اللہ تعالی بڑی مغفرت والے رحمت والے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنا ضروری ہے

یحلفون باللہ لکم لیرضوکم واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین.(۶۲ التوبۃ)

یہ لوگ تمہارے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تم کو راضی کرلیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اس کو راضی کریں۔

اس آیت کے سلسلہ میں مفسرین نے ایک واقعہ یہ نقل کیا ہیکہ منافقوں میں سے ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ہمارے سردار اور رئیس بڑے ہی عقلمند، دانا اور تجربہ کار ہیں اگر محمدؐ کی باتیں حق ہوتیں تو یہ سردار کیا ایسے بیوقوف تھے کہ انہیں نہ مانتے؟ یہ بات ایک سچے مسلمان صحابی نے سن لی اور اس نے کہا واللہ حضورؐ کی سب باتیں سچ ہیں اور ان نہ ماننے والوں کی بے وقوفی میں کوئی شک نہیں جب یہ صحابی دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ بیان کیا آپؐ نے اس شخص کو بلوا بھیجا لیکن وہ سخت قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں نے تو یہ بات کہی ہی نہیں یہ تو مجھ پر تہمت باندھتا ہے اس صحابی نے دعا کی کہ پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر دکھا، اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اور اس حقیقت کو آشکارا کر دیا گیا کہ ایک مومن ومسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کی رضامندی اور خوشنودی کے کام کرے، اللہ اور اس کے رسول زیادہ حقدار ہیں اس بات کے کہ ان کو خوش اور راضی رکھا جائے۔

اگر پوری دنیا خوش ہے اور اللہ اور اس کے رسول ناراض ہیں تو پھر اس شخص کے گمراہ اور محروم القسمت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا، قابل غور مقام یہ ہے کہ آپؐ کو راضی رکھنے کو اللہ کی رضا کے ساتھ جوڑ دیا گیا کہ جہاں اللہ کو راضی رکھنا ضروری ہے وہیں رسول اللہؐ کو راضی رکھنا بھی ضروری ہے۔

آپ ﷺ کی ازواج سارے مومنین کی مائیں ہیں

النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھتم.(۶ الاحزاب)

نبی مومنین کے ساتھ تو ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپؐ کی بیبیاں ان مومنین کی مائیں ہیں۔

اس آیت میں ازواج مطہرات کے متعلق ایک بات یہ بتائی گئی کہ آپؐ کی ازواج امت کے ہر فرد کی مائیں ہیں، یعنی انکی تعظیم وتکریم اس طرح کی جائیگی جس طرح اپنی ماں کی تعظیم کی جاتی ہے۔

اسلئے قرآن مجید میں اس بات کی صراحت کردی گئی کہ آپؐ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے کسی امتی کا نکاح حرام ہونے کی ایک وجہ تویہ ہیکہ یہ ازواج مطہرات ہر امتی کے حق میں ماں کا درجہ رکھتی ہیں ظاہر ہیکہ ماں سے نکاح کرنا حرام ہے، دوسری وجہ تو یہ ہے کہ آپؐ کی حیات ثابت ہے، اور جب آپ ابھی حیات ہیں تو شوہر کے زندہ رہتے ہوئے اس کی بیوی سے نکاح کیسے کیا جاسکتا ہے؟

بہرحال آپؐ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپؐ کی ازواج مطہرات کو امت کی ماں قرار دیا گیا تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ آپؐ ہم سب کے روحانی باپ ہیں۔

اللہ نے نہ آپ کو چھوڑا ہے نہ آپ سے بیزار ہے

والضحی والليل اذاسجی ماودعک وماقلبی.(۳ الضحی)

قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے بیزار ہوا۔

سورۂ ضحیٰ کی ان آیات میں اللہ تعالی نے نبی رحمتؐ کے بارے میں یہ فرمایا کہ اللہ تعالی نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ اللہ تعالی آپ سے بیزار ہے سوال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپؐ سے یہ بات کیوں کہی؟ اس سلسلہ میں مفسرین نے یہ بات کہی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ کی ایک انگلی زخمی ہوگئی اس سے خون جاری ہوا تو آپؐ نے فرمایا تو ایک انگلی ہی تو ہے جو خون آلودہ ہوگئی اور جو کچھ تکلیف تجھے پہنچی وہ اللہ کی راہ میں ہے، اس لئے کیا غم ہے؟ اس واقعہ کے بعد کچھ روز جبرئیل امین کوئی وحی لے کر نہیں آئے تو مشرکین مکہ نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد کو ان کے خدا نے چھوڑ دیا اور ناراض ہوگیا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

بارہواں باب

وہ آیتیں جن سے آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا پتہ چلتا ہے

پیغمبر! آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں

انک لعلی خلق عظیم.(۴ القلم)

اور بے شک آپ اخلاق حسنہ کے اعلی پیمانے پر ہیں۔

آپ ؐ کو مکہ کے مشرکین و کفار مجنون کہا کرتے تھے اللہ تعالی نے ان لوگوں کو آپؐ کے اخلاق و کردار کا جائزہ لینے کا اشارہ دیا کہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ آپؐ مجنون ہیں تو پھر آپ کے اعلی وارفع اخلاق وعادات پر غور کرو کیا یہ ممکن ہے کہ ایک مجنون میں اس قسم کے اعلی وارفع اخلاق موجود ہوں؟ مجنون تو وہ ہوتا ہے جس کو زندگی کا ہوش نہیں ہوتا اس کو اخلاق سے کیا رشتہ رہے گا؟ ہم آپؐ کے اخلاق عظیم کی گواہی دیتے ہیں جس گواہی سے آپ کا مجنون نہ ہونا بھی ثابت ہوگا اور نبی کے اخلاق فاضلہ و کاملہ پر فائز ہونے کا ثبوت بھی مل جائے گا۔

آپؐ کے اخلاق کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ **کان خلقه القرآن** آپؐ کے اخلاق خود قرآن ہیں، یعنی قرآن کریم جن اعمال و اخلاق کی تعلیم دیتا ہے آپ ان سب کا عملی نمونہ ہیں، آپؐ نے خود ارشاد فرمایا **انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** مجھے اس کام کیلئے بھیجا گیا کہ میں اعلی اخلاق کی تکمیل کروں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نہ فحش گو تھے نہ فحش کے پاس جاتے تھے نہ بازاروں میں شور و شغب کرتے تھے برائی کا بدلہ کبھی برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معافی اور درگزر کا معاملہ فرماتے تھے۔

آپؐ کے اخلاق کی گواہی قرآن مجید نے آپؐ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں دیدی اور قیامت تک یہ آیتیں اس بات کی گواہی دیتی رہیں گی۔

آپ ﷺ تمہاری منفعت کے خواہشمند ہیں

لقدجاء کم رسول من انفسکم عزیزعلیه ماعنتم حریص علیکم بالمومنین روف رحیم.(۲۸ التوبه)

اے لوگو! تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے

ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

یہ آیت بھی آپؐ کے اخلاق حسنہ کی گواہی دیتی ہے کہ آپؐ شفقت ورحمت اور ہمدردی، خیرخواہی کے جذبہ سے اللہ کی مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے والے پیغمبر ہیں، نبی ایسے اخلاق کے حامل ہیں کہ اگر مومنوں اور مسلمانوں کو کوئی جانی یا مالی یا ذہنی تکلیف واذیت ہوتی ہے تو یہ اذیت آپؐ کو نہایت گراں اور تکلیف دہ محسوس ہوتی ہے، آپؐ کی دلی خواہش یہ ہوتی ہیکہ مسلمانوں کو کوئی تکلیف وضرر نہ پہنچے، آپؐ اس بات کے زیادہ سے زیادہ خواہشمند ہوتے ہیں کہ ایمان والوں کو نفع حاصل ہو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ ہو، آپ ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان رہتے ہیں۔

کتنے صحابہؓ کرام آپؐ کی نگاہ کے سامنے آتے تھے جن کو کفار مکہ اذیتیں پہنچایا کرتے تھے' ان مناظر اور دردناک حالات کو دیکھ کر آپ ﷺ کا جی بہت کڑھتا، بے چین ہو جاتے اور ان ثابت قدم صحابہؓ کرام سے یوں کہتے کہ صبر کرو صبر کرو۔

آپؐ نے اپنی زندگی کے ۶۳ سال میں کسی کا کبھی بھی برا نہ چاہا ہر ایک کو نفع اور فائدہ پہنچایا دوسروں کے دکھ کو خود اپنے کاندھے پر لے لینا یہ آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس دو فرشتے آئے جب کہ آپؐ سو رہے تھے ایک پائینتی بیٹھ گیا اور ایک سرہانے، پائینتی والے فرشتے نے سرہانے والے سے کہا کہ ان کی اور ان کی امت کی کوئی مطابقِ حال مثال بیان کرو۔ تو وہ کہتا ہے کہ آپؐ کی مثال امت کے ساتھ ایسی ہے جیسے لوگ سفر کرتے ہوئے ایک لق ودق جنگل میں پہنچ گئے ہوں۔ زادراہ توشہ وغیرہ کچھ باقی نہ رہا ہو، نہ آگے سفر جاری رکھ سکتے ہیں نہ ہی واپس ہونے کی کوئی صورت ہے۔ ایسے میں ایک مرد خوش پوش ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا میں تمھیں یہاں سے نکال کر ایسے باغوں میں لے چلوں جو سرسبز وشاداب ہوں، نہریں اور حوض ہوں، کیا میرے ساتھ چلو گے؟ وہ بڑی خوشی سے راضی ہو جاتے ہیں، وہ انھیں لے چلتا ہے وہ انھیں سرسبز وشاداب باغ میں لے آتا ہے وہ خوب میوے کھاتے ہیں پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور خوب پھلتے پھولتے ہیں پھر ان سے کہتا ہے کیا میں نے تمہارے ساتھ خیرخواہی کا حق ادا نہیں کیا اور کیا تمہیں ایسے سرسبز وشاداب جگہ پر نہیں پہنچایا؟ اب سنو آگے اور باغات ایسے ہیں جو اس سے

بھی زیادہ پر بہار ہیں، اس سے بھی کہیں زیادہ شاداب حوض ہیں۔ آؤ تمہیں اب وہاں لے چلوں، تو بعض نے کہا تم نے پہلے بھی سچ کہا تھا اور اب بھی سچ کہہ رہے ہو ہم ضرور تمہارے ساتھ ہیں اور بعض نے کہا ہم تو یہیں اچھے ہیں، ہمیں یہی بس ہے آگے کی مزید نعمتوں کی ضرورت نہیں، یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کے پیچھے ہی دیوانے ہوگئے ہیں عاقبت کی خبر نہیں لیتے حالانکہ یہاں سے کہیں زیادہ وہاں خوش عیشیاں ہیں۔

آپ ﷺ کی نرم مزاجی

فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك. (۱۵۹ آل عمران)

خدا ہی کی رحمت کے سبب جو کہ آپ پر ہے آپؐ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپؐ خدانخواستہ تندخو سخت مزاج ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے۔

جنگ احد میں آپؐ نے صحابۂ کرام کی ایک جماعت کو ایک خاص کام پر مامور فرمایا تھا اور اس بات کی تاکید کردی تھی کہ اس جگہ سے نہ ہٹنا، مگر جب دوسرے صحابہ غنیمت کا مال لوٹنے میں مصروف تھے تو یہ جماعت بھی وہاں سے ہٹ گئی گویا صحابۂ کرام سے یہ لغزش ہوئی جس سے آپؐ کو سخت صدمہ پہنچا، آپؐ نے اپنے طبعی اخلاق اور عفو وکرم کی عادات کی وجہ سے ان صحابہ پر کوئی ملامت نہ کی اور کوئی سخت معاملہ بھی نہ فرمایا مگر ان صحابۂ کرام کو اپنی لغزش پر سخت ندامت ہوئی۔

اللہ کو یہ منظور تھا کہ صحابۂ کرام کی اس ندامت اور خوف کو دور کردے چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کی رحمت کے سبب آپؐ ان صحابہ کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپؐ خدانخواستہ تندخو اور سخت مزاج ہوتے تو یہ بیچارے آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے، پھر ان کو یہ فیوض و برکات کہاں نصیب ہوتے؟

سو جب آپ نے برتاو میں ایسی نرمی فرمائی تو ان سے جو غلطی آپ کی تعمیل حکم میں کوتاہی سے ہوئی اس کو دل سے بھی ان کو معاف کر دیجئے اور ان سے جو غلطی اللہ تعالی کے حکم میں کوتاہی سے ہوئی اس کیلئے آپ ان کیلئے استغفار کیجئے اور ان سے خاص خاص باتوں میں بدستور مشورہ لیتے رہا کیجئے تا کہ اس خصوصی لطف سے ان کے دلوں سے اپنی لغزش کا غم ڈھل جائے۔

اس آیت سے آپؐ میں عفو و درگزر اور نرم دلی و خیر خواہی اور دلداری جسے اخلاقِ فاضلہ کا ہونا

محسوس ومعلوم ہوتا ہے آپؐ کے ان اخلاق کا ثبوت سیرت کے ان واقعات سے بھی معلوم ہوتا ہے جو آج بھی کتبِ سیرت میں محفوظ ہیں۔

آپ ﷺ بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہیں

قل مااسئلکم علیه من اجر ومااناا من المتکلفین.(۸٦ ص)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنیوالوں میں ہوں۔

حضورؐ میں تکلف اور تصنع کا مزاج نہیں تھا، آپؐ نے بلا جھجک اپنی حقیقت وحیثیت کو بتلا دیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اللہ کا بندہ بھی ہوں، وغیرہ وغیرہ، وہ تکلف اور وہ تصنع جو شریعت میں مذموم وناپسندیدہ ہے آپؐ میں رائی کے دانے کے برابر بھی نہ تھا، آپؐ صاف گو اور حق گو پیغمبر تھے، آپؐ نے اپنی زندگی کے کسی بھی میدان میں تکلف سے کام نہ لیا، آپ کی داخلی زندگی، خارجی زندگی، آپ کا سفر اور آپ کا حضر، آپ کی انفرادی زندگی ہر میدان میں آپ نے سادگی اور صفائی کو ملحوظ رکھا کبھی آپ نے تصنع، بناوٹ اور تکلف کو اپنے قریب آنے نہ دیا۔

اس آیت شریفہ میں آپ کو یہی حکم دیا گیا کہ آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی اس دعوت وتبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ ہی میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔

کسی کے اندر بناوٹ اور تکلف کا ہونا وہ اس کے بداخلاق ہونے کی علامت ہے، اچھے اخلاق کا حامل شخص کبھی بناوٹ، تکلف اور تصنع سے کام نہیں لیتا۔

آپ ﷺ رحمت ہی رحمت ہیں

وما ارسلناک الارحمة للعلمین

اور ہم نے آپ کو کسی اور بات کے واسطے (رسول بنا کر) نہیں بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں پر اپنی مہربانی کرنے کیلئے۔

سارے عالم کے لوگ جانتے ہیں کہ عالمین عالم کی جمع ہے اور عالم کے معنی دنیا کے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ صرف ایک عالم کیلئے رحمت بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں بلکہ آپ ﷺ کو دنیا جہاں کے سارے ہی لوگوں کیلئے یعنی تمام عالموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، اسی طرح آپ ﷺ ساری مخلوقات کیلئے رحمت ہیں۔

آپ ﷺ انسانوں کیلئے بھی رحمت ہیں، جنات کیلئے بھی، حیوانات کیلئے بھی رحمت ہیں اور دنیا کی ساری چیزوں کیلئے بھی، آپ ﷺ اہل زمین کیلئے بھی رحمت ہیں کہ آپ نے اللہ کے ذکر اور اس کی عبادت سے پوری دنیا کو زندگی دی، اللہ کا ذکر زندگی ہے اور اللہ کے ذکر سے غفلت موت ہے، جس رسول نے پوری دنیا کو زندگی دی وہ رسول رحمت نہیں تو پھر کیا ہیں؟۔

نیز حضور ﷺ نے فرمایا:

انا رحمة مهداة برفع قوم وخفض آخرين

یعنی میں اللہ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تا کہ ایک قوم کو سر بلند کر دوں اور دوسری قوم کو پست کر دوں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس نے آپ ﷺ کو رحمت مان لیا اور آپ کی تعلیمات کو اختیار کر لیا اس نے سر بلندی اور عزت پالی، اور جس نے آپ ﷺ کی تعلیمات کو ٹھکرا دیا وہ پستی اور ذلت کا شکار ہو گیا۔

آپ ﷺ کی رحمت ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ جس گھر میں آپ ﷺ کا طریقہ ہے وہاں رحمت کی روشنی ہے اور جس گھر میں آپ ﷺ کا طریقہ نہیں وہاں زحمت کا اندھیرا ہے، آج جو لوگ اپنے گھروں میں نبی کی لائی ہوئی شریعت اور آپ ﷺ کے مبارک طریقے کو داخل ہونے نہیں دیتے وہ دراصل پرانی تاریکیوں کے عادی بن چکے ہیں، وہ اس اندھیرے سے خوش ہیں، جس اندھیرے سے نکالنے کی نبی رحمت نے (۲۳) سال محنت فرمائی آج کا سب سے بڑا المیہ مادہ پرستی کا شکار ہو جانے کے نتیجہ میں یہ ہے کہ لوگ روشنی کو اندھیرے سے تعبیر کر رہے ہیں اور اندھیرے کو روشنی سے۔

نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پوری زندگی اسی فکر میں گزری کہ ساری انسانیت اندھیرے سے روشنی کی طرف آ جائے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

پیامِ رشادی

ایک سو سے زائد کتابوں کے مصنف

مولانا غیاث احمد رشادی صاحب

مرکزی صدر صفا بیت المال انڈیا

کی جانب سے پیامِ رشادی کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ جمعہ میں اُردو خطبہ کے لئے عام فہم انداز میں مختلف عناوین پر خطباء و ائمہ کی سہولت کے لئے مواد فراہمی کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ جو بحمد للہ کامیابی کے ساتھ جاری ہے، ہر چہار شنبہ بذریعہ واٹس اَپ مواد ارسال کیا جارہا ہے۔ خواہشمند خطباء حضرات مندرجہ ذیل نمبر کو اپنے موبائل فون میں محفوظ کرلیں اور بذریعہ واٹس اَپ اپنا نام مسجد کا نام اور پتہ لکھ کر روانہ فرمادیں۔

+91 8328551772

کتاب "بچوں کی اسمبلی"

مؤلف کی ایک اور کتاب جس میں اسکولی طلبہ و طالبات کو آیاتِ قرآنیہ و احادیث شریفہ اور انسانی زندگی سے وابستہ آداب وغیرہ سے باخبر رکھنے اور انہیں اخلاق و کردار سے روشناس کرنے کے لئے "بچوں کی اسمبلی" نامی ایک کتاب تحریر کی ہے، جو 260 صفحات پر اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں 126 اسباق پر مشتمل ہے۔ صفا بیت المال کے زیر اہتمام دو اہل خیر حضرات کے تعاون سے دو ہزار کی تعداد میں یہ کتاب شائع کی گئی ہے جو شہر حیدرآباد کے سینکڑوں اسکولوں میں روزانہ اسمبلی میں پڑھی جارہی ہے شہر حیدرآباد کے علاوہ دیگر اضلاع و ریاستوں میں بھی اس کتاب کو پسند کیا گیا ہے۔ اسکولوں کے لئے یہ کتاب مفت دی جارہی ہے۔

ربط کے لئے فون نمبر : +91 9394419849